کنزُ الخطیب
علامہ محمد دین چشتی
مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے، فیصل آباد، فون:۔ ۶۲۶۰۳۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کنز الخطیب

ماہِ محرم الحرام

تصنیف لطیف

علامہ محمد دین چشتی

ناشر

مکتبہ حامدیہ مہریہ صدیق آباد گوبند پورہ

گلی نمبرا، فیصل آباد فون نمبر ۶۱۵۸۶۴

نام کتاب ——— کنز الخطیب (ماہِ محرم)

مؤلف ——— علامہ محمد دین چشتی

معاونین ——— علامہ پروفیسر محمد افضل جوہر، فیڈرل ڈگری کالج اسلام آباد

حکیم پروفیسر محمد سلیم چشتی، فیصل آباد

پروف ریڈنگ ——— قاری محمد عمر باسط ایم اے (عربی)

تزئین و آرائش ——— حکیم حافظ عبد الحفیظ قادری

کتابت ——— محمد عاشق حسین ہاشمی، چنیوٹ

اشاعت ——— بار اوّل دسمبر ۱۹۹۳ء مطابق ۱۴۱۴ھ

ایڈیشن ——— بار دوم ۱۹۹۴ء / ۱۴۱۵ھ

تعداد ——— ایک ہزار

صفحات ———

ناشر ——— مکتبہ حامدیہ مہریہ جامع مسجد غوثیہ حامدیہ

گوبند پورہ گلی نمبر ۱، فیصل آباد

قیمت ——— ۶۰/۰۰ روپے

ملنے کے پتے :

۱۔ مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے۔ فیصل آباد

۲۔ مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۱ گنج بخش روڈ۔ لاہور

۳۔ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ لاہور

۴۔ نوری بک ڈپو، امین پور بازار، فیصل آباد

فہرست موضوعات

محرم الحرام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا رَحِيْبِنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰى وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ

(پ ۱۰ - سورۃ توبہ آیت ۳۶)

ترجمہ "بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں - اللہ کی کتاب میں جب سے اُس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ، ان میں سے چار حرمت والے ہیں - یہ سیدھا دین ہے ، تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو -"

حضرات محترم ! اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے قمری سال کے مہینوں کی تعداد کا ذکر فرمایا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ بلاشبہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مہینوں کی تعداد بارہ ہی مقرر فرمائی ہے - ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے ایسے ہیں جن کو [illegible] ان چار مہینوں کو حرمت والے

مہینوں کا نام دیا جاتا ہے ۔ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے ۔

اَنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ سَارُوْا مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی اَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ اَنْ یَّفْتَحَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّا نَخَافُ اَنْ یُّقَاتِلَنَا كُفَّارُ مَكَّةَ فِیْ شَهْرٍ حَرَامٍ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ (اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ...... (الی آخر (الغنیۃ لطالبی طریق الحق ص ۱۴۳/۱)

ترجمہ " رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتح مکہ سے قبل جب مسلمان مدینہ منورہ سے اہل مکہ کے پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ ہمیں خدشہ ہے کہ کہیں مکہ کے کافر حرمت والے مہینے میں ہمارے ساتھ جنگ نہ شروع کر دیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ (اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا) نازل فرمائی " (الغنیۃ لطالبی طریق الحق ج ۱ ص ۱۴۳)

اسلام سے قبل بھی سال میں چار مہینے حرمت والے تھے اور عرب ان کی حرمت کے قائل تھے لیکن اپنی گمراہی و سرکشی کی بنا پر وہ ان مہینوں میں تبدیلی کر دیتے تھے ۔ جب وہ کسی مخالف کے ساتھ جنگ کرنے پر تلے ہوتے، تو حرمت والے مہینے کو یہ کہہ کر ٹال دیتے تھے کہ ہم اگلے مہینے کو حرمت والا مہینہ قرار دیں گے، یا یہ کرتے کہ ایک مہینے کو اتنا طول دے دیتے کہ وہ دو مہینوں کے برابر ہو جاتا اور کہتے کہ ابھی اگلا ماہ شروع ہی نہیں ہوا ۔ عرب کے اس دستور کو نسئی کا نام دیا جاتا ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس عمل کی مذمت ان الفاظ میں فرمائی ہے :

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ (سورۃ توبہ پ ۱۰ آیت ۳۷)

ترجمہ " ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں، مگر اور کفر میں بڑھنا، اس سے کافر بہکائے

جاتے ہیں۔ ایک برس اُسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اُسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہوجائیں جو اللہ نے حرام فرمائی اور اللہ کے حرام کیے ہوئے حلال کرلیں، اُن کے بُرے کام ان کی آنکھوں میں بھلے لگتے ہیں اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔" (ترجمہ کنزالایمان)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :

"کفارِ عرب محترم مہینوں یعنی رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے بڑے معتقد تھے اور اس زمانہ میں جنگ، حرام سمجھتے تھے، لیکن اگر کبھی دورانِ جنگ یہ مہینے آجاتے، تو انہیں ناگوار گزرتا، اس لیے محرم کو صفر اور بجائے اس کے صفر کو محرم بنا لیتے یا جب کبھی حرمت کو ٹلانے کی ضرورت محسوس کرتے، تو ایسے ہی مہینوں کا تبادلہ کر لیتے تھے۔ اس طرح محرم کے مہینے سال میں گردش کرتے رہتے تھے۔ اس تبدیلی کا نام نسیئ ہے۔" (تفسیر نور العرفان ص ۳۰۷)

خُطبہ حجۃ الوداع میں چار ماہ کی فضیلت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قربانی کے دن ۱۰ ذوالحجہ کو خطاب کیا اور فرمایا: زمانہ چکر کاٹ کر اسی ہیئت پر آگیا، جس ہیئت (حالت) پر آسمان و زمین کی پیدائش کے دن تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے، جن میں سے چار ماہ حرمت والے ہیں۔ تین پے در پے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک رجب المرجب جو جمادی الثانیہ اور شعبان المعظم کے درمیان ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۲۷۲، تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۲۱)

شہورِ حرمت کی وجہ

ان حرمت والے مہینوں کی حُرمت اور عزت اس وجہ سے ہے کہ ان میں عبادت کرنے کا ثواب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح سے ان مہینوں میں گناہ کا عذاب بھی بہت بڑھ جاتا ہے۔ لہٰذا عبادات کے اجر و ثواب میں اضافے اور گناہوں کے عذاب میں زیادتی کی وجہ سے یہ مہینے محترم اور معزز ہو گئے۔ چنانچہ ان مبارک اور مکرم مہینوں میں کثرت سے عبادت و ریاضت کرنی چاہیے اور دوسری طرف ہر قسم کے گناہوں اور بُرائیوں سے بھی شدت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ ان مہینوں کا احترام کرتے تھے۔ اسلام نے ان کی عزت و عظمت کو اور زیادہ بڑھا دیا۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب لوگ ان مہینوں میں اپنی تلواروں کو نیام میں ڈال لیتے اور لوٹ مار سے باز رہتے۔ لہٰذا لوگ اپنے دشمنوں سے بے خوف ہو کر پھرتے تھے، یہاں تک کہ اگر کسی کا سامنا اپنے قریبی عزیز یا باپ، بھائی کے قاتل سے بھی ہو جاتا تو وہ اُسے کچھ نہ کہتا۔

(عجائب المخلوقات ص ۴۴، رُوح البیان ج ۳ ص ۴۲۴ ماخوذ از تفسیر مظہری)

ماہِ محرّم

حضرات محترم! اس سے قبل حرمت والے مہینوں کی فضیلت کا ذکر ہوا۔ اب ماہِ محرم کا ذکر سماعت فرمائیے۔ اسلام میں پہلا مہینہ محرم ہے اور اسے محرم کہنے کی وجہ علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ تفسیر رُوح البیان جلد ۵ صفحہ ۲۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

یُحَرَّمُ فِیْهَا الْقِتَالُ ثُمَّ الْمُحَرَّمُ شَهْرُ الْاَنْبِیَآءِ وَرَاْسُ السَّنَةِ وَاَحَدُ اَشْهُرِ الْحُرُمِ۔ (رُوح البیان ج ۳ ص ۲۳)

ترجمہ: "اس ماہ میں جنگ و جدال اور قتال حرام ہے۔ پھر محرم انبیاء کرام کا مہینہ ہے اور سال کا ابتدا ہے اور حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔"

علامہ نے ۱۱ ماہ کے مطابق ایک شعر نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

چوں محرم بگذرد آید بمزد تو صفر ۔ پس ربیعین و جمادین و رجب آید بہر
باز شعبان است و ماہ صوم و عید و ذیقعدہ ۔ بعد ازاں ذی الحجہ نام ما با آید بسر

ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے :

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَیُّ شَهْرٍ تَامُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ لَهُ مَا سَمِعْتُ اَحَدًا يَسْأَلُ عَنْ هٰذَا اِلَّا رَجُلًا سَمِعْتُهُ يَسْأَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَاعِدٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَیُّ شَهْرٍ تَامُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ اِنْ كُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَاِنَّهٗ شَهْرُ اللّٰهِ فِيْهِ يَوْمٌ تَابَ اللّٰهُ فِيْهِ عَلٰى قَوْمٍ وَيَتُوْبُ فِيْهِ عَلٰى قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۔ (ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۹۳)

ترجمہ : "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کونسا وہ مہینہ ہے جو رمضان کے بعد ہے جس میں آپ مجھے حکم دیں کہ میں روزہ رکھوں۔ آپ نے فرمایا : میں نے نہیں سنا کہ کسی نے اس بارے میں دریافت کیا ہو بجز اس کے کہ میں نے سُنا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا اور اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے استفسار کیا ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم (رمضان المبارک کے بعد آپ کس مہینہ کا حکم فرماتے ہیں کہ میں روزہ رکھوں ؟ آپ نے ارشاد فرمایا : اگر تم رمضان المبارک کے بعد روزہ دار رہنا چاہتے ہو تو محرم کا روزہ رکھو ، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور دوسری قوم کی بھی اللہ تبارک تعالیٰ توبہ قبول فرمائے گا۔"

سنن ابی داؤد میں ہے :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَ اِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ صَلٰوةٌ مِّنَ اللَّیْلِ ۔

(سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۳۳۲)

ترجمہ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ماہِ رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والا روزہ اللہ کے مہینے محرم کا ہے اور فرائض پنجگانہ نماز کے بعد سب سے شرف والی نماز نمازِ تہجد ہے"

آغازِ محرم کی دعا

جب اسلامی سال کے ماہِ اول کا آغاز ہو تو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اللہ تبارک تعالیٰ پورا سال خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَبَدِیُّ الْقَدِیْمُ وَ هٰذِهٖ سَنَةٌ جَدِیْدَةٌ اَسْئَلُكَ فِیْهَا الْعِصْمَةَ مِنَ الشَّیْطٰنِ وَ اَوْلِیَآئِهٖ وَالْعَوْنَ عَلٰی هٰذِهِ النَّفْسِ الْاَمَّارَةِ بِالسُّوْٓءِ وَالْاِشْتِغَالِ بِمَا یُقَرِّبُنِیْٓ اِلَیْكَ یَا کَرِیْمُ ۔ (نزہۃ المجالس مترجم اردو ج ۱ ص ۳۴)

ترجمہ "اے اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ رہنے والا قدیم ہے اور یہ نیا سال ہے، پس اس میں شیطان اور اس کے ساتھیوں سے بچاؤ کی تجھ سے دعا کرتا ہوں اور جو برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والے ہیں نفس کے مقابلہ میں اور ایسے اعمال میں مشغول ہونے میں جو مجھے تیرے قریب کردیں میں تیری اعانت کا سوال کرتا ہوں اے مہربان اللہ۔"

اس دعا کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص محرم کے پہلے روز یہ دعا کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ ہائے ہم اس سے ناامید ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کے پڑھنے والے پر دو فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو اس سال اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔

یوم عاشورار

لفظِ عاشورار کی لغوی تحقیق

حضرات محترم! اس سے قبل ماہِ محرم کی فضیلت کا ذکر ہوا، اب عاشورار یعنی دسویں محرم الحرام کا ذکر سنیئے،

تحقیق نمبرا

"القاموس المحیط" میں عاشورار کی مختلف قرأتیں بتائی گئی ہیں، جو اس طرح سے ہیں،

اَلْعَاشُوْرَاءُ وَالْعَشُوْرَآءُ وَيُقْصَرَانِ وَالْعَاشُوْرُ عَاشِرُ الْمُحَرَّمِ الْحَرَامِ اَوْ تَاسِعُهُ۔

ترجمہ "العاشورآر اور العشورآر اور دونوں کو قصر بھی پڑھاجاتا ہے اور اسی طرح العاشور بھی اس کی قرأت ہے اور اس سے مُراد محرم الحرام کا دسواں یا نواں دن ہے۔"

تحقیق نمبر۲

عاشورار کی اصل عَاشَ نُوْرًا ہے اور نُوْرًا کے نون کو تخفیف کی غرض سے گرا دیا گیا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو اس کی حرمت کی نگہداشت کرتا ہے، وہ نور میں عیش کرتا ہے۔ (نزہۃ المجالس ص۱۴۴ ج۱)

تحقیق نمبر۳

غنیۃ الطالبین میں عاشورار کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی گئی ہے،

وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ فِیْ تَسْمِيَةِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ اَكْثَرُهُمْ اِنَّمَا سُمِّیَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ، لِاَنَّهٗ عَاشِرُ يَوْمٍ مِنْ اَيَّامِ الْمُحَرَّمِ۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا سُمِّیَ عَاشُوْرَاءَ لِاَنَّهٗ

عَاشِرُ الْكَرَامَاتِ الَّتِيْ اَكْرَمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِهَا، اَوَّلُهَا: رَجَبٌ وَهُوَ شَهْرُ اللّٰهِ تَعَالَى الْاَصَمِّ، وَاِنَّمَا جَعَلَهُ كَرَامَةً لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ لِفَضْلِهِ عَلٰى سَائِرِ الشُّهُوْرِ كَفَضْلِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى سَائِرِ الْاُمَمِ، اَلْكَرَامَةُ الثَّانِيَةُ: شَهْرُ شَعْبَانَ وَفَضْلُهُ عَلٰى سَائِرِ الشُّهُوْرِ كَفَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ، وَالثَّالِثَةُ شَهْرُ رَمَضَانَ وَفَضْلُهُ عَلٰى سَائِرِ الشُّهُوْرِ كَفَضْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى خَلْقِهِ، وَالرَّابِعَةُ: لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَهِيَ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ، وَالْخَامِسَةُ: يَوْمُ الْفِطْرِ، وَهُوَ يَوْمُ الْجَزَاءِ، وَالسَّادِسَةُ اَيَّامُ الْعَشْرِ، وَهِيَ اَيَّامُ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَالسَّابِعَةُ: يَوْمُ عَرَفَةَ وَصَوْمُهُ كَفَّارَةُ سَنَتَيْنِ، وَالثَّامِنَةُ: يَوْمُ النَّحْرِ، وَهُوَ يَوْمُ الْقُرْبَانِ، وَالتَّاسِعَةُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْاَيَّامِ، وَالْعَاشِرَةُ: يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ، وَصَوْمُهُ كَفَّارَةُ سَنَةٍ وَكُلُّ وَقْتٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ كَرَامَةٌ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ تَكْفِيْرًا لِذُنُوْبِهِمْ وَتَطْهِيْرًا لِخَطَايَاهُمْ۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ، اِنَّمَا سُمِّيَ عَاشُوْرَاءَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَكْرَمَ فِيْهِ عَشَرَةً مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِعَشْرِ كَرَامَاتٍ۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۵۵)

ترجمہ: علماء کرام کا یوم عاشوراء کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ اُن میں سے اکثریہ فرماتے ہیں کہ یوم عاشوراء کو عاشوراء کا نام اس لیے دیا جاتا ہے کہ یہ محرم کا دسواں دن ہے اور کچھ علماء کرام یہ کہتے ہیں یوم عاشوراء کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ دس میں سے دسواں شرف ہے، جن سے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو نوازا ہے۔ اُن میں سے پہلا شرف رجب کا مہینہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا اصم (بہرا) مہینہ ہے، کیونکہ اس ماہ مبارک میں کوئی فریادی فریاد

نہیں کرتا یعنی کوئی ظلم وستم نہیں ہوتا) اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عزت دینے کے لیے عطا فرمایا ہے، اس لیے کہ اس ماہِ مبارک کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسے ہے جیسے اس امت کی باقی امتوں پر ہے۔ دوسرا شرف ماہ شعبان المعظم کا ہے اور اس ماہ کی باقی مہینوں پر فضیلت ایسے ہے، جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی فضیلت باقی تمام انبیاء کرام پر ہے اور تیسرا شرف رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور اس مہینے کی باقی مہینوں پر فضیلت اس طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر ہے، اور چوتھا شرف اس اُمتِ مصطفوی کو یہ حاصل ہے کہ اسے لیلۃ القدر عطا ہوئی اور یہ رات ہزار مہینوں (کی عبادت) سے افضل ہے اور پانچواں شرف عید الفطر کے ذریعے سے حاصل ہوا۔ یہ دن جزاء کا دن ہے اور چھٹا شرف ایام العشر (یعنی دس دن) ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے دن ہیں اور ساتواں شرف یوم عرفہ ہے، اس دن کا روزہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہے اور آٹھواں شرف یوم النحر (قربانی کا دن) ہے، اور یہ قربانی دینے (یعنی عید الاضحیٰ) کا دن ہے اور نواں شرف جمعۃ المبارک کا دن ہے کیونکہ یہ دن تمام دنوں کا سردار دن ہے اور دسواں شرف یوم عاشوراء ہے اس دن کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور ان دنوں کی ہر گھڑی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے گناہوں کا کفارہ) اور اس اُمت کی خطاؤں سے طہارت کا سامان عطا فرماکر شرف سے نوازا ہے۔

اور بعض علماء کرام یہ فرماتے ہیں، یوم عاشوراء کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن میں دس انبیاء کرام علیہم السلام کو دس عظمتوں سے نوازا تھا۔ (غنیۃ الطالبین ص۵۵)

یوم عاشوراء کا دوسرا نام

یوم عاشوراء کو "یوم زینت" بھی کہا جاتا ہے اور اس دن کا یہ نام حدیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمَ الزِّيْنَةِ اَدْرَكَ مَا فَاتَهٗ مِنْ صِيَامِ السَّنَةِ

(یَعْنِیْ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ) (غنیۃ الطالبین (عربی) ج ۲ ص ۵۴ ماثبت من السنۃ ص ۱۰)

ترجمہ: "ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے "یوم زینت" یعنی یوم عاشورا کا روزہ رکھا، اس نے اپنے باقی سال کے فوت شدہ کو بھی پالیا۔"

یوم عاشوراء کے اہم واقعات

۱- اللہ تعالیٰ نے اس روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

۲- حضرت ادریس علیہ السلام کو اس روز مقام بلند کی طرف اٹھالیا۔

۳- حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی روز جودی نامی پہاڑ پر ٹھہری تھی۔

۴- اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل بنایا اور انہیں اسی روز نارِ نمرود سے محفوظ فرمایا۔

۵- اسی روز حضرت داؤد پیغمبر علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی۔

۶- اسی روز حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت واپس ملی

۷- اسی یوم عاشوراء کو ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف کو دور فرمایا۔

۸- عاشوراء کے روز ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سلامتی سے سمندر پار کرایا اور فرعون کو غرق کر دیا تھا۔

۹- یہی دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرمائی تھی۔

۱۰- اسی دن اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا تھا۔

(غنیۃ الطالبین ج ۲، ص ۵۵)

۱۱۔ سیدنا حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
۱۲۔ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۱۳۔ سیدنا یوسف علیہ السلام قید سے آزاد ہوئے
۱۴۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔
۱۵۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے۔
۱۶۔ سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آئی۔
۱۷۔ سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکلے۔
۱۸ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ (عجائب المخلوقات ص ۱۴۴)

یوم عاشورار کے دیگر واقعات

انبیاء کرام علیہم السلام کے ان واقعات کے علاوہ اس روز دنیا کی تاریخ کے یہ واقعات بھی رونما ہوئے۔

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش پر اپنی شان کے مطابق استویٰ فرمایا۔
۲۔ قیامت اسی روز آئے گی۔
۳۔ اسی روز پہلی بارش نازل ہوئی۔
۴۔ اسی روز پہلی رحمت نازل ہوئی۔
۵۔ اسی روز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتبہ شہادت حاصل کیا۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۵۳)

یومِ عاشورا کا روزہ

یومِ عاشورا کا روزہ بہت فضیلت رکھتا ہے۔ یومِ عاشورا کا روزہ اسلام سے قبل اہلِ مکہ اور یہودی لوگ بھی رکھا کرتے تھے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ فَمَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَهُ۔ (غنیۃ الطالبین ج۲ ص۵۴، ماثبت بالسنۃ ص۱۰، بخاری جلد ۱ ص۲۶۸)

ترجمہ: "قریش زمانۂ جاہلیت میں یومِ عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی زمانۂ جاہلیت میں اس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے، تب یومِ عاشورا کا روزہ چھوڑ دیا گیا، جس کا جی چاہے، وہ یومِ عاشورا کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے چھوڑ دے۔"

یہودی لوگ یومِ عاشورا کو اپنے لیے یومِ نجات کے طور پر مناتے تھے، کیونکہ اس دن ان کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات ملی تھی۔ صاحبِ تفسیر ابن کثیر نے بھی وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ والی آیت کی تفسیر میں اس بات کی طرف اشارہ دیا ہے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا کہ یہود عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت کی۔ یہ واقعہ حدیث مبارکہ میں اس طرح سے ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَسُئِلُوْا

عَنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا، هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ أَظْهَرَ اللّٰهُ (عَزَّوَجَلَّ) فِيْهِ مُوْسٰى (عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى فِرْعَوْنَ فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ تَعْظِيْمًا لَّهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَأَمَرَ بِصَوْمِهٖ۔ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۵۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورا کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو یہودیوں نے جواب دیا: یہ وہ دن ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازا تھا، لہٰذا ہم لوگ اس دن کے احترام کے لیے روزہ رکھتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے، تم سے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔"

مسلم شریف کی ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا) قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهٗ قَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ أَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ فَصَامَهٗ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهٖ۔

(رواہ البخاری، مسلم شریف صفحہ ۳۵۹/۱، الطحاوی باب الصوم عاشوراء صفحہ ۱۰۹/۲)

ترجمہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا کہ یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن سے پوچھا: تم اس دن کا روزہ کس خصوصیت کی بنا پر رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا، یہ وہ دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا تھا، لہٰذا ہم بھی اِس روز، روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھنے کے متعلق ارشاد فرمایا، کہ ہم تو تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پر حق رکھتے ہیں اور اُن کے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دن کا روزہ خود بھی رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔"

عاشوراء کے دن انبیاء کرام روزہ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

صُوْمُوْا يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَوْمَ كَانَتِ الْاَنْبِيَآءُ تَصُوْمُهٗ۔

(الجامع الصغیر ج ۴، ص ۲۱۵)

ترجمہ "عاشورہ کے دن کا روزہ رکھو، کیونکہ یہ وہ دن ہے کہ اس کا روزہ انبیاء کرام رکھتے رہے ہیں۔"

یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عام معمول میں شامل تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس دن کا روزہ، خاص اہتمام کے ساتھ رکھتے تھے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهِ اِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ الْعَاشُوْرَآءِ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ -

(متفق علیہ ، مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۸)

ترجمہ "سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی دن کے روزے کو اس دن یعنی یوم عاشورار کے روزے پر ترجیح دیتے ہوئے رکھنے کی جستجو کرتے نہیں دیکھا اور اس ماہ پر فضیلت دیتے نہیں دیکھا یعنی رمضان شریف پر "

محترم حضرات! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشورار کا روزہ بہت ہی پابندی کے ساتھ رکھتے تھے۔ ایک روایت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار معمولات کا ذکر ہے کہ آپ انہیں کبھی ترک نہ فرماتے تھے۔ ان چار معمولات میں ایک یوم عاشورار کا روزہ رکھنا بھی ہے۔ روایت اس طرح ہے:

- عَنْ حَفْصَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا) قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ تَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ عَاشُوْرَآءَ وَالْعَشْرِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ (رواہ النسائی)

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۰)

ترجمہ "حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ چار چیزیں ایسی تھیں جنہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ترک نہیں کیا۔ یوم عاشورار کا روزہ اور ذوالحجہ کا عشرہ یعنی پہلے نو دن کا روزہ اور ہر ماہ کے تین دن (یعنی ایام بیض) کے روزے اور فرض نماز فجر سے پہلے دو رکعت" (یعنی سنتیں)

نویں محرم الحرام شریف کو روزہ رکھنا بھی بہت زیادہ عظمت اور فضیلت کا حامل ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نویں محرم الحرام کا روزہ رکھنے کا بھی ارادہ فرمایا تھا چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ حِیْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّهٗ یَوْمٌ یُعَظِّمُهُ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِیْتُ اِلٰی قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ یَعْنِیْ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ (مشکوٰۃ ص ۱۷۸، مسلم شریف جلد اول، ص ۳۷۹)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا تو صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) یہ تو وہ دن ہے جس دن کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ اس پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں محرم کا روزہ ضرور رکھوں گا۔"

یوم عاشورہ کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا باعث بنتا ہے مسلم شریف کی ایک اور حدیث پاک میں ہے:

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صِیَامُ یَوْمِ عَاشُوْرَآءَ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۹، الطحاوی باب الصوم ص ۱۱۱ والبیہقی ص ۲۸۶ ج ۴)

ترجمہ: "حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوم عاشوراء کے روزے رکھنے پر میں گمان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔"

اَلْغُنْیَةُ لِطَالِبِیْ طَرِیْقِ الْحَقِّ المعروف غنیۃ الطالبین میں یوم عاشورہ کی فضیلت کا

باقاعدہ طور پر ایک باب باندھا گیا ہے، جس میں یوم عاشورہ کے روزے کے بہت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اُن میں سے چند فضائل احادیث مبارکہ کے حوالے سے پیشِ خدمت ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ جس نے محرم الحرام میں یومِ عاشورہ کا روزہ رکھا' اسے دس ہزار فرشتوں کی عبادت کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

۲۔ جس نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا' اسے دس ہزار شہیدوں اور دس ہزار حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

۳۔ جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا' اسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اور ایک روایت کے مطابق ساتوں آسمانوں میں بسنے والے فرشتوں کا ثواب ملتا ہے۔

۴۔ جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا' اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ساٹھ سال کی صوم وصلوٰۃ کی صورت میں عبادت کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین (عربی) ج ۲، ص ۵۲)

عاشورہ کے دن کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرانا اجرِ عظیم کا باعث بنتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ فَطَّرَ مُؤْمِنًا يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَكَاَنَّمَا اَفْطَرَ عِنْدَهٗ جَمِيْعَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ وَاَشْبَعَ بُطُوْنَهُمْ۔ (غنیۃ الطالبین عربی ج ۲ ص ۵۳)

ترجمہ: "جس نے کسی مسلمان کا عاشورہ کے دن روزہ افطار کرایا وہ ایسے ہے' جیسے اُس نے ساری اُمتِ محمدیہ کو خوب پیٹ بھر کر افطاری کرائی ہو۔"

یومِ عاشورہ میں دسترخوان وسیع کرنا

گرامی القدر حضرات! عاشورہ کے دن سخاوت کرنا' یعنی غریب پروری کرنا اپنے

گھر کے دسترخوان کو وسیع کرنا گھر والوں پر خرچ کرنا، رزق کے اندر وسعت اور فراخی کا باعث بنتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ فِی النَّفَقَۃِ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَائِرَ سَنَتِہٖ - قَالَ سُفْیَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاہُ فَوَجَدْنَا کَذٰلِکَ رَوَاہُ رَزِیْنٌ وَرَوَی الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ -

(مشکوٰۃ شریف ، ص ۱۷۰)

ترجمہ" سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر نفقے (خرچ) کو وسیع کیا۔ اللہ تعالیٰ سارا سال اس پر (رزق کی) وسعت فرماتا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اسے بالکل ایسے ہی پایا۔"

"غنیۃ الطالبین" میں ایک حدیث پاک اس طرح سے ہے:

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْتَرَضَ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ صَوْمَ یَوْمٍ فِی السَّنَۃِ وَھُوَ یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ الْعَاشِرُ مِنَ الْمُحَرَّمِ فَصُوْمُوْہُ، وَ وَسِّعُوْا فِیْہِ عَلٰی عِیَالِکُمْ وَمَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ مِنْ مَّالِہٖ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَائِرَ سَنَتِہٖ وَمَنْ صَامَ ھٰذَا الْیَوْمَ کَانَ لَہٗ کَفَّارَۃُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً وَمَا اَحَدٌ اَحْیَاءَ لَیْلَۃَ یَوْمِ عَاشُوْرَآءَ وَاَصْبَحَ صَائِمًا مَاتَ وَلَمْ یَدْرِ بِالْمَوْتِ -

(غنیۃ الطالبین ج ۲، ص ۵۴)

ترجمہ: "بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن جوکہ یوم عاشورہ یعنی دس محرم الحرام کا روزہ فرض ہو گیا تھا۔ لہٰذا تم بھی اس دن کا روزہ رکھا کرو اور اس روز اپنے اہل و عیال پر وسعت اور فراخی کیا کرو اور جس نے اپنے مال میں سے اس عاشورہ کے روز اپنے اہل و عیال پر ہاتھ کھلا کیا تو اللہ تعالیٰ سارا سال اُسے وسعت عطا فرمائے گا' اور جس نے اس روز، روزہ رکھا، تو وہ اُس کے چالیس سالوں کا کفارہ بن جائے گا' اور جس کسی نے عاشورا کی رات بیدار رہ کر گزاری' اور دن روزے کی حالت میں' گزارا، وہ مرتے وقت موت کی تنگی محسوس نہیں کرے گا۔"

حضرات محترم! یوم عاشورہ میں اپنے گھر والوں پر وسعت اور فراخی کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ سارا سال ایسا کرنے والے مسلمان پر کشادگی رزق فرماتا ہے اور سال بھر اس کے رزق میں وسعت و فراخی رہتی ہے۔

کشادگی رزق والی یہ حدیث مبارکہ مختلف روایتوں کے ساتھ ملتی ہے۔ روایات کی کثرت اس حدیث مبارکہ کی صحت کو ثابت کرتی ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس بات کا تجربہ کیا تو دیکھا کہ واقعی اللہ تعالیٰ اس دن میں فراخی کرنے والے کا رزق سارا سال وسیع فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مسلمانوں کو رزق وسیع عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

شہادت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْرَمَ الشُّھَدَآءَ بِالْحَیَاۃِ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی صَاحِبِ الشَّفَاعَۃِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ
اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (سورۃ بقرہ - آیت ۱۵۴)

ترجمہ: "اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔"

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اُس کے نام پر
اللہ اللہ! موت کو کس نے مسیحا کر دیا

بعد از حمد وصلوٰۃ ـــــ حضراتِ محترم! اللہ تعالیٰ نے ان آیاتِ بیّنات میں شہداء کی زندگی کا ذکر فرمایا کہ شہید زندہ ہیں، انہیں مُردہ مت کہو کیونکہ تمہیں اس کا شعور نہیں۔

شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت ہیں مل جائے جنہیں دولت شہادت کی
شہادت پا کے ہستی زندہ وجاوید ہوتی ہے
یہ رنگیں شام صبحِ عید کی تمہید ہوتی ہے

شہادت انسان کے مرتبہ کی بلند ترین سعادت ہے اور اس کا حصول مسلمان کے لیے عین عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعادت کا ہم سب کو شرف عطا فرمائے۔ آمین!

شہید کا معنیٰ اور وجہ تسمیہ

شہید کے کئی معانی ہیں اور یہ شَہِدَ یا شَہُدَ سے مشتق ہے۔

۱۔ شَاهَدَهٗ۔ مُشَاهَدَةً، پانا، دیکھنا ۲۔ شَهِدَ: حاضر ہوا۔

۳۔ شَهِدَ۔ شَهَادَةً عِنْدَ الْحَاكِمِ۔

۴۔ اَلشَّهِيْدُ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (المنجد، مصباح اللغات، تاج العروس)

اب ان میں سے ہر ایک کی وضاحت عرض کرتا ہوں تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

۱۔ شہید کا معنی پانا اس طرح ہوگا جیسے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱۸۵)

ترجمہ: "تو تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ پائے، ضرور اس کے روزے رکھے۔"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہید کیا پاتا ہے۔

تو عرض یہ ہے کہ حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَيُكَفِّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ (مشکوٰۃ ص ۳۳۰)

ترجمہ: "اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں تیرے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

معلوم ہوا جس نے مقام شہادت کو حاصل کر لیا، اس نے گناہوں کی معافی کو پا لیا، اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو پا لیا اور اس پا لینے میں دیکھ لینے کا معنیٰ بھی پایا جاتا ہے تو شہید دیکھتا کس طرح ہے؟ تو عرض یہ ہے کہ شہید بوقتِ شہادت اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور اسے بوقتِ شہادت حسن و جمال کا دیدار کرایا جاتا ہے، تمام حجابات ختم کر دیے جاتے ہیں۔

اور شہید کہتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے،

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ یُحِبُّ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَہٗ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا الشَّھِیْدُ یَتَمَنّٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا یَرٰی مِنَ الْکَرَامَۃِ۔ (مشکوٰۃ صـ۳۳۰)

ترجمہ" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جنت میں جانے والا کوئی شخص یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ دُنیا میں لوٹے اور دُنیا کی کوئی چیز اُسے ملے، لیکن شہید تمنا کرے گا کہ دُنیا کی طرف لوٹے اور اسے دس مرتبہ قتل کیا جائے، کیونکہ اُس نے اس (قتل ہونے) کی فضیلت دیکھ لی ہے۔

۲- شَھِدَ بمعنٰی اَشْھَدَہٗ — حاضر ہونا۔

اَلْحُضُوْرُ الْمُجَرَّدُ — اور امام راغب نے کہا،

اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاھِدَاتِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِیْرَتِ۔

(حاضر ہونا مشاہدہ کے ساتھ چاہے آنکھ سے ہو یا دل سے ہو)

نماز جنازہ کی دعاؤں میں ہے: وَشَاھِدِنَا بمعنٰی ہم میں سے جو حاضر

اور سورۃ بقرہ میں ہے، اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ۔ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۳۳)

ترجمہ" بلکہ تم میں کے خود موجود تھے، جب یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی"

یہاں بھی شہداء بمعنیٰ حاضر و موجود ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہید کہاں حاضر ہوتا ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ شہید بمعنیٰ مشہود ہے۔ یعنی جب شہید کی شہادت کا وقت آتا ہے تو ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلٰٓئِکَۃٌ

الرَّحْمَةِ ۔ (مشکوٰۃ ص۱۴۲)

ترجمہ "حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مومن کی موت آتی ہے تو رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں ۔"

یا یہ معنی ہے کہ اس کی روح براہ راست اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتی ہے۔ جب عام مومن کی موت کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں تو شہید کی شہادت پر بھی حاضر ہوتے ہیں۔ تیسرا معنی شہید کا گواہی دینا ہے ۔ قرآن مقدس میں ہے :

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

ترجمہ "اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ (ہیں) ۔

وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ط (سورۃ النحل، آیت ۸۹)

ترجمہ "اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے۔

تو معلوم ہوا کہ شہید بمعنی گواہ کے ہیں، تو گویا جب مسلمان شہید ہوتا ہے تو اللہ کی گواہی دیتا ہوا اس کی راہ میں گردن کٹا دیتا ہے، اس لیے قیامت کے دن کو یوم مشہود کہا جاتا ہے۔

اور چوتھا معنی شہید کا مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ط

جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے، اُسے شہید کہتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہوا، اُس نے مقام شہادت کو پالیا۔ اور جو شہید ہوا، اُس نے قرب حق اور رضائے الٰہی کو پالیا اور شہید ہوتے وقت تجلیاتِ الٰہی کا مشاہدہ کر لیا اور دیدارِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی انعام ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے شہید دنیا میں لوٹ کر شہید ہونے کی تمنا جنت میں کرے گا اور شہید کی شہادت کے وقت ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں اور مومن کی روح کو پہلے، دوسرے، تیسرے یا ساتویں آسمان تک حسب مراتب ٹھہرایا جاتا ہے، مگر شہید کا مقام کوئی آسمان نہیں بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں اُس کی رُوح حاضر ہوتی ہے اور شہید اپنی گردن کٹوا کر توحید الٰہی کی گواہی پیش کرتا ہے کہ اے اللہ! میں تیری وحدانیت کی گواہی دیتا ہوا دُنیا سے جا رہا ہوں۔

شہید کی قسمیں

شہید کی دو قسمیں ہیں: ۱۔شہید فقہی ۲۔شہید حکمی

(۱) فقہی وہ شہید ہے جو مسلمان عاقل بالغ ہو، پھر ظلماً ہتھیار سے مارا جائے یا زخمی ہو کر بغیر دنیوی آرام لیے مر جائے یعنی کوئی دنیوی فائدہ نہ اُٹھائے، اس کو غسل دیں گے نہ کفن، بلکہ ان ہی خون آلود کپڑوں میں نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے گا۔

(۲) شہید حکمی، جو ظلماً قتل نہیں کیا گیا، مگر قیامت کے دن وہ شہیدوں میں اُٹھایا جائے گا حدیث شریف میں ہے: اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کے علاوہ سات شہادتیں اور بھی ہیں۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعُدُّوْنَ الشَّهِیْدَ فِیْکُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِیْدٌ قَالَ اِنَّ شُهَدَاءَ اُمَّتِیْ اِذًا لَقَلِیْلٌ مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِیْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِیْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِی الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِیْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِی الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِیْدٌ۔ (مشکوٰۃ صہ ۳۳۱)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے مسلمان بھائیوں میں سے کس کو شہید گمان کرتے ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس طرح تو میری اُمت کے شہداء تھوڑے ہیں اور فرمایا جو اللہ کی راہ میں قتل ہو وہ شہید ہے اور اللہ کی راہ میں مرے وہ شہید ہے، اور جو طاعون میں مرے وہ شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ شہید ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے: جو ڈوب کر مر جائے' وہ شہید ہے اور جو ذات الجنب (نمونیہ) میں مرے' وہ شہید ہے اور جو آگ میں جل جائے وہ شہید ہے اور جو عمارت کے نیچے دب کر مر جائے' وہ شہید ہے اور جو عورت بچے کی ولادت کے وقت مر جاتے وہ شہید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں' جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:-

جو حالتِ سفر میں مرا، سل (ٹی-بی) کی بیماری میں مرا، سواری سے گر کر مرا۔ مرگی سے مرا۔ جو اپنے حق کی حفاظت میں مرا۔ کسی درندے نے پھاڑ کھایا یا کسی موذی جانور کے کاٹنے سے مرا۔ علم دین کی طلب میں مرا۔ یہ سب لوگ شہید ہیں۔ لیکن اعلیٰ درجے کا شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔

شہید کے مراتب

شہید کے بہت سے درجات ہیں' جن میں سے چند ایک کا بیان کرنا ضروری ہے:

۱- شہید کو نبی سے بہت قرب حاصل ہے کہ پیغمبر کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ اور شہید کی موت غسل نہیں توڑتی۔

۲- نبی بعد وفات زندہ اور شہید بھی بعد وفات زندہ ہے۔

۳- نبی کو بعد وفات رزقِ الٰہی ملتا ہے اور شہید کو بھی۔

(قرآن پاک و حدیث)

۴- شہید سوالاتِ قبر سے محفوظ ہے۔

۵- شہید کا گوشت و خون زمین نہیں کھا سکتی۔

۶- شہید موت سے قبل ہی جنت دیکھ لیتا ہے۔

۷- شہید گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

۸- قیامت میں شہید ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا

۹۔شہید کا عمل و رزق قیامت تک جاری رہے گا۔
۱۰۔شہید قیامت کے دن گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔
بلکہ جہاد کی تیاری کرنے والے کی ایک نماز ۵۰۰ کے برابر ہے۔
ایک روپے کی خیرات ۷۰۰ کے برابر ہے (ماخوذ از درمختار، فتاوٰی شامی)
علاوہ ازیں شہید کے بہت مراتب ہیں، جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں،
اس لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

شہید اور احساسِ زخم

میدانِ جنگ میں شہید ہر طرح سے زخمی ہوتا ہے کبھی تیر، کبھی گولی اور کبھی گولے سے، اور کبھی بم سے۔ کبھی ہاتھ کٹتا ہے، کبھی جسم کی بوٹیاں اُڑجاتی ہیں اور کبھی خون کا فوارہ جاری ہوجاتا ہے اور کبھی گردن کٹ کر الگ ہوجاتی ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تکلیف و اذیت ہوتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے بہت معمولی تکلیف ہوتی ہے اور زخموں کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اس کی مثال قرآن پاک میں یوں ہے،

مصر کی عورتوں نے جب زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت پر طعنہ دیا تو زلیخا نے ان عورتوں کو بلایا، اُن کے لیے دسترخوان سجایا، جس پر طرح طرح کے کھانے اور میوے چنے گئے پھر زلیخا نے ہر عورت کو پھل کاٹنے کے لیے ایک ایک چھری دے دی اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا،

وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ "اِن عورتوں کے سامنے سے نکلو"

یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا یہ حال تھا کہ مصر کے گلی کوچوں سے گزرتے تو دیواریں آپ کے چہرے کی چمک سے جگمگا جاتیں، جیسے سورج کی دھوپ دیواروں پر پڑ رہی ہو تو اُس کے عکس سے پانی جگمگا جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۲، ص ۱۴۵)

فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ "جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا

اس کی بڑائی بولنے لگیں۔" یعنی عورتیں آپ کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئیں۔

وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ۔ اور (چھریوں سے) اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔

وہ عورتیں پھل کاٹنا چاہتی تھیں مگر جب یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اُن کے ہوش اُڑ گئے اور ہاتھ کاٹ لیے اور تکلیف کا احساس تک نہ ہوا اور خون بھی بہنے کا احساس نہ ہوا۔ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔

ترجمہ:" اور بولیں اللہ کی پاکی ہے، یہ تو جنس بشر سے نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے"

(سورۃ یوسف پارہ ۱۲، رکوع ۱۴، آیت ۳۱)

حضرات محترم: جب یوسف علیہ السلام کے حسن کا مصری عورتوں پر یہ اثر ہوا کہ ان کو ہاتھ کٹنے کی تکلیف کا احساس نہ ہوا، تو حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کے چہرۂ مقدس کا یہ عالم ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۱۸)

ترجمہ:" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز زیادہ خوبصورت نہیں دیکھی، گویا آپ کے چہرۂ اقدس میں سورج رواں تھا۔"

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَةٍ اِضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ (مشکوٰۃ ص۵۱۸)

ترجمہ:" چاندنی رات میں، میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پس میں ایک نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالتا اور ایک چاند کی طرف۔ آپ نے دھاری دار جوڑا پہنا ہوا تھا، پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ کوئی انصاف ہے　　چاند کے چہرے پہ چھائیاں، چہرہ صاف ہے
اس چہرہ والضحیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چمک کا ہی یہ اثر ہوتا ہے، ان کا حُبِّ رسول میں سر بھی کٹ جاتا ہے، مگر احساس تک نہیں ہوتا۔

امامِ اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

لذتِ شہادت

دنیا کی بے شمار نعمتوں سے انسان لطف و لذت حاصل کرتا ہے، کسی نعمت کو کھاتا ہے کسی کو پیتا ہے، کسی کو دیکھتا ہے کسی کو سونگھتا ہے اور کسی کو سُنتا ہے۔ غرضیکہ بے شمار نعمتوں سے انسان لطف اٹھاتا ہے مگر مومن کو شہادت کی جو لذت حاصل ہوتی ہے، اس کے سامنے دُنیا کی لذتیں ہیچ ہیں۔ دُنیاوی لذتیں تو درکنار جنت کی لذتیں بھی اس کی نظر میں شہادت کی لذت سے ہیچ ہیں۔

سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی جنتی وہاں کی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا میں آنا پسند نہ کرے گا کہ جو چیزیں زمین میں حاصل تھیں پھر مل جائیں۔

اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ (مشکوٰۃ ص ۳۳۰)

ترجمہ: "مگر شہید تمنا کرے گا کہ دُنیا میں لوٹے اور دس مرتبہ قتل کیا جائے۔"

برادرانِ اسلام! یہ تمنا شہید اس لیے کرے گا کہ وہ حُبِّ رسول میں قتل ہو رہا ہے اور اللہ العالمین کے حُسنِ لازوال کا نظارہ کر رہا ہے، اور شہید کو جنت میں وہ سرور حاصل نہ ہوگا کیونکہ حُسنِ لازوال کا دیدار تمام نعمتوں سے بُلند ترین ہے ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر تجلی ہوئی تو آپ کی نظر ایسی تیز ہوگئی کہ دس کوس کی مسافت سے تاریک رات میں بھی کسی چٹان پر چلتی ہوئی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے زیر آیت فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ تفسیر مظہری میں اس آیت کے تحت روایت میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا تو آپ کے چہرے پر ایسی چمک آگئی کہ کوئی بھی آپ کے چہرۂ مقدس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا اور مرتے دم تک آپ کے چہرۂ انور پر باقی قائم رہی۔ بیوی نے ایک بار آپ سے کہا جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا میں تو آپ سے غیر متعلق ہوکر رہ گئی ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چہرے سے نقاب اٹھا دیا تو بیوی کے چہرہ پر سورج کی کرنوں کی طرح شعاعیں پڑنے لگیں۔ اس نے فوراً اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے چھپا لیا اور اللہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جنت میں اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی بیوی بنائے (روح البیان ص ۲۳۹ ج ۳)

صاحب تفسیر مظہری نے حضرت عبداللہ بن سلام اور کعب بن احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے، فرمایا، عظمتِ خداوندی کی جلوہ پاشی صرف سوئی کے ناکے کے برابر ہوئی تھی کہ پہاڑ شق ہوگیا۔ (تفسیر مظہری زیر آیت)

اور تفسیر روح البیان میں ہے "عجب سریست کہ کوہ تاب عظمت تحمل دیدار نداشت و دل انسان راحکم وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ طاقت آں نظر ہست نکتہ دریں آنست کہ تجلی بر کوہ بنظر ہیبت بود و تجلی بر دل بنظر رحمت آں نظر کوہ را ویراں ساخت وایں نظر دل را معمور سازد" (روح البیان ص ۲۳۹ ج ۳)

ترجمہ: عجب راز ہے کہ پہاڑ باوجود سخت ہونے کے دیدار کا متحمل نہ ہوا اور انسان کا دل حکم الٰہی کے ساتھ (اور لیکن نظر کرتا ہے تمہارے دلوں کی طرف) اس نظر کی طاقت رکھتا ہے۔ نکتہ اس میں یہ ہے کہ تجلی پہاڑ پر نظر ہیبت کے ساتھ تھی اور

تجلی دل پر بنظرِ رحمت ہے (اس لیے) اس نظر نے پہاڑ کو تباہ کر دیا اور یہ نظر دلوں کو معمور کرتی ہے۔

اور پھر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صاحب روح البیان فرماتے ہیں:

اَنْ یُّقَالَ مَنْ اَرَادَ رُؤْیَۃَ جَمَالِہٖ فَلْیَنْظُرْ فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِیَائِہٖ فَاِنَّ قُلُوْبَھُمْ مَظَاھِرُ وَمَرَایَا لِجَمَالِہٖ۔ (روح البیان ص ۲۳۸ ج ۳)

ترجمہ "یہ کہا جائے گا جو ارادہ کرتا ہے اللہ کے جمال کے دیدار کا، تو چاہیے کہ نظر کرے اولیاء اللہ کے قلوب پر، بیشک ان کے قلوب ظاہر کرنے کی جگہ اور اس کے جمال کے دیکھنے کی جگہ ہیں۔

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

حضرات محترم! ثابت ہوا کہ مسلمان شہادت کے وقت حُسنِ قدیم کو دیکھتا ہے، جان نکل جاتی ہے اور لذتِ شہادت محسوس کرتا ہے، اس طرح نہ زخم لگنے کی تکلیف ہوتی ہے نہ جسم کٹنے کی تکلیف ہوتی ہے۔ اگر جمال یوسف علیہ السلام دیکھنے میں زنانِ مصر اپنے ہاتھ چھری سے کاٹ دیتی ہیں، مگر زخم اور خون کا احساس تک نہیں ہوتا، تو جب مسلمان شہید ہوتا ہے چھری، تلوار، گولی لگتے ہوئے جسم کٹتے وقت وہ جمالِ الٰہی میں مصروف ہوتا ہے، اس لیے اسے تکلیف نہیں ہوتی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلشَّھِیْدُ لَا یَجِدُ اَلَمَ الْقَتْلِ اِلَّا کَمَا یَجِدُ اَحَدُکُمْ اَلَمَ الْقَرْصَۃِ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳۳)

ترجمہ "شہید قتل کی صرف اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تم چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتے ہو۔"

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

عقلی مثال حضرات محترم! قرآن و حدیث و روایات سے مسلمان کی شہادت کی لذت اور عدمِ احساس کو ثابت کیا ہے۔ اب ایک عقلی مثال پیشِ خدمت ہے :

مریض کے اپریشن کے وقت ڈاکٹر مریض کو دوا سنگھا کر سُلا دیتا ہے، پھر اس کے جسم کو چیرتا پھاڑتا ہے، ہڈیاں توڑتا ہے۔ چونکہ دوا کا اثر غالب ہے، اس لیے مریض کو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اس طرح مسلمان کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت غالب ہوتی ہے، تو اس کا جسم کٹتا ہے، ہڈیاں ٹوٹتی ہیں، خون بہتا ہے، گردن جدا ہوتی ہے، محبتِ خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وہ اس طرح سرشار ہوتا ہے کہ تکلیف کا احساس تک نہیں ہوتا۔

شہید کی زندگی حضرات محترم! شہداء کرام زندہ ہیں اور ان کی زندگی کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۴)

ترجمہ: "اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ شہید کو مُردہ کہنا گناہ ہے اور اس کی زندگی کا شعور نہ ہونا، ہمارے عدمِ علم کی دلیل ہے نہ کہ شہید کے مُردہ ہونے کی ؎

آواز آ رہی ہے شہیدوں کی خاک سے
مر کر ملی ہے زندگیِ جاوداں مجھے

دوسری جگہ ارشادِ رب العالمین ہے :

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ط

(پارہ ۴، سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۶۹)

ترجمہ: "اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، انہیں مردہ نہ خیال نہ کرنا۔"
آیت ہذا کے تحت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ،

"انسان میں دو روحیں ہیں ، ایک روحِ سلطانی، جس کا مقام دل ہے، اس سے زندگی قائم ہے۔ دوسری روحِ حیوانی، جس کا مقام دماغ ہے جس سے ہوش و حواس برقرار رہتے ہیں۔ روحِ حیوانی سونے کے وقت نکل جاتی ہے اور روحِ سلطانی موت کے وقت خارج ہوتی ہے۔ یعنی حیوانی کے نکلنے کا نام نیند ہے اور سلطانی کے نکلنے کا نام موت ہے۔ پھر جیسے نیند کی حالت میں روحِ حیوانی جسم سے نکل کر عالم (جہان) کی سیر کرتی ہے۔

اس سیر کا نام خواب ہے مگر جسم سے اس کا تعلق رہتا ہے۔ جونہی کسی نے ہاتھ لگایا فوراً ہی روح کو خبر ہوئی اور آناً فاناً آکر جسم میں داخل ہو گئی اور سونے والا جاگ گیا۔ ایسے ہی بعد موت روحِ سلطانی کا تعلق جسم سے باقی رہتا ہے۔

معلوم ہوا موت نہ تو روح کے فنا ہونے کا نام ہے نہ جسم کے، صرف روح کا تعلق ضعیف ہو جانے کا نام ہے۔ اب یہ روح اس جسم کی پرورش نہیں کرتی، اس لیے قبر میں نیکوکاروں کے جسم کو راحت اور بدکاروں کے جسم کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس کا احساس کرتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا غار۔ پھر یہ بھی خیال رہے کہ روح جسم سے لطیف نورانی ہے، جس کا خاص مقام تو دل و دماغ ہے، مگر وہ سارے جسم میں پھیلی ہوتی ہے (جیسے کوئلہ میں آگ اور گلاب کے پھول میں عرق) اور بعد موت سرایت کی یہ کیفیت باقی نہیں رہتی، بلکہ جسم سے باہر رہ کر اس کا تعلق قائم رہتا ہے۔ یہ عام لوگوں کی برزخی زندگی کا حال ہے۔

نبی کی برزخی زندگی عام لوگوں کی زندگی سے بہت زیادہ قوی ہے۔ ان کا جسم گلنے سے محفوظ۔ ان کا مال تقسیم نہیں ہوتا، ان کی بیویوں سے نکاح نہیں ہوتا، اس لیے کہ وہ مومنوں کی مائیں ہیں اور ان کی ازواج مطہرات [illegible]

وہ اپنی قبور میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ شب معراج اگلے پیغمبروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے بیت المقدس میں نماز ادا فرمائی۔ زمین کے لیے کسی نبی کے جسم کو کھانا حرام ہے اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارک میں حیات ہیں (روح البیان ص ۲۵۸ ج ۲)

حضرات محترم! حیات انبیاء کرام علیہم السلام پر بے شمار دلائل و شواہد ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ جب ہر نبی زندہ ہے اور جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔ ان کی زندگی دُنیا کی زندگی سے اعلیٰ ہے، تو پھر سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ ہمارے آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور جہاں چاہتے ہیں جلوہ گر ہوتے ہیں، اسی لیے تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ عرض کرتے ہیں ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

شہداء کا رزق

حضرات محترم! جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ شہداء کی زندگی عام مسلمانوں کی زندگی سے تو بدرجہا قوی ہے، مگر شہداء کی زندگی انبیاء کرام کے اس درجہ تک قوی نہیں، بلکہ انبیاء کی برزخی زندگی شہداء کی زندگی سے بھی وراء الوریٰ ہے۔ انبیاء کرام کی حیات کے بارے ان شاء اللہ تعالیٰ الگ ذکر کیا جائے گا۔ یہاں شہید کی زندگی کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُصِيْبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَأْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيْلِهِمْ قَالُوْا مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا أَنَّا أَحْيَاءٌ

فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ وَلَا يَنْكُلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ الخ (ابوداؤد شریف ص ۳۴۳ ج ۱)

ترجمہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب شہید ہوئے بھائی تمہارے "احد میں" اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو رکھا سبز پرندوں کے پیٹ میں جو کہ جنت کی نہروں پر اڑ رہے ہیں، جنت کا پھل کھاتے ہیں اور لوٹ آتے ہیں، اپنی قندیلوں کی طرف جو کہ سونے کی بنی ہوئی ہیں اور عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی ہیں۔ پس جبکہ انہوں نے پایا اپنے لیے اچھا کھانا، اچھا پینا اور اچھا رہنا" تو انہوں نے کہا کون پہنچائے گا ہمارے بھائیوں کو (وہ جو دنیا میں ہیں) ہماری طرف سے کہ ہم زندہ ہیں جنت میں اور رزق دیے جاتے ہیں تاکہ وہ لوگ زیادہ کوشش کریں جہاد میں اور نہ بچیں لڑنے سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، میں انہیں پہنچاؤں گا تمہاری طرف سے اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا۔ اِلٰى آخِرِ الْآيَةِ۔

ترجمہ "اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا۔"

معلوم ہوا شہید زندہ ہیں اور جنت میں انعام واکرام حاصل کرتے ہیں اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے ؎

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں تیرے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

شہادت کا ثمرہ

حضرات محترم! شہید کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کا بہت بڑا ثمرہ عطا فرمایا ہے۔

شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا،

مُحِیَتْ ذُنُوْبُہٗ وَخَطَایَاہُ۔ (مشکوٰۃ ص۳۳۵)

ترجمہ "شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

وَاُدْخِلَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شَاءَ۔ (مشکوٰۃ ص۳۳۵)

ترجمہ "اور جنت کے جس دروازے سے چاہے، داخل ہو جائے۔"

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِیُّ کُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّہٗ لَا یَزَالُ یُرٰی عَلٰی قَبْرِہٖ نُوْرٌ۔

(ابوداؤد، جلد اوّل ص۳۴۹)

ترجمہ "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں، جب شاہِ نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ ہمیشہ نجاشی کی قبر پر نور دکھائی دیتا ہے۔"

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، یُشَفَّعُ الشَّھِیْدُ فِیْ سَبْعِیْنَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ۔ (ابوداؤد ص۳۴۹)

ترجمہ "شہید اپنے خاندان کے ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔"

اور مزید ارشاد فرمایا، قیامت کو جب شہید اٹھے گا تو اس کا رنگ زعفران کا سا ہوگا اور کستوری کی خوشبو آئے گی اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے پر خوش ہوں گے۔

فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ (سورۃ آلِ عمران آیت ۱۷۰)

ترجمہ "خوش ہیں اس پر جو دیا اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے۔"

شہید فضلِ ربی کے ملنے پر خوش ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کا فضل مل گیا تو اور کونسی کمی رہ گئی اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ملنے پر خوشیاں مناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شہید کی موت عطا فرمائے۔ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے،

"جو صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے شہداء کی منزلوں تک پہنچا دیتا ہے، اگرچہ وہ اپنے گھر کے بستر پر مرے۔" (مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۰)

اس لیے ہمیشہ شہادت کی تمنا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور مقام شہادت نصیب فرمائے آمین!

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

سید الانبیاء علیہ السلام کی شہادت

اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی بقا کے لیے بیشمار مسلمان شہید ہوئے، مگر شہادتِ حسین علیہ السلام تاریخ اسلام کا ایسا رنگین ورق ہے، جس کے جمال کی چمک دمک دنیائے اسلام کو ہمیشہ روشن اور تابناک رکھے گی اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور تمام صفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس میں پائی جاتی ہیں اور سب نعمتوں کا دینے والا اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اور ہر نعمت کے تقسیم فرمانے والے حضور حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور کسی نعمت کے تقسیم کرنے کے لیے اس نعمت کا مالک ہونا اور اس نعمت کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر نعمت موجود ہو، مگر وہ اس کا مالک نہ ہو تو بھی نہیں دے سکتا۔ اس لیے نعمت کا موجود ہونا اور مالک ہونا تقسیم کرنے کے لیے شرط ہے تو اگرچہ تمام نعمتیں دامنِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائی جاتی ہیں، لیکن شہادت بظاہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ ملی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے،

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ (مائدہ آیت ۶۷)

اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اس کا پورا ہونا یقینی ہے، اس لیے بظاہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت نہ ہوئی، لیکن شہادت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حقیقتِ باطن میں حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کی دلیل ہے۔

اس لیے شہادت کی دو قسمیں ہیں: (۱) جہریہ (۲) سِرّیہ
جنگِ احد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک کا زخمی ہونا۔
اور جسدِ مطہر سے خون کا جاری ہونا۔
اور آپ کے دانت مبارک کا کچھ حصّہ جدا ہونا۔ یہ شہادت جہری کے تین جزو ہیں:
وَلِلۡاَکۡثَرِ حُکۡمُ الۡکُلِّ اکثر اجزاء کے لیے کل اجزاء کا حکم ہوتا ہے
تو شہادتِ جہریہ کے تین اجزاء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں پائے جاتے ہیں۔ اس طرح سے شہادتِ جہریہ کی نعمت سے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نوازا۔ اور وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کا وعدہ بھی پورا فرمایا اور یہ حکم آخر وقت میں پورا ہوا۔ اس طرح سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شہادتِ جہری کی نعمت کے مالک تھے اور امام عالی مقام علیہ السلام شہادتِ جہری کی اس سنت کے مظہرِ اتم قرار پائے اور کربلا میں دشمنوں کے ہاتھوں تلوار سے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

شہادتِ سِرّی: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خیبر میں ایک یہودیہ نے بکری کا زہر آلود گوشت بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس میں سے ایک لقمہ تناول فرمایا تو اس سے آواز آئی: یا رسول اللہ! مجھ میں زہر ہے آپ تناول نہ فرمائیں۔ آپ نے تناول فرمانا چھوڑ دیا اور اس زہر آلود گوشت کا اثر جسم اطہر میں ہمیشہ باقی رہا اور آخری عمر مبارک میں اس کے عود کرنے سے وصال شریف ہوا جو شہادتِ سِرّی کی حقیقت ہے۔ آپ کی اس سنت کے مظہرِ اتم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جن کو زہر دیا گیا اور شہادتِ سِرّی پر وصال ہوا۔

گویا کہ امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس طرح ظاہری صورت میں مل کر جسم نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آئینۂ کامل قرار پاتے ہیں، اسی طرح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا زہر

کھانے کی وجہ سے شہید ہونا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں شہید ہونا یہ دونوں شہادتیں اس جوہر شہادتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور اُتم قرار پائیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک درخت کی شاخوں میں دو پھل لگے تو ہر آدمی یہی کہتا ہے یہ دونوں درخت کے پھل ہیں بس یونہی شجرِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو شاخیں ہیں، ایک کا نام امام حسن ہے اور دوسرے کا نام امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہے۔ امام حسن علیہ السلام کی شاخ میں شہادتِ سِرّی کا پھل لگا اور شہادتِ جہری میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا پھل۔ اگرچہ پھل شاخوں میں لگا ہوا ہے، لیکن درحقیقت یہ درخت کا پھل ہے۔ شہادت حسنین کریمین علیہما السلام بظاہر حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذات میں پائی جاتی ہے اور حقیقتاً یہ شہادتِ محمدی علیہ السلام کا ظہورِ تام ہے، تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جس طرح ذاتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مظہرِ اتم ہیں۔ اسی طرح کمالاتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی مظہرِ اتم ہیں۔ (تفصیل آگے آئے گی)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسّل سے شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

آسی شہیدِ عشق ہوں، مُردہ نہ جانیو!
مرکر ملی ہے زندگیٔ جاوداں مجھے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اہلِ بیت اطہار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ ○ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ ط

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ○ (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○

ترجمہ: "اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی دُور کر دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔"

اس آیتِ کریمہ میں سرکارِ دو عالم نورِ مجسم شفیعِ معظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کرام کی عظمت و فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

کس زباں سے ہو بیاں عزّ و شانِ اہلِ بیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوانِ اہلِ بیت
اُن کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

اہل کا لغوی معنیٰ

اَلْاَھْلُ : کنبہ - رشتہ دار
اَھْلُ الرَّجُلِ ، بیوی - اَھْلُ الْاَمْرِ حکام کو
کہا جاتا ہے اور بَاتَ سے بیتاً - فی المکان رشب باشی کرنا،
تو معنیٰ یہ ہوا کہ گھر کا کنبہ۔

تفسیر روح البیان میں علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت نقل کرتے ہیں :

یَااَھْلَ الْبَیْتِ الْمُرَادُ بِہٖ مَنْ حَوَاہُ بَیْتُ النُّبُوَّۃِ رِجَالًا وَّنِسَاءً۔

اہل بیت نبی کے گھر والے مرد اور عورتیں ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

اہل بیت کون ہیں؟

اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں۔ اس بارے میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے۔

بعض کے نزدیک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی مراد ہیں۔

بعض کے نزدیک حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اور بعض کے نزدیک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور خدام رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان کے ساتھ ہی شامل ہیں ۔ ان اقوال کی تحقیق اس طرح ہے :

تفسیر روح البیان میں ہے :

آلُ الْعَبَاءِ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ اَبْنَتُہٗ وَالْمُرْتَضٰی ثُمَّ سِبْطَاہُ اِذَا اجْتَمَعُوْا۔ (روح البیان ج ، ص۱۷۱)

ترجمہ : "آل عبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اولاد اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر آپ کے دونواسے ہیں جب سب اکٹھے ہوگئے۔"

تفسیر کبیر میں ہے: وَالْاَوْلٰی اَنْ یُّقَالَ هُمْ اَوْلَادُهٗ وَاَزْوَاجُهٗ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ مِنْهُمْ وَعَلِیٌّ مِنْهُمْ لِاَنَّهٗ کَانَ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ بِسَبَبِ مُعَاشَرَتِهٖ بِبِنْتِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَمُلَازَمَتِهٖ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (تفسیر کبیر ج ۲۵ ص ۲۰۹)

ترجمہ: "اور بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں اور آپ کی ازواج اور حسن و حسین ان میں سے ہیں اور علی (رضی اللہ عنہم) ان میں سے ہیں، اس لیے کہ یہ بنت رسول (علیہ السلام) کی معیت کی وجہ سے ان کے اہل بیت سے تھے۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا قول

اطلاق اہل بیت با چند معنی آمدہ گاہے بمعنی اہل و عیال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدہ شامل مر ازواج را و بیروں آمدن نساء آنحضرت از اہل بیت مکابرہ امت و مخالف است مرسوق آیت کریمہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا۔ زیرا کہ خطاب با ایشان است در اول آیت و آخر آں پس بیروں آوردن ایشان از آنچہ درمیان واقع شدہ بیروں مے آرد کلام را از اتساق و انتظام امام فخر الدین رازی گفتہ کہ ایں آیت شامل است مر نساء آنحضرت را زیرا کہ سیاق آیت ندا میکند بر آں پس بیروں آوردن ایشان را ازاں و مخصوص کردن بغیر ایشان صحیح نباشد نیز گفتہ اولی آنست کہ گفتہ شود اہل بیت اولاد آنحضرت و ازواج اُو اند و حسن و حسین رضی اللہ عنہما از ایشان اند و علی المرتضیٰ نیز از اہل بیت اُوست بجہت معاشرت او بنت پیغمبر را و ملازمت اُو مر وے را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۶۸۱)

ترجمہ: "اہل بیت کا اطلاق چند معنی پر آیا ہے کبھی بمعنی اہل و عیال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آیا ہے جو کہ ازواج مطہرات کو شامل ہے اور ازواج مطہرات کو اہل بیت سے نکال دینا

گناہ ہے اور آیت کے سیاق وسباق کے خلاف ہے: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اِلٰی آخر اس لیے کہ آیت مذکورہ سے قبل اور بعد ازواج مطہرات کو خطاب آیا ہے، تو پھر ان کو نکال دینا کلام کو نکال دینا ہے کلام کے اتساق و انتظام سے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ آیت شامل ہے۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس لیے کہ آیت کا سیاق مذاکرتا ہے۔ ان کو پس نکال دینا ازواج مطہرات کو اہل بیت سے اور مخصوص کرنا بغیر ان کے صحیح نہ ہوگا اور پھر یہی کہنا بہتر ہے کہ کہا جائے کہ اہل بیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ازواج ہیں اور حسن وحسین ان سے ہیں اور علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) بھی ان کی اہل بیت سے ہیں، بوجہ معاشرت بنت پیغمبر کے اور علی المرتضیٰ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تابعداری لازم پکڑنا۔

شہنشاہ گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

سیدی وملجائی اعلیحضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت کی تحقیق یوں فرمائی ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر میں الفاظ اہل بیت سے مراد مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

۱۔ بحسب کثرت روایات آل کسا، یعنی علی، حسن، حسین، سیدۃ النساء علیہم السلام ہیں اور یہی قول ہے صحابہ کرام میں سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا اور تابعین میں سے بھی ایک گروہ کا جن میں حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ ہیں۔

۲۔ جمہور کا قول ہے کہ لفظ اہل بیت فریقین یعنی امہات المومنین اور آل عبا علیہم السلام کو بھی شامل ہے۔

۳۔ تیسرا قول صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے حضرت عکرمہ کا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہی ہیں۔

۴۔ چوتھا قول جس کو ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ اہل

سے مراد بنو ہاشم اور بیت سے مراد بیت النسب ہے۔
تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

۵۔ پانچواں قول جس کو خطیب شربینی نے بقاعی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قول اولیٰ ہے، وہ یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد سب متعلقین۔ ازواج واولاد علیہم السلام ہیں، اور وہ غلام ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ممتازانہ لزوم وتعلق تھا جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت وارد ہے:

سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ یعنی سلمان ہم سے یعنی اہل بیت سے ہے۔

آخر میں آپ نے ارشاد فرمایا: یہ ساری تحقیق اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ آیہ تطہیر کا مُرد خواہ امہات المومنین یا مع آل کسا یا صرف آل کسا علیہم السلام تطہیر اور اذہاب الرجس بصورت تنزیل احکام وہدایت شریعت نہیں، جو سب اہل ایمان کو شامل ہے، بلکہ بمعنیٰ عفو مغفرت در آخرت ہے۔ خطا کا صدور مطہرین سے ممکن ہے۔ البتہ ان کا حشر آخرت میں مغفرت کاملہ کی صورت میں ہوگا۔ اس بیان سے یہ خیال بھی نہ کیا جائے کہ آیت تطہیر کا مطلب پابندی امر و نواہی شرعیہ سے اباحت و آزادی ہے، بلکہ یہ فضل و عنایت خاص ایزدی کی بشارت ہے جو بجسب اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا پابندی احکام کے منافی نہیں۔ (تصفیہ مابین السنی والشیعہ ص ۵۸تا۵۸)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نذر عقیدت پیش فرماتے ہیں ؎

ظاہر از اہل بیت نور نبی ہمچو در ماہ نور خورشید است
از ازل تا ابد بود ظاہر زاں کہ ایں نور نور جاوید است

حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مہر ہے ساری علی دی، خشک نہ رہیا اک ذرہ
تاہیں اوہ پیاں دسدیاں سانوں ہانی والیاں ٹالیاں

اور علامہ اقبال علیہ الرحمہ عرض کرتے ہیں ؎

نورِ چشمِ رحمۃٌ للعالمیں — آں امامِ اوّلین و آخریں
بانوئے آں تاجدارِ ہل اَتیٰ — مُرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا
مادرِ آں قافلہ سالارِ عشق — مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق

حضرات محترم! اہلِ بیت اطہار چاہے نسب سے ہوں یا اہلِ سکنیٰ، سب عزت و عظمت والے ہیں اور سب کی تعظیم بجالانا ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسکن آپ کا منبر و محراب، اُستنِ حنّانہ، وہ شہر مکہ وہ شہر مدینہ، غرضیکہ جس چیز کی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت ہوگئی، وہ عظمت والی ہے، تو پھر ازواجِ مطہرات جو کہ امہات المومنین بھی ہیں۔ اُن کی شان کس قدر بلند و بالا ہوگی اور پھر جن کو چادر میں لیے ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فرمایا۔ اُن کی عظمت کس قدر بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نسبِ مصطفےٰ قیامت میں

كُلُّ سَبَبٍ وَّنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ۔ (الشرف المؤبد ص۳۰۔ صواعق محرقہ ص۱۵۶)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "قیامت کے دن ہر سبب اور ہر نسب منقطع ہو جائے گا، مگر میرا سبب اور نسب قائم رہے گا۔"

اولادِ علی اولادِ نبی ہے

اور ایک حدیث میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِيْ صُلْبِهٖ وَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ ذُرِّيَّتِيْ فِيْ صُلْبِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ (صواعق محرقہ ص۱۵۵)

ترجمہ: "فرمایا بیشک اللہ عزوجل نے ہر نبی کی اولاد اُن کی پشت سے پیدا کی اور بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری اولاد حضرت علی ابن ابی طالب کی پشت سے پیدا فرمائی۔"

"اسعاف الراغبین" فی سیرۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے جس کا ترجمہ یوں ہے، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و فرزند کہلاتے ہیں، وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُلُّ بَنِيْ آدَمَ يَنْتَمُوْنَ إِلٰى عُصْبَةٍ إِنَّ وُلْدَ فَاطِمَةَ وَأَنَا وَلِيُّهُمْ وَأَنَا عَصَبَتُهُمْ (الشرف المؤبد ص۶)

ترجمہ: "ہر ماں کی اولاد اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتی ہے، جبکہ فاطمہ کی اولاد کا عصبہ اور ولی میں ہوں۔"

ایک حدیث میں ہے کہ ہر ماں کی اولاد اپنے آبائی خاندان کی طرف منسوب ہوتی ہے، بجز اولاد فاطمہ کے جن کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔

حضرات محترم! یہ خصوصیت صرف اولاد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ہے اور آپ کی اولاد کو آلِ رسول اور اہل بیت کا شرف حاصل ہے، جیسے عرفِ عام میں سید کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الشرف المؤبد" میں سادات کرام کے لیے چند اہم ذمہ داریوں کا ذکر فرمایا ہے۔

کیا بات ہے رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

سادات کی خصوصیات

(۱) ان لوگوں کے انساب کو معلوم کرنا جو سید نہیں، مگر سادات کرام میں شامل ہو گئے ہیں، یا وہ لوگ جو سادات سے نکل چکے ہیں۔

(۲) سادات کرام کے انساب اور خانوادوں کی پہچان رکھنا اور ان کے نام وغیرہ رجسٹر میں درج کرنا۔

(۳) سادات کرام کے بچوں کی تولید گی اور ولادت رجسٹر میں درج کرانا۔

(۴) سادات کرام کو وہ آداب سکھانا جو ان کے شرف کے لائق ہوں تاکہ لوگوں میں اُن کا

جاہ وحشم قائم رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت قائم رہے۔

(۵) سادات کرام کو بُری باتوں اور گھٹیا کاموں سے روکنا۔

(۶) سادات کرام کو ارتکاب گناہ اور حرام کو حلال کرنے سے باز رکھنا۔ نیکی اور غیرت قائم رکھیں اور بُرائی سے پرہیز کریں، تاکہ کوئی شخص طعن نہ کرے۔

(۷) سادات کرام کو لوگوں پر مسلط ہونے سے روکنا تاکہ لوگوں پر ظلم نہ ہو، بلکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے طریقے سکھائے جائیں۔

(۸) سادات کرام کے حقوق کا تحفظ کرے تاکہ وہ کمزور نہ ہو جائیں اور دوسروں کے حقوق سختی سے دلوائے اور دونوں طرف کا خیال رکھے کہ وہ لوگوں سے انصاف کریں اور لوگ ان سے۔

(۹) بیت المال سے سادات کرام کے حقوق کی نیابت کرے۔

(۱۰) سادات کرام کے گھرانے کی خواتین کو غیر کفو کے نکاح سے روکا جائے۔ اس لیے کہ یہ تمام عورتوں سے افضل ہیں، اس لیے بقائے نسب و حرمت و عظمت کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

(۱۱) ان میں سے اگر مائل گناہ ہوں تو انہیں منع کرے اور اگر ان میں سے کسی صاحب عزت سے لغزش ہو جائے تو اُسے سمجھا کر معاف کر دے۔

(۱۲) سادات کرام کے بزرگوں کی حفاظت و صیانت کرے اور ان کے بچوں کی تربیت و پرورش کرے۔ (الشرف المؤبد صفحہ)

یہ تمام امور سادات کے نقیب (سردار) کے ذمہ ہوتے ہیں۔ علامہ نبہانی کے ان اقوال پر عمل کرنے سے سادات کرام کو بہت سے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں ؎

بے اجازت جن کے گھر جبریل بھی آتے نہیں
قدر اسے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت

فضائلِ اہل بیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے سنا آپ نے فرمایا، یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۹)

ترجمہ: "اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ تم اس کو پکڑے رکھو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ ہے اور میری اولاد، میرے اہل بیت۔"

زمین والوں کے لیے امن

اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ وَاَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ (حدیث) (الشرف المؤبد، ص ۴۰)

ترجمہ: "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، آسمان والوں کے لیے ستارے امان ہیں اور زمین والوں کے لیے میرے اہل بیت امان ہیں"

اہل بیت کے لیے دُعا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَّا یُدْخِلَ النَّارَ اَحَدًا مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ فَاَعْطَانِیْھَا۔ (ترجمہ) "میں نے رب تعالیٰ سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی جہنم میں داخل نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی۔" (الشرف المؤبد ص ۳۰)

اہل بیت کی وجہ سے نجات

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا، إِنَّ مِثْلَ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۳)

ترجمہ: "بے شک میری اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے، جو اس پر سوار ہو گیا، نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔"

یعنی جس مسلمان کے دل میں حُبِّ اہل بیت ہو گی اور اہل بیت کرام کی اتباع کرے گا وہ نجات حاصل کرے گا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اہل سنت کا ہے بیڑا پار، اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

عارف کھڑی شریف حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ یوں عرض کرتے ہیں ؎

آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زبانی
خیر پا پاؤ محمد تائیں صدقہ شاہ جیلانی

قرآن اور اہل بیت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان "غدیر خم" (غدیر یعنی حوض، خم جگہ کا نام ہے) خطبہ ارشاد فرمایا، پہلے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر آپ نے ہم لوگوں کو وعظ و نصیحت ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: لوگو! میں انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے پاس رب کا بھیجا ہوا فرشتہ (ملک الموت) آئے تو خدا تعالیٰ کے حکم کو قبول کر لوں۔ (اس کے بعد فرمایا)

أَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ

اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ۔ (مشکوٰۃ ص۵۶۸)

ترجمہ: "اور میں تم میں دو نفیس اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں پہلی چیز کتاب اللہ (یعنی قرآن پاک) ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، تو خدائے تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔ راوی کہتے ہیں کہ قرآن پاک کے بارے میں لوگوں کی رغبت دلائی، پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا: (یعنی دوسری گراں قدر چیز) میری اہل ہے۔ میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔"

اسلام کی بنیاد

لِکُلِّ شَیْئٍ اَسَاسٌ وَاَسَاسُ الْاِسْلَامِ حُبُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَحُبُّ اَھْلِ بَیْتِہٖ۔ (الشرف المؤبد ص۱۲۲)

ترجمہ: "ہر چیز کی بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت و اصحاب کی محبت ہے اور ان کی اطاعت بجا لانا ضروری ہے۔"

حُبّ اہل بیت

اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّکُمْ حُبًّا لِاَھْلِ بَیْتِیْ وَاَصْحَابِیْ۔ (حدیث) (الشرف المؤبد ص۱۲۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے پل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا، جو میرے اہل بیت اور اصحاب کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والا ہوگا۔"

حضرات محترم! ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حُبِّ اہل بیت بھی ضروری ہے اور حُبِّ اصحاب بھی لازم۔ اگر اصحاب کو چھوڑ کر صرف اہل بیت کرام سے محبت کی جائے، تو ایسی محبت قابل قبول نہ ہوگی۔

حُبِّ اہل بیت کے بارے میں چند ارشادات ملاحظہ ہوں:

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِیْدًا ۵

ترجمہ: "جو شخص حُبِ اہلِ بیت پر فوت ہوا، وہ شہید فوت ہوا۔"

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَّهٗ ۵

ترجمہ: خبردار جو شخص آلِ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی محبت پر فوت ہوا، وہ بخشا ہوا فوت ہوا۔"

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا۔

ترجمہ: "خبردار جو شخص آلِ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی محبت پر فوت ہوا، وہ توبہ کے ساتھ فوت ہوا۔"

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهٗ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَرٌ وَّنَكِيْرٌ ۵

ترجمہ: "خبردار! جو آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت پر مرا، تو اُسے ملک الموت جنت کی خوشخبری دیتا ہے اور پھر منکر نکیر۔

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ يُزَفُّ اِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ الْعَرُوْسُ اِلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا۔

ترجمہ: "خبردار جو شخص آلِ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی محبت پر فوت ہوا، وہ جنت میں ایسے بھیجا جائے گا، جیسے دُلہن اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔"

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ بَابَانِ اِلَى الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: "خبردار جو شخص آلِ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی محبت پر فوت ہوا، اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیے جائیں گے۔

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ۔

ترجمہ "خبردار جو شخص آلِ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی محبت پر فوت ہوا، وہ سنّت پر اور جماعت والوں میں (یعنی اہل سنّت وجماعت میں) فوت ہوا۔

(الشرف المؤبد صلا، تفسیر کبیر ص، تفسیر روح البیان ص)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تعظیم اہل بیت

حُبِّ آلِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قَرَابَتِیْ۔ (صواعق محرقہ ص۱۷۸)

ترجمہ "اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔"

ایک دفعہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول پاک پر رونق افروز تھے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جبکہ آپ بچے تھے تشریف لائے اور فرمایا،

اَنْزِلْ عَنْ مَجْلِسِ اَبِیْ ۔ میرے ابا جان کی جگہ سے اتر جاؤ

تو جواباً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا،

صَدَقْتَ وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمَجْلِسُ اَبِیْکَ بیشک تم نے ٹھیک کہا ہے، بخدا واقعی یہ تمہارے ابا جان کی جگہ ہے"۔۔۔۔۔ پھر آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور زار و قطار رونے لگے۔ (صواعق محرقہ ص۱۷۷ دارقطنی ص۔۔۔)

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ مسجد شریف میں تشریف فرما تھے کہ مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تشریف فرما ہوئے ۔ جگہ پُر تھی، اس لیے مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور جگہ کا انتظار کرنے لگے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کی طرف نگاہ دوڑائی کہ کون حضرت علی کو جگہ دیتا ہے ؛ اتنے میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں طرف بیٹھے تھے، کھڑے ہوگئے اور فرمایا:

هٰهُنَا يَا أَبَا الْحَسَنِ اِجْلِسْ ‏ اے ابوالحسن! اس جگہ بیٹھیے گا۔

پس وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے۔ سرکارِ دو عالم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب کرنا اتنا پسند آیا کہ آپ کے چہرۂ انور پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں نظر آنے لگے اور فرطِ محبت سے ارشاد فرمایا: يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّمَا يَعْرِفُ الْفَضْلَ لِأَهْلِ الْفَضْلِ ذُو الْفَضْلِ۔ "اے ابوبکر! بے شک اہلِ فضیلت کی فضیلت کو فضیلت والا ہی جانتا ہے"۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۷۰)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ اقدس کو کثرت سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کی وجہ دریافت کی، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ "مولا علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے"۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۷۷)

علی کی دید، دیدِ مصطفیٰ ہے
کہ نورِ مصطفیٰ، مولا علی ہیں
اہلِ نظر کی آنکھ کا تارا علی علی
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا علی علی

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت عظام

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی اہلِ بیت سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص کو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مولا علی رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی کرتے دیکھا تو فرمایا:

وَيحَكَ اَتَعرِفُ عَلِيًّا هٰذَا ابنُ عَمِّهٖ وَاَشَارَ اِلٰى قَبرِهٖ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ) وَاللّٰهِ مَا اٰذَيتَ اِلَّا هٰذَا فِى قَبرِهٖ۔

ترجمہ "افسوس تجھ پر کیا تو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں جانتا کہ یہ ان کے چچا کے بیٹے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبرِ پاک کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا، خدا کی قسم تُو نے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی ہے جو اس قبرِ مبارک میں جلوہ گر ہیں۔" (صواعق محرقہ ص۱۷۵)

برادرانِ اسلام! حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو منع کیا اور یہ سبق دیا کہ جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اذیت پہنچائی، اُس نے نبی مکرم رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی، کیونکہ ؎

جو درِ حسین پہ مقیم ہو تو ضرور پہنچے علی تلک
جو علی ملے تو نبی ملے، جو نبی ملے تو خدا ملے

بارش بوسیلۂ اہلِ بیت

جب مدینہ طیبہ میں بارش کا سلسلہ منقطع ہو جاتا اور قحط سالی کے آثار نمودار ہوتے، تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بارگاہِ ایزدی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان کے وسیلے سے دُعا فرماتے تو بارش کا نزول ہو جاتا۔ دُعا کے الفاظ اس طرح ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَحَطْنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا فَیُسْقَوْنَ

(الصواعق المحرقہ ص ۱۷۸)

ترجمہ" اے اللہ! جب ہم پر قحط پڑ جاتا تھا تو ہم اپنے نبی محترم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو تیری طرف ہی وسیلہ بناتے تو بارش برستی تھی اور اب ہم تیری طرف نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ہم پر بارش نازل فرما۔ اس وسیلہ کے پیش کرتے ہی بارش برسنا شروع ہو جاتی۔

حضراتِ محترم! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل بیت سے کس قدر محبت تھی کہ ان کا وسیلہ پیش کر کے دعا فرماتے، تو بارش ہو جاتی۔ معلوم ہوا کہ اہل بیت کا وسیلہ بنانا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ میرے اور میرے خلفاء کے طریقے کی تابعداری کرو، کیونکہ جو لوگ وسیلہ بناتے ہیں، وہ خلفاء کی سنت اپناتے ہیں اور جو لوگ منکر ہیں، وہ خلفاء راشدین کے طریقے سے دُور ہیں ؎

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ که بر قولِ ایمان کنی خاتمہ

امامِ اعظم اور تعظیم اہل بیت

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت اطہار کی بہت تعظیم کرتے تھے اور مال کثیر خرچ کرتے تھے اور ثواب حاصل کرتے تھے۔ ایک دن ایک سید صاحب کی خدمت میں آپ نے ۱۲ ہزار درہم بھیجے۔ (صواعق محرقہ ص۱۸۱)

امام شافعی اور تعظیم اہل بیت

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اہل بیت سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ جس وادی میں اترتے یا جس گھاٹی پر چڑھتے یہ اشعار پڑھتے

یَا آلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ
فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْآنِ اَنْزَلَہٗ

ترجمہ: "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت! قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبت فرض کی ہے۔" (الشرف المؤبد ص۱۲۶)

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت بریلوی)

اس طرح سے آپ اکثر اہل بیت کا تذکرہ کرتے تھے۔

اہل بیت کی خدمت کا صلہ

ایک سید صاحب جو اچھے خاصے مالدار تھے، ان کی بیوی اور بچیاں تھیں، سید صاحب کا اچانک انتقال ہوگیا اور اہل و عیال مفلسی کا شکار ہوگئے، تو مرحوم سید صاحب کی اہلیہ بلخ کو چھوڑ کر سمرقند آگئیں تاکہ دشمنوں کے طعن سے بچ سکیں۔ آپ شدید سردی میں سمرقند پہنچیں اور صاحبزادیوں کو مسجد میں بٹھا کر کھانے کی تلاش میں باہر آگئیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھے کے پاس لوگ بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ شہر کا رئیس ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر بتایا کہ میں سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے ہوں اور میرے ساتھ چھوٹی چھوٹی سیدزادیاں ہیں، اگر ہوسکے تو اپنے گھر میں ایک چھوٹا سا مکان دے دو اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں مہیا کر دو۔ اس دولت مند شخص نے کہا: "اپنے سید زادی ہونے پر گواہ پیش کرو؟" سیدزادی نے کہا، میں مسافر ہوں، میرے پاس گواہ کہاں ہیں؟ دولت مند شخص نے صاف جواب دے دیا اور ان کی کوئی خدمت نہ کی۔ یہ سن کر وہ واپس آرہی تھی کہ

راستے میں ایک اونچے بڑے کو دیکھا جو اونچی جگہ بیٹھا ہوا تھا اور لوگ اُس کے پاس جمع تھے سوچا شاید یہاں کام بن جائے، اُس کے پاس گئیں اور اپنا حال بتایا، اس نے اس کی تصدیق کی اور ایک نوکر کو مسجد میں بھیجا کہ وہ صاحبزادیوں کو گھر لے آئے۔ وہ نوکر ہمراہ گیا اور صاحبزادیوں کو گھر لے آیا اور ایک بارچہ کمرہ علیحدہ سے دے دیا، لباس بھی دیا اور کھانا بھی پیش کیا۔ یہ مالک مکان ایک مجوسی تھا، مگر انتہائی تعظیم سے پیش آیا۔ جب رات ہوئی اور سب سو گئے تو رات کے وقت اس دولت مند مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے اور سید الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مقدس میں لوائے حمد ہے اور آپ کے قریب ایک عالی شان محل ہے، وہ شخص آپ کی طرف بڑھا تو آپ نے رُخ پھیر لیا۔ اُس نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ محل کس کا ہے؟ اور آپ رُخ کیوں پھیر رہے ہیں؟ حالانکہ میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا، تم اپنے مسلمان ہونے پر دلیل پیش کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پوچھا، یہ محل کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ ایک مسلمان کا ہے۔ اُس نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں بھی تو مسلمان ہوں، لہٰذا اس میں داخل ہونے کی اجازت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اگر تو مسلمان ہے تو گواہ پیش کر؟ اُس نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے پاس گواہ کہاں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میری اولاد میں سے تیرے پاس ایک سیدزادی گئی تھی تو تُو نے اس سے سید ہونے کا گواہ مانگا تھا، لہٰذا تو بھی گواہ پیش کر۔

جب دولت مند آدمی بیدار ہوا تو سیدزادی کی خدمت نہ کرنے پر مغموم ہوا اور صد افسوس کرنے لگا۔ اپنے غلاموں کو اس سیدزادی کی تلاش کے لیے شہر میں دوڑا دیا اور خود بھی اُن کی تلاش کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ جب معلوم ہوا کہ وہ سیدزادی مجوسی کے گھر میں ہے تو اُس کے گھر گیا اور سیدزادی کو اس سے طلب کیا۔ اُس نے سیدزادی کو بھیجنے سے انکار

کردیا۔ دولت مند مسلمان نے اُس سے کہا، ایک ہزار درہم لے لو اور سیدزادی کو بمع بچوں کے میرے ساتھ بھیج دو، مگر مجوسی نے صاف انکار کردیا اور کہا کہ ساری دنیا کی دولت بھی ڈھیر کردو، تب بھی میں ایسا نہیں کروں گا۔ دولت مند شخص نے کہا کہ وہ سیدزادی ہیں اور میں مسلمان ہوں اور تو مجوسی ہے، اس لیے میں اُن کی خدمت کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ مجوسی نے کہا جو خواب تو نے دیکھا ہے، میں نے بھی دیکھا ہے اور جو محل تو نے دیکھا ہے، وہ میرا ہی محل ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم! سیدزادی کے تشریف لانے پر ہم سب مسلمان ہوگئے میں نے خواب میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا، یہ محل تیرا اور تیرے اہل خانہ کا ہے اور یہ اس احسان کا بدلہ ہے جو تو نے سیدزادی پر کیا۔

(نزہۃ المجالس صفحہ ۱۹۳، زواجر صفحہ ۳۰، الشرف المؤبد صفحہ ۱۳۷)

حُبِ اہلِ بیت کا فائدہ

ایک شخص کا بیان ہے کہ مجھے بغداد کی طرف جانے والے ایک قافلے کا پتہ چلا تو میں بھی ان کے ساتھ حج پر جانے کا ارادہ کرلیا اور پانچ صد دینار لے کر بازار گیا تاکہ سامان حج لے آؤں، وہاں ایک سیدزادی نے کہا: میں سیدزادی ہوں، میری بچیوں کی چادریں نہیں ہیں اور ہم چار روز سے فاقے سے ہیں۔ اس سیدزادی کی بات سے میں متاثر ہوا اور وہ پانچ صد دینار اس کو دے دیئے اور شکرِ الٰہی بجا لاتے واپس گھر آگیا۔ اس سال وہ حج پر نہ گیا اور قافلہ چلا گیا۔ جب قافلہ حج سے واپس آیا تو میں ملنے کے لیے گیا۔ جس حاجی صاحب سے بھی ملتا، وہ مجھے حج کی مبارک باد دیتا اور قبولیتِ حج کی دُعا کرتا۔ میں حیران ہوا کہ میں نے حج تو کیا ہی نہیں پھر یہ ماجرا کیا ہے؟ اسی حیرانگی میں رات کو سویا تو خواب میں حضور سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تُو لوگوں کی مبارک باد پر تعجب نہ کر، جب تو نے ایک سیدزادی کی حاجت کو پورا کردیا تو اللہ تعالیٰ نے تیری صورت پر ایک فرشتہ مقرر فرمادیا جو ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے گا۔ (الشرف المؤبد صفحہ ۶۰، مسافرات الاخیار مصنفہ سیدی محی الدین ابن عربی)

برادرانِ اسلام! جو لوگ اہلِ بیت سے محبت کرتے ہیں، دُنیا و آخرت میں شرف و عزت پاتے ہیں، اس لیے کہ حضور نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے :

اَرْبَعَةٌ اَنَا لَهُمْ شَفِيْعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلْمُكْرِمُ لِذُرِّيَّتِيْ وَالْقَاضِيْ لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ وَالسَّاعِيْ لَهُمْ فِيْ اُمُوْرِهِمْ عِنْدَ مَا اضْطُرُّوْا اِلَيْهِ وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ۔ (الشرف المؤبد ص ۱۲۲)

ترجمہ: "چار قسم کے لوگوں کی میں قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔ اوّل وہ جو میری اولاد کی عزت کریں گے۔ دوئم وہ جو اُن کی ضروریات پوری کریں گے۔ سوئم وہ لوگ جو اُن کی ضروریات کے وقت ان کے امور میں کوشش کریں گے چوتھے وہ لوگ جو دل و زبان سے ان کے ساتھ محبت رکھیں گے۔"

سادات کرام کا ادب و احترام نہایت ضروری ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سادات کرام کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی ان کے بستر پر نہ بیٹھے اور نہ ہی ان کے برابر بیٹھے اور جب سید صاحب سامنے آئیں، تو ہم اُن کی تعظیم و تکریم کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ سادات کرام کے بچوں کا بھی ادب و اکرام کیا جائے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ درس دے رہے تھے، تو دورانِ درس آپ کئی بار خلافِ معمول اُٹھتے اور بیٹھتے۔ حاضرین نے آپ کے بار بار اُٹھنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ایک سیّد زادہ بچہ دروازے پر کھیل رہا ہے۔ جس وقت وہ میرے سامنے آتا ہے تو میں اُن کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا ہوں، اس لیے کہ میرے لیے یہ زیب نہیں کہ فرزندِ رسول قریب سے گزرے اور میں اُن کی تعظیم کے لیے کھڑا نہ ہوں۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۸۲)

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اہلِ بیت کرام سے محبت و عقیدت اور ان کی تعظیم و ادب کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

ایک اہم مسئلہ

حضراتِ محترم! فضائل سادات اور ان کی تعظیم بجالانے کا ذکر ہوا، اس کے ساتھ ہی ایک اہم مسئلہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کچھ لوگوں نے حُبِّ اہلِ بیت کا دعویٰ کیا، مگر حبِّ صحابہ کرام کو چھوڑ دیا اور کچھ لوگوں نے حبِّ صحابہ کرام کا دعویٰ کیا، مگر حبِّ اہلِ بیت کو چھوڑ دیا۔ بعض لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو گئے، مگر الحمدللہ اہلِ سنت و جماعت محبِّ اہلِ بیتِ عظام اور محبِّ صحابہ کرام بھی ہیں۔ یاد رکھو، جس نے فقط حُبِّ اہلِ بیت کرام کا دعویٰ کیا اس کا دعویٰ باطل ہے۔ جب تک عظمتِ صحابہ کا اقرار نہ کرے، کیونکہ تمام صحابہ عظیم المرتبت ہیں اور جس نے صحابہ کرام کی محبت کا دم بھرا، مگر حُبِّ اہلِ بیت کا منکر ہے، بلکہ محرم کی دسویں کو سبیل لگانا حرام قرار دیتا ہے، ان کا دعویٰ بھی باطل ہے تو ضروری ہے کہ اہلِ بیت و اصحاب علیہم الرضوان سے محبت رکھی جائے۔ مقاماتِ صحابہ کی تفصیل اپنی جگہ انشاءاللہ مفصل آئے گی۔

عداوتِ اہلِ بیت کا انجام

برادرانِ اسلام! جو لوگ اہلِ بیت کرام سے بُغض رکھتے ہیں، وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوں گے، اس لیے کہ حضور سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

وَمَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوبًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ اٰيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ -

ترجمہ: "جو شخص بُغضِ آلِ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر فوت ہوا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہو گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔"

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا -

ترجمہ: جان لو جو شخص بُغضِ آلِ نبی پر مرا، وہ کافر مرا۔"

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ۔ (الشرف المؤبد ص۱۰۵)

ترجمہ: خبردار! جو شخص بغض آلِ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر فوت ہوا جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا۔

(روح البیان ص۔ تفسیر کبیر ص۔ تصفیہ ما بین السنی والشیعہ ص۶۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اہل بیت کرام و اصحاب النبی علیہم الرضوان ——— کے ادب و احترام کی توفیق عطا فرمائے آمین! والحمد للہ رب العالمین!

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ولادت و اسبابِ شہادت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَاَمَرَ بِالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِهٖ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهِ اللَّبِیْبِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهِ الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَصْحَابِهِ الصَّالِحِیْنَ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِهِ الْكَامِلِیْنَ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط (پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۲)

ترجمہ: "اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔"

شاہ است حسین بادشاہ است حسین ۔۔۔ دیں است حسین دیں پناہ است حسین

سر داد نداد دست در دستِ یزید ۔۔۔ حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

(حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

حضرات محترم! اللہ جل شانہٗ نے نیکی اور پرہیزگاری اور اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری میں ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے تاکہ نیکی اور بھلائی کو بالادستی حاصل رہے اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں باہم مدد دینے سے منع فرمایا تاکہ دنیا سے برائیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ یزید وہ شخص تھا جس میں دنیا جہان کی برائیاں پائی جاتی تھیں اور وہ برسرِ اقتدار آ کر ان برائیوں کو رواج دینا چاہتا تھا جبکہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ برائی کے خلاف جہاد فرما رہے تھے، لہٰذا جب یزید نے آپ علیہ السلام کو یہ پیشکش کی کہ میری خلافت کی بیعت کر کے میرے اس مشن میں میرا ساتھ دو، تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ یہی وہ سبب تھا جو امام عالی مقام اور یزید کے درمیان تنازعے کا باعث بنا اور یہ تنازعہ امام عالی مقام کی شہادتِ عظیم اور یزید کی ذلتِ عظیم پر اختتام پذیر ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر المؤمنین امام المسلمین شہنشاہ زمن وسیلتنا

ولادتِ باسعادت

فی الدارین سیدنا ومولانا ابو عبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ کُنیت، ابوعبداللہ۔ لقب، ذکی، شہید، سبطِ رسول ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت پانچ شعبان المعظم ۴ھ بروز پیر مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (روضۃ الشہداء فارسی ص ۲۳۵ سوانح کربلا ص ۹۶)

اسمِ گرامی

پیغمبرِ خدا، حبیب کبریا، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ولادت کی خبر سن کر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدس میں تشریف لائے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کپڑے میں لپیٹ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ آقائے دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور فرمایا، اے علی! (رضی اللہ عنہ) اس بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، میری کیا تاب ہے کہ آپ سے پہلے نام رکھوں مگر خیال ہے کہ حرب نام رکھا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس کا نام رکھنے کے لیے وحی کا منتظر ہوں۔ اسی اثناء میں جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس بچے کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے دوسرے بیٹے کے نام پر رکھیں۔ آپ نے فرمایا، حضرت ہارون علیہ السلام کے دوسرے بیٹے کا کیا نام ہے؟ عرض کی اُس کا نام شبیر تھا۔ سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل (علیہ السلام) یہ تو عبرانی زبان ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے عربی زبان عطا فرمائی ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم شبیر کا معنی حسین ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام مبارک حسین رکھا۔ ساتویں روز دو مینڈھوں کا عقیقہ کیا اور سر کے بال اُترواکر بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کردی (روضۃ الشہداء فارسی ص ۲۳۶)

مبارک بادی کے ساتھ ہی تعزیت

جب امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو بھیجا کہ تو میرے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر امام حسین رضی اللہ عنہ کی مبارک بادپیش کر اور ساتھ ہی تعزیت کی خبر بھی سنا۔ جب جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے تو آقائے دو جہاں، رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام، امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لیے گردن چوم رہے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مبارک بادپیش کرنے کے بعد تعزیت کا آغاز کیا، تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جبریل (علیہ السلام)، مبارک بادی کی وجہ تو معلوم ہے مگر اس موقع پر تعزیت کیسی؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، اس شہزادے کے حلق نورانی پر جہاں آپ بوسہ دے رہے ہیں، اسی حلق نورانی پر ان کی والدہ محترمہ کے وصال، والد و برادر کی شہادت کے بعد اشقیائے امت خنجر خونخوار چلائیں گے اور اہل بیت کے خیموں کو آتش ظلم و جفا سے جلائیں گے اور ساتھ ہی جبریل (علیہ السلام) نے کربلا میں پیش آنے والے واقعات کا کچھ حال سنایا۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم مازاغ البصر سے آنسو ٹپکنے لگے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے سیلاب اشک بہہ نکلا۔ اسی حال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا، خیر تو ہے آج خوشی کا دن ہے نہ کہ غم کا۔ اگر خوشی کے آنسو ہیں تو ٹھیک ہے اور اگر غم کے ہیں تو اس کی وجہ بتائیں؟ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، فاطمہ! یہ غم حسین کے آنسو ہیں۔ تمہارے والد مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے یہ سن کر مجھے بتایا ہے کہ امت کے چند بے رحم لوگ آپ کی بوسہ گاہ یعنی حلقوم حسین رضی اللہ عنہ کو تیغ جفا سے مجروح کر دیں گے اور اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ واقعہ ابھی نہ ہوگا، بلکہ اُس وقت ہوگا، جب نہ ہم ہوں گے، اے علی! نہ تم اور نہ اس کی والدہ اور نہ ہی اس کا بھائی حسن (رضی اللہ عنہ) ہوگا

(روضۃ الشہداء صفحہ ۲۳۷، شواہد النبوۃ صفحہ ۳۰۵)

شیر خوارگی میں خبرِ شہادت

حضرت امام عالی مقام کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی تھی۔

شیر خوارگی کے ایام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّ فضل بنت حارث کو آپ کی شہادت کی خبر دی۔ حضرت اُمّ فضل بنتِ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر حاضر ہوئی اور آپ کی گود میں رکھ دیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا،

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ هٰذَا یَعْنِی الْحُسَیْنَ وَاَتَانِیْ بِتُرْبَةٍ مِّنْ تُرْبَةٍ حَمْرَآءَ۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲، ص ۱۲۵، صواعق محرقہ ص ۱۹۲، سر الشہادتین ص ۲۶، سوانح کربلا ص ۶۸)

ترجمہ: "میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے خبر دی کہ میری اُمّت، میرے اس بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرے گی، اور وہ (جبریل) میرے پاس کچھ سُرخ رنگ کی مٹی بھی لے کر آئے۔"

حضرت اُمّ سلمہ کا قول

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی نہ آیا تھا، تو اس نے مجھ سے کہا آپ کا یہ بیٹا حسین قتل کیا جائے گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں اُس زمین کی مٹی دکھاؤں جہاں یہ قتل کیا جائے گا۔ پھر اُس نے تھوڑی سی سُرخ مٹی نکالی۔ (خصائص کبریٰ ج ۲، ص ۱۲۵، سر الشہادتین ص ۱۵، صواعق محرقہ ص ۱۹۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بارش پر متوکل فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی، تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ جب وہ فرشتہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آپ کی بارگاہ میں تشریف لائے اور آپ کے کندھوں

پر سوار ہو گئے۔ آپ نے ان سے پیار کیا۔ تو فرشتے نے عرض کیا، آپ ان کو محبوب کہتے ہیں ؟

قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ وَاِنْ شِئْتَ اُرِیْکَ الْمَکَانَ الَّذِیْ یُقْتَلُ فِیْہِ فَضَرَبَ بِیَدِہٖ فَاَرَاہُ تُرَابًا اَحْمَرَ فَاَخَذَتْہُ اُمُّ سَلَمَۃَ فَجَعَلَتْہَا فِیْ ثَوْبِہَا قَالَ کُنَّا نَسْمَعُ اَنَّہٗ یُقْتَلُ بِکَرْبَلَاءَ۔

(سرّ الشہادتین ص۲۵ خصائص الکبریٰ ج ۲ ص۱۲۵ صواعق محرقہ ص۱۹۲)

ترجمہ: "فرشتے نے کہا بیشک آپ کی اُمت اس کو قتل کرے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ مکان دکھا دوں، جہاں یہ قتل کیے جائیں گے۔ پس اُس نے اپنا ہاتھ مارا اور آپ کو سُرخ مٹی دکھائی، تو وہ مٹی حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لے لی اور اپنے کپڑے کے کونے میں باندھ لی۔ راوی فرماتے ہیں ہم سُنا کرتے تھے حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔"

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) دونوں میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے کھیل رہے تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلّم! آپ کی اُمت آپ کے اس بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو آپ کے بعد قتل کرے گی اور آپ کو وہاں کی تھوڑی سی مٹی دی۔ آپ نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا، ریحُ کَرْبٍ بَلَاءٍ یعنی "اس میں رنج و بلا کی بُو ہے" وَضَمَّہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ اور حسین کو آپ نے اپنے سینے سے چمٹایا اور روئے۔ پھر فرمایا، یَا اُمَّ سَلَمَۃَ اِذَا تَحَوَّلَتْ ھٰذِہِ التُّرْبَۃُ دَمًا فَاعْلَمِیْ اَنَّ ابْنِیْ قَدْ قُتِلَ فَجَعَلَتْہَا فِیْ قَارُوْرَۃٍ۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص۱۲۵ صواعق محرقہ ص۱۹۲/۱۹۳ سرّ الشہادتین ص۲۸ سوانح کربلا)

ترجمہ: "اے اُمِ سلمہ جب یہ مٹی خون ہو جائے، تو سمجھ لینا بیشک میرا بیٹا قتل ہو گیا ہے" پس میں نے اُس مٹی کو شیشی میں رکھ دیا۔"

حضرت علی مرتضیٰ میدانِ کربلا میں

حضرت یحییٰ حضرمی رضی اللہ عنہ سے شیبی اور اُن سے ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ سفرِ صفین میں سیدنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، قَالَ مَرَّ عَلِیٌّ فَلَمَّا حَاذَی نِیْنَوٰی قَرْیَۃً عَلَی الْفُرَاتِ فَوَقَفَ وَسَأَلَ عَنْ اِسْمِ ھٰذِہِ الْاَرْضِ فَقِیْلَ کَرْبَلَاءُ فَبَکٰی حَتّٰی بَلَّ الْاَرْضَ مِنْ دُمُوْعِہٖ ثُمَّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَبْکِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْکِیْکَ قَالَ کَانَ عِنْدِیْ جِبْرِیْلُ اٰنِفًا وَاَخْبَرَنِیْ اِنَّ وَلَدِیَ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُقَالُ لَہٗ کَرْبَلَاءُ۔ (صواعق محرقہ صـ۱۹۳ سوانح کربلا صـ۲ سِرّ الشہادتین صـ۳ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ صـ۱۹۹)

ترجمہ: "فرمایا گزرے حضرت علی رضی اللہ عنہ قریہ نینوٰی کے قریب جو فرات کے کنارے ہے۔ آپ وہاں رک گئے اور اس بستی کا نام پوچھا تو بتایا گیا کہ اسے کربلا کہتے ہیں۔ آپ اس قدر روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی اور پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے۔ میں نے عرض کی، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو فرمایا: ابھی میرے پاس جبریل آیا تھا اور مجھے خبر دی کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے قتل ہوگا، اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔"

حضرت علی قبرِ حسین کی جگہ پر

عَنْ اَصْبَغِ ابْنِ نُبَاتَۃَ قَالَ اَتَیْنَا مَعَ عَلِیٍّ عَلٰی مَوْضِعِ قَبْرِ الْحُسَیْنِ فَقَالَ ھٰھُنَا مَنَاخُ رِکَابِھِمْ وَمَوْضِعُ رِحَالِھِمْ وَمُھَرَاقُ دِمَائِھِمْ فِتْیَۃٌ مِّنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ یُقْتَلُوْنَ بِھٰذِہِ الْعَرْصَۃِ تَبْکِیْ عَلَیْھِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ۔ (سِرّ الشہادتین صـ۱۰ خصائص کبریٰ ج ۲ صـ۱۲۶ دلائل ابو نعیم صـ۵۰۹، سوانح کربلا صـ۳ صواعق محرقہ صـ۱۹۳)

ترجمہ: حضرت اصبغ بن نباتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبرِ حسین کی جگہ آئے تو فرمایا: یہ ان کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے

کجا وے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ اُن کے خون بہنے کا مقام ہے۔ کتنے جوان آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس کھلے میدان میں قتل کیے جائیں گے اور اُن پر زمین و آسمان روئیں گے۔"
علاوہ ازیں کثیر روایات پائی جاتی ہیں۔

حضرات محترم! ان تمام روایات سے پتہ چلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا اعلان فرما دیا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی اپنے لختِ جگر کی شہادت کا علم تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی معلوم تھا۔ بلکہ کثیر صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خود امام عالی مقام علیہ السلام کو بھی علم تھا کہ میں شہید ہو جاؤں گا، مگر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا اُن کی آل و اصحاب میں سے کسی نے بھی یہ دُعا نہ کی کہ اے اللہ! کربلا کے اس امتحان سے بچا، جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اَكْثِرُ مِنَ الدُّعَاءِ فَاِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ (کنز العمال ص۲۹ ج۲)

ترجمہ: "دُعا زیادہ کرو، بے شک تمہاری دُعا قضائے مبرم کو بھی ٹال دیتی ہے۔"

تو کسی ہستی نے اس قضا کے ٹلنے کی دُعا نہ فرمائی۔ آخر وجہ کیا تھی؟ حالانکہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ ہو تو قبلہ بدل جائے، چاند چِر جائے، سورج پلٹ آئے، گویا کہ کائنات کی نبضیں آپ کے اشارے پر چلیں، کائنات کی ہر شے رضائے مصطفیٰ علیہ السلام کی طالب ہو، بلکہ خدا تعالیٰ رضائے مصطفیٰ کو چاہتا ہو، مگر واقعہ کربلا سے آل کو بچانے کے لیے دُعا نہ ہو۔

وحی گھلی رب اِس بارے وجہ ظاہر کیتا حالا
جبرائیل ہی حال سُنایا پاک شہادت والا

نور فرشتیاں نے بھی کہیا اُس دا پتہ نشانی
تھاں مکان سب ظاہر کیتا قدرت پاک رُبانی

کربل والا ناں بتایا دسیا وقت زماناں
سٹھ برساں سن ہجری اندر ہوسی قتل یگاناں

اندر جنگ صفین علی اسد اللہ پتہ سُنایا
ہوئے حسین شہید ایتھائیں سارا حال بتایا

شاہ حسین ڈگے گا ایتھے بہسن اوٹھ ایتھائیں
ایتھے تنبو خیمے لگن وستیاں سبھے جائیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان تو ماورائے عقل ہے۔ جب کاملین کی دُعا تقدیر کو

بدل دیتی ہے، تو حضرت علی مرتضیٰ، فاطمۃ الزہراء، امام حسن اور خود امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
ہی دعا فرما دیتے تو کافی تھا، مگر کسی نے بھی دعا اس لیے نہ فرمائی کہ یہ راضی برضائے الٰہی
تھے اور انہیں یہ معلوم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں
کا امتحان لیا کرتا ہے اور جب اُس کے بندے امتحان میں کامیاب ہو جائیں تو مقامِ قرب عطا فرماتا
ہے۔ چنانچہ فرمایا، الٓمّٓ ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا
وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿ (سورۃ العنکبوت، آیت ۳)

ترجمہ: "کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات کہہ دینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان
لائے اور اُن کی آزمائش نہ ہوگی اور بے شک ہم نے اُن سے اگلوں کو جانچا، تو ضرور ضرور
اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا، اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا
يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿ (آلِ عمران، آیت ۱۴۲)

ترجمہ: "کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے
غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔" ؎

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا! (اقبالؒ)

ان آیات بینات سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امتحان میں ڈال کر انہیں
مقامِ قرب عطا فرماتا ہے۔ کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے اور جھوٹے سچے کی پہچان
امتحان سے ہی ہوتی ہے اور ہر شخص کا امتحان اُس کی ایمانی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے
جس قدر کوئی دین و ایمان میں مضبوط ہوگا، اُسی قدر اس کے امتحان میں سختی ہوگی اسی لیے
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کرام کا ہے،

ان کے بعد صالحین کا۔ پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں کا جو اُن سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لیے امام عالی مقام اور اُن کے رفقاء کرام علیہم الرضوان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ بے بسی و بے کسی کی انتہا ہو گئی، مگر آپ نے راضی برضا ہو کر امتحان میں کامیابی و کامرانی کی ایک ایسی مثال قائم کی، جو تا قیامِ قیامت باقی رہے گی۔

ثابت ہوا زبانی دعویٰ ایمان و اسلام ہی کافی نہیں، بلکہ طرح طرح کے حوادث و مصائب سے گزر کر مقامِ قرب حاصل ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جہری شہادت

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینِ حق کی صداقت کا علم بلند فرماتے ہوئے مسلسل تیرہ سال ناقابلِ برداشت اذیتیں برداشت کیں، گلیوں، بازاروں اور طائف کے میدانوں میں پتھر کھائے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا، جس قدر میں ستایا گیا ہوں اللہ کی راہ میں اس قدر اور کوئی نبی نہیں ستایا گیا، بہت سی جنگوں میں بھی شرکت فرمائی۔ یہاں تک کہ دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے اور خون مبارک بہہ نکلا۔ رُوحِ مبارک اس لیے نہ نکلی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا، وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورۃ مائدہ آیت)

ترجمہ: "اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔"

اگر کسی جنگ میں رُوحِ انور پرواز کر جاتی، تو کافروں کو قرآن کی تکذیب کا موقع ملتا کہ جب خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے تو کیوں نہ بچایا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وعدہ پورا فرماتے ہوئے بچا لیا اور ساتھ ہی شہادتِ جہری کا مرتبہ بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ شہادت جہری کی حقیقت آپ کی ذات میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سری شہادت

غزوۂ خیبر میں یہودیہ عورت زینب بنت الحارث نے بکری کا بھنا ہوا زہر آلود گوشت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا تو بھُنے ہوئے گوشت نے آپ کو خبر دی کہ میں زہر آلود ہوں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت ہاتھ اٹھا لیا ۔ آپ کے ساتھ آپ کے صحابی بشر ابن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کھانا کھایا ہوا تھا اُسی وقت اُس کے اثر سے شہید ہوگئے آپ نے اُس یہودیہ کو بُلا کر پوچھا ، تجھے اس حرکت پر کس چیز نے اُکسایا ہے ؟ اُس عورت نے کہا میں نے چاہا کہ بطور امتحان معلوم کروں آپ نبی ہیں یا بادشاہ ۔ اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر آپ بادشاہ ہوں گے ، تو آپ سے لوگوں کو راحت و آرام دلاؤں ۔ (طبقات ابن سعد ج ۱ ، ص ۱۷۲)

خوبی پاک شہادت والی پائی ختم رسولاں

رب نہ خالی اس درجے تھیں ایہہ سرور مقبولاں

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ، وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَ شَھِیْدًا لِاَکْلِہٖ یَوْمَ خَیْبَرَ مِنْ شَاۃٍ مَسْمُوْمَۃٍ سَمًّا قَاتِلًا مِنْ سَاعَتِہٖ حَتّٰی مَاتَ مِنْہُ بِشْرُ ابْنُ بَرَاءَ بْنِ مَعْرُوْرٍ وَصَارَ بَقَاؤُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعْجِزَۃً فَکَانَ بِہٖ اَلَمُ السَّمِّ یَتَعَاھَدُہٗ اَحْیَانًا اِلٰی اَنْ مَاتَ بِہٖ ۔ (زرقانی علی مواہب ج ۸ ۔ ص ۳۸۳)

ترجمہ : اور بے شک یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے شہادت پاک کی وفات پائی ، اس لیے کہ آپ نے خیبر کے دن ایسی زہر ملائی ہوئی بکری کے گوشت میں سے کھایا ، جس کا زہر ایسا قاتل تھا کہ اُسی وقت موت واقع ہو جائے ۔ چنانچہ اس زہر کے اثر سے بشر ابن براء بن معرور رضی اللہ عنہ اُسی وقت شہید ہوگئے ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی رہنا معجزہ ہوگیا ، وہ زہر آپ کو اکثر تکلیف دیتا رہتا تھا ۔ یہاں تک کہ اسی کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی " ۔

حضرات محترم ! معلوم ہوا جس طرح شہادت جہری کی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات پر پوری ہوئی تھی۔ اس طرح شہادت سرّی کی حقیقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر پوری ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو تمام مراتب سے نوازا تھا، وہاں پر شہادتِ جہری اور سرّی ہر دو شہادتوں کا مقام بھی آپ کو عطا فرمایا۔ (ماخوذ از سرّالشہادتین)

پس ایہہ ہوئی شہادت کامل شک نہ رہیا کائی
منظوری محبوبی اُس نے رب دی طرفوں پائی

حسنین کریمین مظہرِ کمالِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نبوت کا دروازہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آکر بند ہوگیا اور آپ نے اعلان فرمادیا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اور اگر کوئی میری حیاتِ ظاہرہ میں یا بعد میں اعلانِ نبوت کرے، تو وہ کذاب ہوگا۔ چونکہ نبوت کا دروازہ حضور علیہ السلام پر بند ہوچکا تھا اور حسنین کریمین جو کہ مظہرِ جمالِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہیں۔

اور مظہرِ کمالِ مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی ہیں۔

یعنی جس طرح دونوں میں جمالِ مصطفےٰ (علیہ السلام) تقسیم ہوا۔

اسی طرح کمالِ مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی تقسیم ہوا۔

چنانچہ بڑے شہزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حصّے میں شہادتِ سرّی (پوشیدہ) آئی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حصہ میں شہادتِ جہری (ظاہر) آئی۔ اس طرح دونوں شاہزادوں نے سنّتِ نبوی علیہ السلام کی اتباع میں شہادتِ جہری اور سرّی کو نوش فرمایا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حسنین کریمین کو اللہ تعالیٰ نے جہاں بے شمار انعام واکرام سے نوازا، وہاں شہادت کے عظیم مرتبہ پر بھی فائز فرمایا، اسی لیے علامہ اقبالؒ گویا ہوتے ہے

خونِ اُو تفسیر ایں اسرار کرد	ملّتِ خوابیدہ را بیدار کرد
نقشِ الّا اللہ بر صحرا نوشت	سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت
اے صبا اے پیکِ دور اُفتادگاں	اشکِ ما بر خاکِ پاکِ اُو رساں

شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت ہے مل جائے جنہیں دولت شہادت کی
شہید اس دارِ فانی میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے
زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتا ہے

بہتری اتے اعلائی دو قسم شہادت پائی — انہاں دوہاں بھراواں اُتے قدرت ورتائی
پہلی قسموں وڈے بیٹے یعنی حسن پیارے — درجہ لیا شہادت والا خبراں عالم سارے
شاہ حسین جو چھوٹے بیٹے پاک نبی سرور دے — دوجی قسم شہادت پائی علائی اس اُطہر نے

فضائلِ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل میں کثیر احادیث و روایات پائی جاتی ہیں، جن میں سے چند ایک کو پیش کیا جا رہا ہے۔

جنتی جوانوں کے سردار

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ ص ۵۷۰)

ترجمہ: سیدنا حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

حضور علیہ السلام کے پھول

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ ھُمَا رَیْحَانِیَ مِنَ الدُّنْیَا۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹)

ترجمہ: بے شک حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں پھول ہیں میرے دنیا میں۔
کائنات کا ہر فرد کسی نہ کسی پھول سے محبت رکھتا ہے۔ کوئی گلاب سے کوئی چنبیلی سے

محبت رکھتا ہے، اس لیے کہ پھول میں خوشبو کا تصور پایا جاتا ہے، اسی لیے گلدستہ بھی بجایا جاتا ہے اور کبھی گلے میں ہار پہنایا جاتا ہے۔ ان تمام گلوں سے ہم اپنے دل و دماغ معطر کر سکتے ہیں جبکہ حضور سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر معطر، پسینہ مبارک معطر بلکہ جس راہ سے گزر ہو جاتا، وہ تمام گلی کوچے معطر ہو جاتے تھے۔ اگرچہ آپ نے خوشبو استعمال فرمائی تاکہ اُمت کے لیے میری سُنت ہو جائے۔

کسی کا پسندیدہ پھول گلاب ہے

کسی کا پسندیدہ پھول چنبیلی ہے

اور آقائے دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ پھول حسنین کریمین ہیں۔

خطبہ جمعہ چھوڑ دیا گیا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ سنا رہے تھے کہ امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے دونوں نے سُرخ کرتے پہنے ہوئے تھے۔ بوجہ بچپن کے چلتے اور گرتے تھے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر سے اُترے، ان دونوں کو اُٹھایا اور اپنے آگے بٹھایا اور ارشاد فرمایا: صَدَقَ اللّٰهُ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ اِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۰)

ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارا مال تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ چلتے اور گر پڑتے ہیں سو مجھ سے صبر نہ ہو سکا، یہاں تک کہ اپنا کلام منقطع کیا اور دونوں شہزادوں کو اُٹھایا۔

حُبِّ حسنین کریمین

عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ۔ (مشکوٰۃ ص۵۷۱)

ترجمہ: "حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں۔ جس نے حسین (رضی اللہ عنہ) کو دوست رکھا، اللہ تعالیٰ اُس کو دوست رکھتا ہے۔

"حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نواسوں میں سے ایک نواسا ہے۔" اسی حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھی اور محبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) محبت خدا ہے ؎

جو درِ حسین پہ مقیم ہو تو ضرور پہنچے علی تلک
جو علی ملے تو نبی ملے، جو نبی ملے تو خدا ملا

راکبِ دوشِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ (مشکوٰۃ ص۵۷۱)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ ایک آدمی نے کہا اے لڑکے جس سواری پر تو سوار ہے، یہ سواری کتنی اچھی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، سوار بھی کتنا اچھا ہے۔"

مطلب یہ ہوا کہ سوار ہونے والا "سیّد شباب اہل الجنۃ" ہے اور جن کے کندھے پر سوار ہے، وہ سیّد الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؎

کیتا پاک رسول اللہ نے نال زبان پیاری — اہل الجنت دے سید ہین حسن حسین غفاری
پاک محمد مونڈیاں اُتے چک حسن دے تائیں — میلہ دکھلاون نوں چلے دین دنی دے سائیں
کیتا کسی نے اے لڑکے ایہہ چنگا گھوڑا تیرا — پاک نبی فرمایا نالے ہے اسوار چنگیرا

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب مکرم شفیع اعظم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اہل بیت اطہار سے کامل محبت کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین!

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ ۔ کہ برقولِ ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ۔ من ودستِ دامانِ آلِ رسول

شاہ علی تے فاطمہ زہرا حسن حسین پیارے ۔ پاک رسول محمد عربی گن کے دستے چارے
حُبِ اینہاں دی جُز ایمانی فرق نہ اس وچ ماسا ۔ دامن اینہاں دا جس پھڑیا ہویا کامل خاصا

حسنین کریمین کی کشتی

ایک روز حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کشتی لڑنے لگے۔ سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کشتی کو ملاحظہ فرما کر فرمانے لگے حسن، حسین کو پکڑو۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ حسن سے فرماتے ہیں، حسین کو پکڑو! جبکہ حسین چھوٹا ہے تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! جبریل (علیہ السلام) حسین علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ حسن کو پکڑو۔ (روضۃ الشہداء فارسی صفحہ ۲۳۹، شواہد النبوۃ صفحہ ۳۰۴)

ہرنی نے بچہ پیش کر دیا

ایک اعرابی (دیہاتی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی!
یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ہرن کا ایک بچہ شکار کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں بطور ہدیہ لایا ہوں۔ آپ نے اس کے ہدیے کو قبول فرما لیا۔ اسی اثناء میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور ہرن کے بچے سے پیار کرنے لگے۔ سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرن کا بچہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا اور وہ گھر لے کر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ بڑے بھائی کو ہرن کے بچے سے کھیلتے دیکھا تو پوچھا، بھائی جان یہ بچہ آپ کو کس نے دیا ہے؟ فرمایا نانا جان نے عطا فرمایا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور عرض کی نانا جان

ہرن کا بچہ مجھے بھی عطا فرمایئے۔ ساقیٔ دوجہاں علیہ السلام نے بہلایا مگر اصرار برابر جاری رہا۔ اتنے میں ایک ہرنی اپنے بچے کو لیے آپ کی بارگاہ بیکس پناہ میں پہنچ گئی اور عرض کرنے لگی، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے دو ہی بچے تھے ایک شکاری پکڑ لایا۔ دوسرے کو میں دودھ پلارہی تھی کہ ہاتفِ غیبی نے آواز دی کہ جلدی سے اس بچے کو لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو، اس لیے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہرنی کا بچہ مانگ رہے ہیں۔ ان کے رونے سے قبل اپنا بچہ پیش کردے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں تیزی سے دوڑتی ہوئی آئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ امام عالی مقام کے رونے سے قبل میں پہنچ گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہرنی کو دعا دی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچے کو لے کر والدہ کے پاس پہنچ گئے اور سارا واقعہ والدہ کو سنادیا۔ (روضۃ الشہداء فارسی صفحہ ۲۴۰)

خوشخطی کا مقابلہ

ایک دن دونوں شہزادوں نے بطورِ مقابلہ اپنی اپنی تختیاں لکھیں اور خوش نویسی کے فیصلے کے لیے مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی اپنی تختیاں پیش کیں۔ انہوں نے یہ خیال فرماتے ہوئے کہ کسی کو رنج نہ پہنچے۔ فرمایا، اپنی امی جان کے پاس لے جاؤ اور اُن سے فیصلہ کرالو۔ دونوں شہزادے امی جان کے پاس پہنچے تو انہوں نے خیال کیا کہ کسی کو ملال نہ ہو۔ فرمایا جاؤ اپنے نانا جان سے فیصلہ کرالو، وہی تمہارا فیصلہ فرمائیں گے، جب دونوں اپنی اپنی تختیاں لیے بارگاہِ رسالت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہارا فیصلہ جبریلِ امین علیہ السلام کریں گے۔ اتنے میں جبریلِ امین علیہ السلام حاضر ہوئے تو عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کا فیصلہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی فرمائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ نے جبریلِ امین کو حکم فرمایا کہ جنت سے سیب لاؤ اور اس کو ان دونوں کی تختیوں پر گراؤ۔ سیب جس کی تختی پر گرے گا، اُس کا خط اچھا ہوگا۔ جب حکمِ خداوندی سے سیب پھینکا گیا تو سیب کے دو ٹکڑے ہوگئے ایک ٹکڑا حضرت امام حسن اور ایک ٹکڑا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تختی پر گرا۔ اس طرح

یہ فیصلہ ہو گیا کہ خط دونوں کا اچھا ہے۔ (نزہتہ المجالس ج ۲ ص ۱۹۴)

تختیاں اُتے حرف لکھیندے حسن حسین پیارے ۔۔۔ والدہ صاحبہ کولوں آکے پچھدے فُورانوارے

کہندے کس دا خط چنگا تے ماڑا کہہ دیتائیں ۔۔۔ ماں اس فیصلے سندی کہندی مینوں طاقت ناہیں

جاؤ باپ اپنے دے دے پاس علی دے جاندے ۔۔۔ ساڈے وچوں کس دا ہے خط چنگا آکھ سناندے

علی کہیا اس فیصلے تاہیں میں کر سکدا ناہیں ۔۔۔ جاؤ پاس نبی دے دونویں پہنچے دنج اتھائیں

یا بابا خط کس دا چنگا تے ہے کس دا ماڑا ۔۔۔ کیتی چپ حبیب پیارے، آیا وحی پیارا

رب کہیا میں کراں نکھیڑا کس دا چنگا ماڑا ۔۔۔ دتا سیب فرشتے تائیں کرنا خوب نتارا

تختیاں دونوں رکھ کے بیٹھاں اتوں سیب سٹاناں ۔۔۔ جس دی تختی اتے ڈھیسی اوہو خط سوہانا ں

رکھ کے تختیاں اتوں جس دم سی سٹیا بھائی ۔۔۔ ہو جا دو ٹوٹے لے سیبا آیا حکم الٰہی

اَدھا اَدھا ہر تختی تے ڈگا حکم خداوں ۔۔۔ سی دلجوئی دوہاں سندی کرنی آپ ضائیں

دل شکنی منظور نہ کیتی پاک خداوند سائیں ۔۔۔ نال اولاد نبی پیار کریندا اللہ جائیں جائیں

نواسے پر بیٹا قربان

ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دائیں بازو پر اور اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بائیں بازو پر لیے ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ اِن دونوں کو آپ کے ہاں یکجا نہ رہنے دے گا۔ ان میں سے ایک کو واپس بلائے گا۔ آپ جسے چاہیں پسند فرمالیں۔ آپ نے فرمایا: اگر حسین (رضی اللہ عنہ) ہم سے رخصت ہو جائیں تو ان کے غم میں فاطمہ و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجھے صدمہ ہو گا۔ اگر ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رحلت کر جائیں تو مجھے ہی رنج ہو گا۔ اس لیے مجھے اپنا ہی غم پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور فرماتے اس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کو قربان کر دیا ہے۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۰۵)

تواضع وانکساری

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ صاحب خلقِ عظیم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سراپا تصویر تھے۔ آپ کی طبیعت میں تواضع وانکساری بے حد پائی جاتی تھی۔ آپ نے ۲۵ حج مبارک پیدل ادا فرمائے

سخاوت

ایک شخص سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کی اے رسول پاک علیہ السلام کے دُرِ نظر! میں انتہائی غریب ہوں۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ آپ کوئی کھانے کی چیز عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ، میرا رزق آ رہا ہے۔ جب آ گیا تو تجھے دے کر رخصت کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پانچ تھیلیاں آئیں، جن میں سے ہر ایک میں ایک ہزار درہم تھے۔ آپ نے سائل کو حکم دیا پانچوں تھیلیاں اُٹھا کر اپنے گھر لے جاؤ اور ساتھ ہی فرمانے لگے میں نے تمہیں بہت دیر بٹھایا، معاف کرنا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا صرف پانچ تھیلیاں آئیں گی تو میں تمہیں اتنی دیر نہ بٹھاتا۔ میں نے اپنی زندگی حاجت مندوں کی ضروریات کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ (کشف المحجوب (فارسی) ص ۶۳)

عفو ودرگزر

ایک دن ایک غلام آپ کو وضو کرا رہا تھا کہ اچانک غلام کے ہاتھ سے لوٹا گر پڑا، جس کی وجہ سے آپ کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا۔ غصے سے غلام کی طرف دیکھا تو اس غلام نے کہا،

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (ترجمہ: "اور غصہ پینے والے")

آپ نے فرمایا، کَظَمْتُ غَیْظِیْ (میں نے اپنا غصہ پی لیا)

غلام نے پھر پڑھا، وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ("اور لوگوں سے درگزر کرنے والے")

آپ نے فرمایا، "میں نے تیرا قصور معاف کیا"

تو غلام نے کہا، وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں)

تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ [ذْهَبْ فَاَنْتَ حُرٌّ] تو چلا جا بے شک تو آزاد ہے۔
(تفسیر دُرِّ منثور ج ۲ ص۳، روضۃ الشہداء (فارسی) ص۲۴۲)

محبت بوجہ امام حسین علیہ السلام

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز ایک گلی سے گزرے تو ایک بچے کو پکڑ کر اُس کی پیشانی کو چوما اور اُٹھا کر گود میں بٹھایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس قدر شفقت کیوں فرماتے ہیں؟ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! میں نے اس بچے کو ایک دن امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ لختِ جگر حسین (رضی اللہ عنہ) کے پاؤں کی مٹی لے کر اپنی آنکھوں پر ڈال لیتا تھا، اس وجہ سے میں اس کے ساتھ محبت کرتا ہوں اور کل بروزِ قیامت اس کی اور اس کے والدین کی شفاعت کروں گا۔" (روضۃ الشہداء (فارسی) ص۲۳۹)

حُسن و جمال

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس قدر حُسن و جمال تھا کہ جب آپ اندھیرے میں بیٹھتے تو لوگ آپ کی جبینِ اقدس کی شعاعوں اور چہرہ انور کی روشنی میں راستہ دیکھ لیتے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر انور سے سینہ مبارک تک اور امام حسین رضی اللہ عنہ سینۂ اقدس سے پاؤں تک حضور علیہ السلام سے کمال مشابہت رکھتے تھے
(روضۃ الشہداء (فارسی) ص۲۳۵، شواہد النبوۃ ص۳۰۴)

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

اسبابِ شہادت

امام عالی مقام حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب یہ ہوا کہ ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور یزید پلید اپنے باپ کی جگہ تختِ سلطنت پر بیٹھا

تخت پر بیٹھنے کے بعد اُس کے لیے اہم مسئلہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت کا تھا، اس لیے کہ ان حضرات نے یزید کی ولی عہدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور یزید کو یہی خطرہ تھا کہ ان میں سے کوئی خلافت کا دعویٰ نہ کر دے۔ یزید کے پیشِ نظر سب سے بڑا مسئلہ حکومت کی بقاء و تحفظ کا تھا، اس لیے ان حضرات سے بیعت لینا ضروری سمجھا۔

گورنرِ مدینہ کو یزید کا حکم

ولید بن عقبہ گورنر مدینہ طیبہ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر دی گئی اور ساتھ ہی ان حضرات سے بیعت لینے کی تاکید کی۔ اہلِ مدینہ کو ابھی تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر نہ ہوئی تھی۔ ولید، یزید کے اس حکم سے سخت پریشان ہوا، اس لیے وہ اس حکم کی تعمیل کو بہت مشکل سمجھتا تھا۔ اُس نے اپنے نائب مروان بن حکم کو بلا بھیجا اور اُس سے مشورہ طلب کیا۔ مروان انتہائی سنگدل آدمی تھا۔ اُس نے کہا، ان تینوں کو اسی وقت بلائیں اور بیعت کا حکم دیں۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ تینوں کا سر قلم کر دیں اور اگر ایسا نہ کیا اور ان کو وفاتِ امیر معاویہ کی خبر مل گئی اور یہ مدعیٔ خلافت بن کر کھڑے ہو گئے تو ان پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔

(روضۃ الشہداء صہ ۲۴۴، طبری صہ ۲۵۰ ج ۴)

ولید کا پیغام امام (علیہ السلام) کے نام

ولید نے ان حضرات کو بلانے کے لیے ایک شخص کو بھیجا۔ جب وہ شخص مسجد نبوی میں پہنچا اُس وقت امام عالی مقام اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں موجود تھے۔ قاصد نے ان دونوں کو امیر کا پیغام دیا۔ انہوں نے قاصد سے کہا تم چلو ہم آتے ہیں۔ ابن زبیر نے امام سے کہا کیا آپ جانتے ہیں ولید نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟ امام عالی مقام نے فرمایا، میرے خیال میں حاکم شام کی موت واقع ہو گئی ہے۔ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ اُس کا منبر اُلٹ گیا ہے اور اس کے محل میں آگ لگ رہی ہے اور ہمیں اس لیے بلایا ہے کہ اس کی خبر عام ہونے سے

پہلے وہ ہم سے یزید کی بیعت لے لیں۔ ابن زبیر نے کہا: میرا بھی یہی خیال ہے۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: میں چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جاتا ہوں، اس لیے کہ ممکن ہے کہ انکار کی صورت میں معاملہ نازک صورت اختیار کر جائے۔ ابھی آپ گفتگو فرما رہے تھے کہ ولید کے ایلچی نے دوبارہ آکر کہا، ولید آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا: جلدی کی بات کیا ہے، میں تو خود آرہا ہوں۔ قاصد نے واپس آکر بتایا تو مروان نے کہا، اے ولید! امام حسین (معاذ اللہ) بغاوت پر آمادہ ہیں، اس لیے وہ اب تجھ سے نہیں ملیں گے۔ ولید نے مروان کو ڈانٹتے ہوئے کہا، امام عالی مقام وعدہ وفا ہیں۔ انہوں نے جو وعدہ کیا ہے، اسے پورا کریں گے ولید خدا ترس تھا، اہل بیت سے محبت رکھتا تھا۔ جب اس نے امام عالی مقام کی پاکیزگی کا اظہار کیا تو مروان خاموش ہوگیا۔ (روضۃ الشہداء فارسی، ص ۲۴۴، طبری ص ۲۵۱/۴)

امام پاک کی گورنرِ مدینہ سے ملاقات

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاصدِ ولید کو واپس کرنے کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے اور تیس جوانوں کو مسلح کر کے فرمایا، میرے ساتھ دارالامارت چلو اور ولید کے دروازے پر بیٹھ جانا۔ اگر میں تمہیں بلاؤں یا میری آواز بلند ہو تو اندر چلے آنا اور جب تک باہر نہ آؤں، واپس ہرگز نہ جانا۔ آپ ان جوانوں کو لے کر دارالامارت گئے اور خود اندر چلے گئے اور سلام کے الفاظ کہہ کر بیٹھ گئے۔ ولید نے آپ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کو کہا۔ آپ نے تعزیت کے بعد فرمایا، مجھ جیسے آدمی کا چھپ کر بیعت کرنا مناسب نہیں۔ کل سب لوگوں کو اعلان کر کے جمع کرو اور اس وقت جو مناسب ہوگا عمل میں لایا جائے گا۔ ولید امن وصلح پسند آدمی تھا۔ اس نے کہا آپ نے نہایت سنجیدہ گفتگو فرمائی ہے، آپ واپس تشریف لے جائیں۔ جب آپ اٹھ کر چلے گئے تو مروان نے ولید سے برہم ہو کر کہا اگر تم نے اس وقت ان کو جانے دیا اور بیعت نہ لی تو دوبارہ پکڑنے پر قادر نہ ہو سکو گے ان کو پکڑ کر قید کر لیا جاتے، یہاں تک کہ یزید کی بیعت کر لیں اور اگر انکار کریں تو ان

کو قتل کرو۔ امام عالی مقام یہ سن کر غضب ناک ہو گئے اور فرمایا، اے ابن الزرقاء تم میں سے کس کو طاقت ہے کہ میرے متعلق ایسی حرکت کا ارتکاب کر سکے۔ اے ابن زرقاء تو جھوٹا اور کمینہ ہے۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لے گئے۔ مروان نے ولید سے کہا تو نے میری بات نہیں مانی۔ خدا کی قسم، اب تم ان پر قابو نہ پاسکو گے۔ یہ بہترین موقع تھا کہ تم ان کو قتل کر دیتے۔ ولید نے کہا تم پر افسوس، تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو، جس سے میرے دین کی تباہی ہے کیا میں اس لیے نواسہ رسول علیہ السلام کو قتل کر دیتا کہ وہ یزید کی بیعت نہیں کرتے۔ اگر مجھے دنیا بھر کا مال و متاع مل جائے تو بھی میں قتل نہ کروں گا۔ اے مروان! کل قیامت کے دن قاتلان حسین کا دامن نیکیوں سے خالی ہوگا اور ایسا شخص عذاب الیم کا مستحق ہوگا۔ (روضۃ الشہدار ص ۲۴۵)

یزید فاسق و فاجر تھا یزید شرابی، بدخلق، فاسق، فاجر، بدکار، گستاخ اور بے ادب تھا اس لیے امام عالی مقام نے یزید جیسے بدقماش شخص کی بیعت کو ہرگز قبول نہ کیا۔ (طبری ج ۴ ص ۲۵۱)

ولید و یزید کی خط و کتابت ولید نے تمام صورت حال لکھ کر یزید کو بھیج دی، جس کے جواب میں یزید نے لکھا دوبارہ ان لوگوں کو جمع کیا جائے اور امام حسین کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دیا جائے۔ ولید نے خط پڑھ کر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہ پڑھا اور ساتھ ہی کہا کہ یزید اگر روئے زمین کی بادشاہی بھی دے دے تو بھی نواسہ رسول علیہ السلام کو شہید کرنے کی جرأت نہ کروں گا اور یزید کی حکم عدولی پر جو سزا بھی مجھے ملے گی، میں اسے برداشت کروں گا۔

(روضۃ الشہدار ص ۲۴۳ فارسی)

ولید کو یزید کی تاکید ولید نے کسی راز دار کے ذریعے یزید کا مضمون سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیج دیا اور پیغام بھیجا کہ اے ابن رسول! یزید کے متواتر خطوط آ رہے ہیں کہ میں آپ کو قتل کروں۔ چونکہ میں محب

اہل بیت ہوں اور اس سلسلہ میں سخت حیران ہوں۔ (روضۃ الشہداء ص۲۲۶ ابن اثیر ص۱۹۰ طبری ص۱۹۲)

حسینؓ روضۂ رسول پر

آپ بوقتِ شب روضۂ انور رسولِ اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آئے اور سلام بجا لائے اور قبرِ مبارک سے لپٹ کر اس قدر روئے کہ در و دیوار بھی رونے لگے۔ روتے روتے یہ کہتے تھے کندھوں پر چڑھا کر کھلانے والے نانا جان ——— اپنے سے چمٹا کر پیار کرنے والے نانا جان ——— ! میرے پشتِ اقدس پر چڑھ جانے پر سجدہ لمبا کرنے والے نانا جان ——— ! اے میرے ناز اٹھانے والے نانا جان ——— ! آج میرا حال دیکھو ——— میں غمگین و پریشان ہوں، اشکبار ہوں، کوئی مونس نہیں، کوئی مونس نہیں، کوئی محرم راز نہیں۔ بجز درد و غم کے کوئی ہمدم نہیں۔ آہ! دردِ دل کس سے کہیں اور زخمِ جگر کب تک سہیں

اِسی دن کے لیے پالا تھا مجھ کو آپ نے نانا
اسی کے واسطے تھا ماں نے مجھ کو دودھ پلوایا
اسی کے واسطے جبرائیل گہوارہ جھلاتے تھے
ہمیشہ میوے جنت کے مجھے لاکر کھلاتے تھے

جب حضرت امام عالی مقام علیہ السلام مدینہ منورہ سے الوداع ہوتے ہوں گے، اُن کا کیا حال ہوا ہوگا۔ یہ تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ وہ کیا وقت تھا جب نواسۂ نبی جگر گوشۂ علی، نورِ چشم زہرا، سُرورِ قلب حسن مجتبےٰ، مدینہ طیبہ سے الوداع ہو رہا تھا۔ اس طرح رات گزر گئی، صبح واپس گھر آ گئے اور دوسری رات پھر روضۂ اقدس معطر و منور پر حاضر ہوئے۔ (روضۃ الشہداء ص۲۴۸، سوانح کربلا ص۷۷)

نانا جان سے ملاقات (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

دوسری رات روتے روتے مزارِ پُر انوار پر سر رکھ کر سو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مع لشکرِ ملائکہ تشریف لائے اور امام عالی مقام کے سرِ انور کو اپنے سینۂ مقدس

سے لگایا پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ اے حسین! میں دیکھ رہا ہوں کہ میری امت کے لوگ کربلا میں تمہیں قطرۂ آب سے ترسا کر اور تیروں کا مینہ برسا کر شربتِ شہادت پلائیں گے اور ایسی حرکت کے باوجود میری شفاعت کی امید رکھیں گے۔ حالانکہ قیامت میں یہ لوگ میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔ اے حسین! تمہارے ماں باپ اور برادر سب حزن و ملال کے ساتھ میرے پاس آتے ہیں اور تو بھی نہایت مغموم میرے پاس آیا ہے اور تیرے لیے جنت میں بہت بڑا مقام ہے جو شہادت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ امام عالی مقام نے حالتِ خواب میں عرض کی، مجھے دنیا میں رہنے کی خواہش نہیں۔ مجھے قبر کے اندر اپنے پاس ہی بلا لیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "بیٹا! تیرا دنیا میں رہنا بہت ضروری ہے تاکہ تم شہادت کا مرتبہ حاصل کر کے ثوابِ عظیم کو پہنچو۔" (روضۃ الشہداء ص۲۴۵)

والدہ کی قبرِ اطہر پر

دوسری رات امام عالی مقام اپنے برادرِ مکرم حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارات کی حاضری کے لیے جنت البقیع پہنچے۔ جب برادرِ مکرم کی قبرِ اقدس پر سلام عرض کر کے فارغ ہوئے اور والدہ محترمہ کی قبرِ پاک پر عرض کی، امی جان! آپ پر سلام ہو۔ آپ کی زیارت اور رخصت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ والدہ ماجدہ کی قبرِ انور سے آواز آئی،

"اے ماں کے مظلوم و شہید بیٹے! تجھ پر بھی سلام ہو۔" (روضۃ الشہداء ص۲۴۵م)

روضۂ رسول پر آخری سلام

امام عالی مقام والدہ کی قبرِ مبارک سے آدھی رات کے وقت الوداعی سلام کہتے ہوئے حضور سید العالمین خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے اور سلام پیش کرنے کے بعد قبرِ انور کا طواف کیا۔ بعد ازاں نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ نیند نے غلبہ کیا، تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوبارہ زیارت نصیب ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا، عنقریب تو میرے پاس آ جائے گا۔ اے نورِ عین! فرات کے

کنارے آپ بھوکے پیاسے ہوں گے۔ پھر خاک کربلا ہوگی اور تمہارا لاشہ پڑا ہوگا۔

اے حسین! منتظرِ وقت رہو۔ بیٹا! سر کٹ جائے، ساری دُنیا اُلٹ جائے، پرواہ نہ کیجئو، صبر و شکر ہاتھ سے نہ جانے دیجئو۔ امام عالی مقام فرماتے ہیں اس حال میں مَیں نے اپنے جدِّ امجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو آپ کا چہرۂ مبارک زرد ہوگیا، اور مُوئے عنبریں پُرگرد ہوگئے۔ میں یہ حال دیکھ کر ڈر گیا اور عرض کی اے نانا جان آپ پر جان قربان، آپ کی یہ کیسی حالت ہے؟ آپ نے فرمایا: اے نورِ دیدہ یہ خاکِ کربلا کی تاثیر ہے نوشتۂ تقدیر ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ بیدار ہوگئے اور اپنی شہادت کا یقین کامل ہوگیا۔

اے ناناجان! (روضۃ الشہدار صفحہ ۲۴۳ فارسی)

قبر تیری تھیں جُدا ہونے دا ویلا سر تے آیا
یانبی پردیساں اندر چلیا تیرا جایا
قسمت کھڑی کھچتے کھچتے چل لے جاندی واری
جھکیاں تکیاں سر میرے تے پیسی مشکل بھاری
ے حوالے رب دے یارا، میلے نال نصیباں
کندھاں مٹی رودن سارے ویکھے بجر جیباں

مدینہ منورہ سے رحلت

جب سیدنا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی بیعت کرنے سے انکار کردیا تو یزیدیوں میں عداوت کی آگ بھڑک اُٹھی اور بذریعہ خواب آپ کو شہادت کا یقین کامل ہوگیا، تو آپ نے مکہ معظمہ جانے کا عزم کیا اور چار شعبان المعظم سنہ ۶۰ھ میں جمعرات کے دن مدینہ منورہ کو خیرباد کہہ کر مکہ معظمہ کی طرف مع اہل و عیال چل پڑے اور آپ یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝

(سورۃ القصص، آیت ۲۱)

ترجمہ: تو اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے۔ عرض کی، اے میرے رب! مجھے ستم گاروں سے بچالے" (روضۃ الشہداء ص ۲۴۸)

عبداللہ بن مطیع سے ملاقات

راستے میں ایک مقام پر حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو کہ مکہ مکرمہ سے آ رہے تھے، انہوں نے عرض کی: اے ابنِ رسول! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ امام عالی مقام نے فرمایا: عبداللہ! ظالموں سے تنگ آکر اپنا وطن و دیار چھوڑ رہا ہوں اور حرم کعبہ میں داخل ہو رہا ہوں، اس لیے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (سورۃ آل عمران ۹۷) میں اپنے شہر میں ہر لمحہ مصائب و آلام سے دوچار رہا ہوں، اس لیے مکہ معظمہ جا رہا ہوں۔ وہاں جاکر استخارہ کروں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت سے رکھے۔ جب آپ مکہ معظمہ پہنچ جائیں تو کوفہ کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں، اس لیے کہ وہ ایک منحوس شہر ہے۔ وہیں آپ کے والدِ بزرگوار شہید ہوتے اور وہیں آپ کے برادرِ مکرم حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو بے یار و مددگار چھوڑا گیا، بلکہ برچھی کا وار کیا گیا۔ قریب تھا کہ وہ جاں بحق ہو جاتے مگر بسر دست بچ گئے۔ اس لیے آپ مکہ مکرمہ میں ہی رہیں۔ آپ اہلِ عرب کے سردار ہیں۔ اہلِ مکہ آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ میرے ماموں و چچا آپ پر فدا، آپ حرم کعبہ کو ہرگز نہ چھوڑیں۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر دُعا دی اور مراحل و منازل سفر طے فرماتے ہوئے مکہ مکرمہ کے جوار میں پہنچ گئے۔ جب آپ کی نظر مکہ کے پہاڑوں پر پڑی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین جانے کا حال یاد آیا تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۔ (سورۃ القصص آیت ۲۲)

ترجمہ: اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوا، کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے۔" (روضۃ الشہداء فارسی ص ۲۴۹)

اہلِ مکہ کا استقبال

جب اہلِ مکہ کو آپ کی آمد کی خبر ملی تو آپ کے استقبال کے لیے مکہ مکرمہ سے باہر نکل آئے اور شرفِ زیارت حاصل کیا اور انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا۔ جس گھر میں آپ قیام پذیر ہوئے، لوگ گروہ در گروہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتے۔ آپ مکہ مکرمہ پہنچ کر بقیہ زندگی شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ میں امن و امان سے رہے۔ اہلِ مکہ خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ پانچوں نمازوں میں لوگ فوج در فوج آتے۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۲۵۰، فارسی)

ولید کی معزولی

جب یزید کو خبر ملی کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ معظمہ چلے گئے ہیں اور ولید نے انہیں گرفتار نہیں کیا۔ تو یزید نے بطورِ سزا ولید کو معزول کر دیا اور اُن کی جگہ ابن اشدق کو مدینہ طیبہ کا گورنر بنا دیا۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۲۵۰ طبری ج ۴ ص ۲۵۴)

اہلِ کوفہ کے خطوط و وفود

جب اہلِ کوفہ کو حاکمِ شام کی وفات کا علم ہو گیا اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یزید کی بیعت کا انکار اور آپ کے مکہ مکرمہ تشریف لے جانے کا علم ہوا تو کوفہ کے محبانِ علی سلیمان بن مرد الخزاعی کے گھر جمع ہوئے۔ بشر ہمدانی کا بیان ہے،

اِجْتَمَعَتِ الشِّیْعَةُ فِیْ مَنْزِلِ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ فَذَکَرْنَا هَلَاکَ مُعَاوِیَةَ فَحَمِدْنَا اللهَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ صُرَدٍ اِنَّ مُعَاوِیَةَ قَدْ هَلَكَ وَاِنَّ حُسَیْنًا قَدْ تَقَبَّضَ عَلَی الْقَوْمِ بِبَیْعَتِهٖ وَقَدْ خَرَجَ اِلٰی مَکَّةَ وَاَنْتُمْ شِیْعَتُهٗ وَشِیْعَةُ اَبِیْهِ وَاِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّکُمْ نَاصِرُوْهُ وَمُجَاهِدُوْا عَدُوِّهٖ فَاکْتُبُوْا اِلَیْهِ وَاِنْ خِفْتُمُ الْوَهْلَ وَالْفَشَلَ فَلَا تَغُرُّوا الرَّجُلَ مِنْ نَفْسِهٖ قَالُوْا لَا بَلْ نُقَاتِلُ عَدُوَّهٗ وَنَقْتُلُ اَنْفُسَنَا دُوْنَهٗ قَالَ فَاکْتُبُوْا اِلَیْهِ فَکَتَبُوْا اِلَیْهِ۔ (طبری ج ۴ ص ۲۶۱، روضۃ الشہداء صفحہ ۲۵۰)

ترجمہ: "تمام شیعہ سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوئے اور معاویہ کے مرنے کا ذکر کر کے سب نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر سلیمان بن صرد نے سب سے کہا معاویہ ہلاک ہوگیا ہے، اور امام حسین (رضی اللہ عنہ) نے یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے اور مکہ معظمہ چلے گئے ہیں اور تم لوگ ان کے اور ان کے باپ کے شیعہ ہو، پس تم خوب بیان کرو اگر تم ان کے مددگار بن سکتے ہو اور ان کے دشمنوں سے جہاد کر سکتے ہو تو ان کو لکھو اور اگر تمہیں اپنی کمزوری اور بزدلی کا اندیشہ ہو تو ان کو دھوکہ نہ دو۔ سب نے کہا نہیں ہم دھوکہ نہیں دیں گے، بلکہ ان کے دشمنوں سے جنگ کریں گے اور ان پر اپنی جانیں نثار کریں گے۔ سلیمان نے کہا پھر لکھو، تو انہوں نے آپ کی طرف لکھا۔"

مذہب شیعہ کی معتبر کتاب "جلاء العیون" مصنفہ ملا محمد باقر مجلسی اصفہانی میں ہے:

"جب یہ خبر اہل کوفہ کو پہنچی تو شیعان کوفہ سلیمان بن خزاعی صرد کے گھر میں جمع ہوئے۔ حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ معاویہ کی فوتگی اور یزید کی بیعت کے بارے میں گفتگو کی۔ سلیمان نے کہا جبکہ معاویہ مرگیا اور امام حسین (رضی اللہ عنہ) بیعت یزید سے انکار کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور تم ان کے شیعہ ہو اور ان کے پدر بزرگوار کے شیعہ ہو۔ اگر جانتے ہو کہ ان کی نصرت کرو گے اور بجان و مال اُن کی نصرت میں کوشاں رہو گے تو ایک عریضہ ان کی خدمت میں لکھ کر یہاں بلالو اور اگر نصرت میں سستی و کاہلی کرو گے۔ یہ جان لو کہ شرط نیک خواہی و متابعت کی بجا آوری نہ کرو گے، تو اُن کو فریب نہ دو اور ہلاکت میں نہ ڈالو۔ شیعوں نے کہا جب حضرت اس شہر کو اپنے نور قدم سے منور کریں گے۔ ہم سب بقدم اخلاص ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ ان کی بیعت کریں گے اور اُن کی نصرت میں جاں نثاری اور دشمنوں سے حفاظت میں کوشش کریں گے۔" (جلاء العیون مترجم شائع کردہ شیعہ جنرل بک ایجنسی محلہ شیعہ، لاہور)

ثابت ہوا امام عالی مقام کو کوفہ بلانے والے سب شیعہ ہی تھے۔ بقول ملا محمد باقر مجلسی ۱۲ ہزار خطوط شیعہ مومنین کے امام عالی مقام علیہ السلام کے پاس پہنچے، خطوط کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے:

"آپ جلد از جلد کوفہ تشریف لائیں، مسندِ خلافت آپ کے لیے خالی ہے۔ مومنین شیعوں کے اموال اور اُن کی گردنیں آپ کے لیے حاضر ہیں۔ سب کے سب آپ کے منتظر اور مشتاقِ دیدار ہیں، آپ کے سوا کوئی ہمارا امام و پیشوا نہیں، آپ کی مدد کے لیے یہاں لشکر حاضر ہے۔"
(جلاء العیون ج ۲، صفحہ ۱۳۹) آخری خط کے بعد امام صاحب نے جواب دیا،

خطوط کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
یہ خطِ حسین ابن علی شیعوں مومنوں مسلمانوں، اہلِ کوفہ کی طرف ہے۔ اما بعد! بہت سے قاصدوں اور خطوط کے آنے کے بعد جو تم نے خط ہانی و ہانی کے ہاتھ مجھے بھیجا ہے، وہ مجھے پہنچا، سب تمہارے خطوط میرے پاس پہنچے اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ بہت جلد ہمارے پاس تشریف لائیے۔ خدا تعالیٰ آپ کی برکت سے ہم کو حق کی ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادرِ عم و حاملِ اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں جو کچھ تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بمشورۂ عقلاء و دانایان و اشراف و بزرگانِ قوم لکھا ہے، اُس وقت میں بہت جلد ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ امام وہی ہے جو لوگوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور عدل و انصاف کو قائم کئے ہوتے ہے اور قدم جادۂ شریعتِ مقدسہ سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دینِ حق پر مستقیم رکھے۔ والسلام۔" (جلاء العیون ج ۲، صفحہ ۱۴۰)

امام پاک کے لیے سنجیدہ مسئلہ

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ نہایت ہی پیچیدہ بن گیا کہ ایک طرف تو صحابہ کرام منع کر رہے ہیں اور کوفیوں کی بے وفائی کا تجربہ پیشِ نظر ہے اور دوسری طرف یزید کی حکومت دینِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے خطرہ بن چکی تھی۔ ان حالات میں امام عالی مقام پر لازم تھا کہ آپ کوفیوں کی درخواست کو قبول فرمائیں، اس لیے کہ جب ایک قوم

ظالم وفاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور جو حقِ بیعت رکھتا ہے' اس سے مطالبہ کرے کہ آپ ہماری بیعت لے کر ظالم وفاسق اور فاجر سے ہماری جان چھڑائیں' تو ایسی صورت میں صاحبِ استحقاق (جو حقِ بیعت رکھتا ہو) کو قوم کی درخواست قبول فرما کر قوم کو ظالم کے دسترس سے بچانا ضروری ہوتا ہے۔ اب حضرت امام عالی مقام کے سامنے ایک طرف تو کوفیوں کی درخواستِ بیعت' جس کے رد کرنے کے لیے کوئی شرعی عذر نہیں اور دوسری طرف جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شدید اصرار سامنے تھا' لہٰذا آپ نے یہ تجویز فرمائی کہ حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا جائے اگر کوفیوں نے بے وفائی کی' تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر عہد و پیمان پر قائم رہے' تو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تسلی دی جاسکے گی۔ (ماخوذ ماثبت بالسنۃ ص۲۵)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مُرادآبادی کا قول

اگرچہ امام کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا' مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کے لیے خطرہ تھی اور اس وجہ سے اُس کی بیعت نا روا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلے بہانوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اُس کی بیعت کریں۔ ان حالات میں کوفیوں کا بپاسِ ملت' یزید کی بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت ہونا امام پر لازم کرتا ہے کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں۔ جب ایک قوم ظالم وفاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحبِ استحقاق اہل سے درخواستِ بیعت کریں۔ اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے' تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے' تو بارگاہِ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبے کا کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام بیعت کے لیے راضی نہ ہوئے' اس لئے ہم کو یزید کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی۔ اگر امام ہاتھ بڑھاتے' تو ہم اُن پر اپنی جانیں فدا کرنے کے لیے حاضر تھے۔

یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا، جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔ اگرچہ اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر و حضرت جابر و حضرت ابوسعید و حضرت ابو واقد لیثی وغیرہم (رضی اللہ عنہم) حضرت امام کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد و مواثیق امام کی محبت اور شہادتِ امام کی شہرت ان سب کے دلوں میں اندیشہ پیدا کر رہی تھی گو بالیقین کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہو گا لیکن اندیشہ مانع تھا۔ حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو رد کرنے کے لیے عذر شرعی کیا ہے ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ کے شدید اصرار کا لحاظ ادھر اہل کوفہ کی استدعا رد فرمانے کے لیے کوئی شرعی عذر نہ ہونا حضرت امام کے لیے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا، جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو بھیجا جائے۔ اگر کوفیوں نے بدعہدی و بیوفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جا سکے گی۔ (سوانح کربلا ص ۸۹)

دین سکھا نا کم اساڈا ہٹیا مول نہ جاوے
جیکر ایہہ گل مناں نا ہیں عذر میرے سر آوے

ابن عباس سے ملاقات

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ اثنائے گفتگو اہل کوفہ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ آپ نے فرمایا، اے ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپ جانتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، اَللّٰھُمَّ نَعَمْ ہاں! آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے ہیں، اور اس وقت روئے زمین پر سوائے آپ کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نواسہ موجود نہیں۔ آپ کی نصرت و معاونت تمام امت پر فرض ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا، اے ابن عباس! آپ ان لوگوں کے حق میں کیا کہتے ہیں، جنہوں نے مجھے نانا جان کے پڑوس سے دور کیا اور میرے

گھر سے باہر نکال دیا اور وہ مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں اور کہیں قرار نہیں لینے دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیت کریمہ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ آخر تک تلاوت فرمائی اور کہا اے ابن رسول! آپ گروہ ابرار و اخیار میں سے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ میری اولاد کو ایسے لوگوں کے درمیان شہید کر دیا جائے گا۔ جو امداد کا وعدہ کریں گے، مگر مدد نہیں کریں گے۔ اے امام حسین رضی اللہ عنہ وہ لوگ آپ سے منہ موڑ جائیں گے۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا، اے اللہ! تو اس پر گواہ ہو جا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، میری جان آپ پر قربان! آپ اپنی شہادت کی مجھے خود خبر دے رہے ہیں اور مجھے اپنے واقعات سے آگاہ کرتے ہوئے مجھ سے نصرت و مدد کے طلب گار ہیں۔ خدا کی قسم میری یہ خواہش ہے کہ آپ کے سامنے تلوار چلاتے چلاتے میرے ہاتھ کٹ جائیں، مگر اس کے باوجود بھی آپ کا حق ادا نہ کر سکوں گا۔ میں اس وقت مدینہ منورہ جا رہا ہوں، آپ بھی میرے ساتھ چلیں! در روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہیں امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا، اگر مجھے دشمن وہاں رہنے دیتے، میں ہرگز وہاں سے نہ آتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ اگر آپ مدینہ طیبہ نہیں جاتے تو خدا تعالیٰ کے لیے کوفیوں کے قریب نہ جانا اور حرم محترم کو چھوڑ کر نہ جانا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے اس مشورہ کے پیش نظر حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی طرف روانہ فرما دیا (روضۃ الشہداء ص ۱۵۲)

ان تمام حالات اور مشاورت کے بعد امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کو نائب کی حیثیت سے روانہ کیا جائے۔ اگر کوفیوں نے ان کا ساتھ دیا، تو میں بھی دین مصطفیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے لیے چلا جاؤں گا، ورنہ بصورت دیگر عذر شرعی ہو گا اور میں نانا جان کے سامنے سرخرو ہوں گا۔ چنانچہ اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کر دیا گیا۔

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الَّذِیْنَ اَثْبَتُوْا عَلَی الْقَوْلِ الثَّابِتِ وَاَفْرِغِ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَھُمْ، وَالسَّلَامُ عَلٰی اَصْحَابِہِ التَّابِعِیْنَ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِہٖ وَعُلَمَآءِ مِلَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (پ ۱۰ - سورۃ الانفعال آیت ۴۵)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی بہت یاد کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔"

حضرات محترم! اہل ایمان کو اللہ تبارک تعالیٰ کی جانب سے حکم ہے کہ جس وقت تمہارا ظالموں کے ساتھ سامنا ہو اور حق کو واضح کرنے کا وقت ہو تو پوری طرح سے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو کہیں تمہارے پائے استقامت میں لغزش نہ آنے پائے اور اس استقامت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی یاد کو دل میں سمائے رکھو، پھر کامیابی و کامرانی تمہارا مقدر اور تمہارا نصیب بن جائے گی۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو شہر کوفہ میں فاسق و فاجر حکمران یزید کے گورنر ابن زیاد اور اس کے حمایتوں کے ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا۔ ظالم کی کوشش یہ تھی کہ حق اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے، جبکہ حق کا یہ قول ہے کہ حق غالب آنے کے لیے ہے مغلوب ہونے کے لیے نہیں۔

حضرت مسلم ابن عقیل بن ابی طالب

آفتاب آسمان سعادت مقتدائے زمرۂ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ سلطان تخت اصطفیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃٌ لَمْ یَبْلُغْھَا بِعَمَلِہٖ۔

ترجمہ" جب خدا کا بندہ خدا کے لیے خود خدا کی طرف سبقت کرتا ہے، تو یہ وہ مرتبہ ومنزلت ہے کہ بندہ اپنے عمل سے وہاں نہیں پہنچ سکتا۔"

وہ کامیاب انسان ہے جس کے لیے ازل سے ہی بلند وبالا مرتبہ اس کے نام لکھا ہوا ہے اس مرتبہ کو حاصل کرنے کے لیے ابتلا روآزمائش کی راہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ ارشاد ہے:

اِبْتَلَاہُ اللّٰہُ فِیْ جَسَدِہٖ اَوْ فِیْ مَالِہٖ اَوْ فِیْ وَلَدِہٖ ثُمَّ صَبَرُوْا عَلٰی ذٰلِکَ حَتّٰی یَبْلُغَہُ الْمَنْزِلَۃَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَہٗ۔

ترجمہ" اللہ تعالیٰ جسم وجان، مال واولاد میں آزماتا ہے۔ پھر جب آدمی اس پر صبر کر لیتا ہے تو اس منزل کو پا لیتا ہے جو اس کے لیے متعین ہے" ؎

ہر بلائے را عطائے در پے است	ہر کدورت را صفائے در پے است
زیر ہر رنج است گنج معتبر	خار دیدی چشم بکشا، گل نگر

ترجمہ" ہر بلا کے بعد عطا ہے	ہر گندگی کے بعد صفائی ہے

ہر رنج میں خزانہ ہے، کانٹا تو نے دیکھا ہے، آنکھ کھول پھول دیکھ"

اولیاء اللہ کی جانوں کو مصیبت میں ڈالنا، شعلۂ حسرت سے صدیقوں کے جگر کو کباب بنانا، معرکۂ محبت کے دعوے داروں کا خون میدانِ ہیبت میں گرایا جانا، ۔ کبھی اہل عشق ومودت کے سر نیزہ کی نوک پہ اٹھایا جانا مرد راہ حق عارف باللہ کے خواص ہے۔ یہ اہل اللہ ہر قسم کے مصائب وآلام برداشت کرتے ہوئے اپنی جان اس کی راہ میں فدا

کر دیتے ہیں فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فرمانِ الٰہی ہے

حسین منصور حلاج کی مشہور روایت ہے کہ ایک مناجات میں کہا: الٰہی! تیری ذات وحقیقت کی قسم! تو نے مجھ پر مصیبتوں کا دروازہ کھول دیا قسم قسم کی تکالیف نے چہرہ دکھایا۔ غم واندوہ کی پوشاک پہنائی، رنج وبلا کا پیمانہ پلایا، بلاؤں کو مجھ پر دوچند کر دیا۔ ہر دم ہر قدم پر رنج والم کا تحفہ پہنچایا اور میرے دل کو میدانِ بلا رکا کوچہ بنایا۔ اب جبکہ تو نے مجھے رنج والم کے تیروں کا نشانہ بنایا۔ تو مجھ پر نظر فرما۔ اگر میرا دل دوستی سے ایک ذرہ برابر بھی پھرے تو حکم فرما حسین منصور حلاج مرتدِ طریقت ہے اور اپنے دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے۔ تیری قسم! اگر تو قینچی کے ساتھ میرے وجود کا ذرہ ذرہ کاٹ دے تو بھی سوائے تیری محبت کی زیادتی کے کچھ نہ ہوگا اور کوچۂ محبت کی آواز ختم نہ ہوگی ؎

آنجا کہ منتہائے کمالِ ارادت است

ہر چند جور بیش محبت زیادت است

ترجمہ "جس جگہ ارادت کے کمال کی انتہا ہو جس قدر تکلیف زیادہ ہو محبت بڑھتی ہے۔"

اس لیے کہ جفائے دوست کا شربت میٹھا ہوتا ہے۔

تا یم سرز فرمانت بتیغم گر زنی بروم

مرا عید آں زماں باشد کہ قربانت بت گردم

ترجمہ "میں تیرے حکم سے سر پھیر دوں گا اگر ہر گھڑی تلوار سے مارا جائے میری عید اس وقت ہوگی جب تیری راہ میں قربان ہو جاؤں۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈال کر ہی مقامِ قرب عطا فرماتا ہے۔

جملہ عالم ساجد و مسجود عشق	سومناتِ عقل را محمود عشق
ترجمہ "سارا عالم ساجد اور عشق مسجود ہے	عشق عقل کے سومنات کے لیے محمود غزنوی ہے"
ترکِ جان ترکِ مال، ترکِ سر	در طریقِ عشق اول منزل است

"مال وجان اور سر دینا، راہِ عشق کی پہلی منزل ہے۔"

عشق سلطان است و بُرہان مبین — ہر دو عالم عشق را زیرِ نگیں

ترجمہ: عشق بادشاہ اور روشن بُرہان ہے — دونوں عالم عشق کے زیرِ نگیں ہیں۔

(حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

چنانچہ حضرت مسلم بن عقیل امام عالی مقام (رضی اللہ عنہما) کے حکم پر کوفہ روانہ ہوئے اور پیکرِ صبر و رضا بن کر امتحان میں کامیاب و کامران ہوئے۔ اب آپ کی روانگی اور وہاں جا کر جو امتحان در پیش ہوا اُس کا حال سنیں۔

حضرت مسلم بن عقیل کی روانگی

کوفیوں کے اصرار کے بعد احباب کے صلاح و مشورے کے ساتھ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی مُسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطورِ نیابت، احوال کی تحقیق کے لیے روانہ کیا اور ساتھ ہی ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا فی الحال میں اپنے چچا زاد بھائی کو تمہاری طرف بھیجتا ہوں جو علم و حلم کے زیور سے آراستہ ہیں۔ اگر یہ مجھے خط لکھیں گے اور تمہارے بڑوں کی رغبت سے آگاہ کریں گے، تو میں بہت جلد تمہارے پاس آجاؤں گا۔ والسلام!

حضرت امام مُسلم روانہ ہو گئے۔ ابھی آپ ایک منزل ہی دُور نہ گئے تھے کہ دائیں ہاتھ ایک شکاری ظاہر ہوا، جو ایک ہرن کو پکڑ کر ذبح کر رہا تھا۔ امام مسلم یہ دیکھ کر راستہ سے واپس آ گئے اور امام عالی مقام کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ کوفے کی طرف جانے میں مصلحت نہیں، اس لیے کہ میں نے راستے میں یہ حال دیکھا ہے اور مجھے یہ فال پسند نہیں آئی۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ڈرتے ہو، تو میں کسی اور کو روانہ کر دوں؟ امام مسلم نے عرض کی بھائی جان! مجھے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں — تعمیلِ حکم کے لیے حاضر ہوں اور امام مسلم، امام عالی مقام کے ہاتھ چوم کر روانہ ہو گئے۔

درِ رسول کی حاضری

امام مُسلم نے مدینہ منورہ کی راہ لی۔ درِ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری دی مسجدِ نبوی (علیہ السلام) میں

نوافل ادا کیے۔ ان کے دو چھوٹے بیٹے تھے جو جدائی برداشت نہ کرتے تھے۔ صغیر السن محمد و ابراہیم کو ساتھ لیا اور جانب منزل روانہ ہو گئے۔ راستے میں ہزار ہا مصائب و آلام کا سامنا کرتے ہوئے کوفہ جا پہنچے۔ (روضۃ الشہدا فارسی صفحہ ۲۶۰ طبری صفحہ ۲۶۳/ج ۴)

امام مسلم کوفے میں

جب امام مسلم مع صاحبزادگان کوفہ پہنچے۔ کوفے والے منتظر اور چشم براہ تھے۔ انہوں نے آپ کے آنے پر بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ آپ نے مختار بن ابو عبیدہ ثقفی اور بقول بعض ابن عوسجہ کے ہاں قیام فرمایا۔ محبانِ اہل بیت بڑے جوش و خروش سے بیعت کرنے لگے اور بڑی بڑی قسمیں کھانے لگے کہ ہم جان و مال قربان کر دیں گے، مگر آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ کے حلقہ بیعت میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ نماز میں جگہ نہ ملتی تھی۔ ہر طرف اہل بیت کا ذکر تھا، تو ان حالات کو دیکھ کر امام مسلم رضی اللہ عنہ نے امام عالی مقام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ اب تک ۱۸ ہزار آدمی بیعت کر چکے ہیں۔ آپ تشریف لائیں تاکہ ملت اسلامیہ کو یزید کے ناپاک تسلط سے نجات دلائیں اور لوگ امام برحق کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوں اور دینِ حق کی تائید ہو۔ (روضۃ الشہدا صفحہ ۲۶۲، صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۴)

گورنرِ کوفہ

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی آمد کا چرچا اور اہل کوفہ کا جوش اور عقیدت سے بیعت کرنا دیکھ کر یزید کے حامیوں نے اطلاع دی کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت امام مسلم (رضی اللہ عنہ) کوفہ پہنچ چکے ہیں اور لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور امام عالی مقام بھی یہاں پہنچ کر ولائے خلافت (جھنڈا) بلند کرنے والے ہیں۔ جب یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ تختِ حکومت لرزتا ہوا نظر آیا اور سمجھ گیا کہ اب خیر نہیں ہے۔ اسی وقت اپنے مشیروں کو بلا کر مشورہ کیا تو وہ بھی سخت پریشان ہوئے۔ البتہ غور کے بعد ایک شخص نے کہا کامیابی و ناکامی کا انحصار کوفیوں پر ہے۔ اگر کوئی استقلال پیدا ہو تو معاملہ واقعی بڑا خطرناک ہے۔

ان لوگوں کی وجہ سے حجاز میں مخالفت پر اُٹھ کھڑا ہو گا اور پوری دُنیائے اسلام اس کی اتباع کرے گی اور ہم تنہا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا جائے گا اور اگر کوفیوں کے قدم متزلزل ہو گئے، تو امام عالی مقام کے لیے کوئی جائے پناہ نہ رہے گی، ضرورت اس بات کی ہے کہ وہاں کوئی ایسا گورنر بھیجا جائے جو کہ کوفیوں کے استقلال کی چٹان کو پاش پاش کر دے اور جو کسی کا لحاظ و پرواہ نہ کرے اور وہ عبید اللہ بن زیاد ہے۔ چنانچہ یزید نے حضرت نعمان بن بشیر گورنر کوفہ کو معزول کر دیا اور اُن کی جگہ ابن زیاد کو جو اُن دنوں بصرہ کا گورنر تھا اُسے گورنر مقرر کیا اور حکم دیا کہ فوراً کوفہ جائے اور حضرت امام مسلم کو گرفتار کرے اور ملک بدر کرے اور اگر وہ اس میں مزاحمت کریں، تو انہیں قتل کر دیا جائے اور بیعت کرنے والوں کو ڈرائے دھمکائے کہ وہ باز آجائیں، ورنہ ان کو بھی ختم کر دے اور امام حسین آئیں، تو اُن سے میری بیعت طلب کرے۔ اگر وہ بیعت کر لیں، تو بہتر، ورنہ ان کو بھی قتل کر دیا جائے۔ ابن زیاد کو یزید کا یہ حکم نامہ بصرہ میں ملا، اتفاق سے اُس دن امام عالی مقام کی جانب سے ایک قاصد اہلِ بصرہ کے نام آپ کا ایک خط لایا تھا، جو نکہ اہلِ بصرہ بھی آپ کی طرف مائل تھے۔ اہلِ بصرہ کو آپ نے لکھا تھا،

قَدْ بَعَثْتُ رَسُوْلِیْ اِلَیْکُمْ بِهٰذَا الْکِتَابِ وَاَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلٰی کِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ نَبِیِّهٖ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) فَاِنَّ السُّنَّةَ قَدْ اُمِیْتَتْ وَاِنَّ الْبِدْعَةَ قَدْ اُحْیِیَتْ وَاِنْ تَسْمَعُوْا قَوْلِیْ وَتُطِیْعُوْا اَمْرِیْ اَهْدِکُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ (طبری ج ۶ ص ۲۶۶)

ترجمہ: میں نے اپنا قاصد تمہارے پاس یہ مکتوب دے کر بھیجا ہے اور میں تمہیں کتاب اللہ اور اُس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کی طرف بلاتا ہوں اس لئے کہ سنت مٹا دی گئی ہے اور بدعت کو زندہ کیا گیا ہے اور اگر تم میری سنو گے اور مانو گے تو میں تمہیں راہِ ہدایت پر چلاؤں گا، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ (روضۃ الشہداء ص ۲۹۲)

اشرافِ بصرہ نے یہ خط پڑھا اور اس کو پوشیدہ رکھا، مگر منذر بن جارود کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ قاصد کہیں ابن زیاد کا جاسوس نہ ہو اور امتحاناً اشرافِ بصرہ کے پاس بھیجا نہ ہو۔ وہ خط اور قاصد کو لے کر ابن زیاد کے پاس آیا اور اُس کو خط بھی دکھایا۔ ابن زیاد نے اسی وقت قاصدِ امام کو گرفتار کروا کے قتل کروا دیا اور جامع مسجد بصرہ میں سخت تہدید آمیز تقریر کی۔

"اما بعد! امیر المومنین نے بصرہ کے ساتھ مجھے کوفہ کی حکومت بھی عطا فرمائی ہے، اس لیے میں کوفہ جا رہا ہوں۔ میری غیر موجودگی میں میرا بھائی عثمان ابن زیاد میرا نائب ہوگا۔ تم لوگ اختلاف و بغاوت سے پرہیز کرو، ورنہ خدا کی قسم جس شخص کے متعلق بھی مجھے معلوم ہوگا کہ وہ اختلاف و بغاوت میں حصہ لے رہا ہے، اُس کو اس کے سب حامیوں اور دوستوں کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں قریب کو بعید کے عوض پکڑوں گا اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا، یہاں تک کہ تم سب لوگ راہِ راست پر آجاؤ اور مخالفت کا نام و نشان نہ رہے، یاد رکھو! میں زیاد کا بیٹا ہوں، اور ٹھیک اپنے باپ کے مشابہ ہوں۔"

(طبری ج ۴ ص ۲۶۷، روضۃ الشہداء ص ۲۶۳، ابن اثیر ج ۱ ص ۴)

ابنِ زیاد کوفہ میں ابنِ زیاد نے اپنے گھر والوں کے علاوہ پانچ صد آدمی ساتھ لئے چل پڑا، ان میں سے کچھ لوگ راستے میں ٹھہر گئے، مگر ابن زیاد نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی اور برابر چلتا رہا اور قادسیہ پہنچ کر اپنے سپاہیوں کو وہیں چھوڑ کر اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور چند آدمی ہمراہ لے کر رات کی تاریکی میں مغرب و عشاء کے درمیان اس راہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس راہ سے حجازی قافلے آیا کرتے تھے۔ اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہلِ کوفہ میں بہت جوش ہے۔ یزید کے خلاف ایک لہر دوڑی ہوئی ہے۔ ایسے طور پر داخل ہونا چاہیے کہ لوگ پہچان نہ سکیں بلکہ یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین تشریف لے آئے ہیں۔ وہ اس طرح امن و عافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہلِ کوفہ جن کو برابر حضرت امام عالی مقام علیہ السلام

کی تشریف آوری کا انتظار تھا۔ شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور دو حجازی آتے دیکھ کر دھوکہ کھا گئے اور یہ سمجھے کہ حضرت امام تشریف لے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے نعرہ ہائے مسرت بلند کئے۔ عقیدت وسلام بجا لائے۔ مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ پڑھتے ہوئے اس کے آگے پیچھے چلے۔ شور سن کر لوگ گھروں سے باہر آگئے، اور ایک اچھا خاصہ جلوس کی شکل بن گئی۔ ابن زیاد جھنجھلا دل میں جلتا اور کڑھتا ہوا چپ چاپ چلتا رہا اور اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ یہ لوگ امام کے سخت منتظر ہیں اور اور اُن کے دل کس قدر اُن کی طرف مائل ہیں۔ جب وہ دارالامارات (گورنر ہاؤس) کے قریب آپہنچا، تو حضرت نعمان بن بشیر نے شور وغل سن کر اور کثرت ہجوم دیکھ کر سمجھ لیا کہ حضرت امام تشریف لے آئے ہیں۔ انہوں نے دروازہ بند کر لیا اور چھت پر چڑھ کر کہا۔ اے ابنِ رسول! آپ یہاں سے چلے جائیں۔ خدا کی قسم! میں اپنی امانت آپ کے حوالے نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ سے لڑوں گا۔ یہ سن کر ابن زیاد اور قریب ہوا اور کہا ارے دروازہ کھول۔ تیرا بھلا نہ ہو۔ اس کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا۔ اس نے اس کی آواز سے اس کو پہچان لیا اور پیچھے ہٹ کر لوگوں سے کہا، خدا کی قسم! یہ تو ابن مرجانہ ہے۔ نعمان نے دروازہ کھول دیا ابن زیاد نے قصر امارت (گورنر ہاؤس) میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا اور لوگ بڑے افسوس اور مایوسی کے ساتھ منتشر ہو گئے۔ رات گزار کر صبح ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا اور اُن کے سامنے یہ تقریر کی: "امیرالمومنین یزید نے مجھے کوفہ کا گورنر مقرر کیا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں مظلوم کے ساتھ انصاف کروں اور مطیع و فرمانبردار کے ساتھ احسان کروں، اور نافرمانوں کے ساتھ سختی کروں، میں اُس کے حکم کی سختی سے پابندی کروں گا، جو شخص مطیع و فرمانبردار ہے، اُس کے ساتھ شفقت سے پیش آؤں گا اور جو شخص نافرمان ہے اُس کے لیے میرا چابک اور میری تلوار ہے، تمہیں چاہیئے کہ تم اپنی خیر مناؤ اور اپنے اوپر رحم کرو۔"

(روضۃ الشہداء فارسی صہ ۲۶۳، سوانح کربلا صہ ۸۲، سرالشہادتین صہ)

اس تقریر کے بعد اُس نے کوفے کے بڑے بڑے لوگوں کو گرفتار کیا اور اُن سے کہا کہ تحریری ضمانت دو کہ تم اور تمہارے قبیلے کے لوگ کسی مخالف کو پناہ نہ دیں گے اور نہ ہی کسی قسم کی مخالفانہ سرگرمیوں میں حصّہ لیں گے۔ اگر کسی نے مخالف کو پناہ دے رکھی ہے تو اسے پیش کر دیں گے جو کچھ لکھ کر دیں گے، اس پر پابندی کریں گے تو بری کر دیئے جائیں گے۔ جو ایسا نہیں کرے گا اس کا جان و مال ہم پر حلال ہو گا، ہم اُسے قتل کر کے اُس کو اُس کے دروازے پر لٹکا دیں گے اور اُس کے متعلقین کو بھی سزا دیں گے۔

ابن زیاد کے ڈرانے سے اہلِ کوفہ ڈر گئے اور ان کے خیالات میں تبدیلی آنے لگی۔ حالات کے پیشِ نظر حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے مختار بن عبیدہ کے ہاں رہنا مناسب نہ سمجھا اور رات کے وقت وہاں سے نکل کر محبِ اہل بیت ہانی بن عروہ مذحجی کے ہاں آ گئے۔ ہانی کو آپ کا آنا ناگوار گزرا اور کہنے لگا اگر آپ نہ آتے تو اچھا تھا۔ آپ نے فرمایا، میں خاندانِ اہل بیت کا غریب الوطن مسافر ہوں، مجھے پناہ دو۔ ہانی نے کہا، اگر آپ میرے گھر میں داخل نہ ہوتے ہوتے تو میں یہی کہتا آپ چلے جائیں، لیکن اب آپ کو نکالنا میری غیرت کے خلاف ہے کہ میں آپ کو کہیں اور جانے کا کہوں۔ ہانی نے مکان کے محفوظ حصّہ میں آپ کو چھپا دیا۔ (روضۃ الشہداء صـ۲۹۳، سوانح کربلا صـ سر الشہادتین صـ۸۲، طبری ج۴، صـ۲۶۸)

ابن زیاد کے قتل کا منصوبہ

شریک بن اعور سلمی جو محبانِ اہل بیت میں سے ایک بہت بڑا محب تھا اور رؤسائے بصرہ میں سے تھا اور ہانی بن عروہ کا مہمان تھا۔ ابن زیاد کے ہاں بڑا معزز تھا۔ وہ بیمار ہو گیا، تو ابن زیاد نے پیغام بھیجا میں شام کو تمہاری عیادت کو آؤں گا۔ شریک نے امام مسلم سے کہا، میں آپ کو ابن زیاد کے قتل کا موقعہ فراہم کرتا ہوں، آپ اسے قتل کر دیں۔ آج شام وہ مردود میری عیادت کو آئے گا، آپ تلوار ہاتھ میں لے کر چھپ کر بیٹھ جائیں اور جب میں کہوں مجھے پانی پلاؤ، آپ یکدم اس پر حملہ کر کے کام تمام کر دیں۔ پھر بڑی آسانی سے دارالامارت اور کوفہ پر

قبضہ ہو جائے گا اور میں تندرست ہو کر بصرہ جا کر آپ کے لیے وہاں کا تمام انتظام کروں گا۔ شام کو ابن زیاد محافظ خاص کے ساتھ ہانی کے گھر آیا اور شریک کے بستر کے پاس بیٹھ کر مزاج پرسی کرنے لگا۔ شریک نے بلند آواز سے کہا مجھے پانی پلاؤ، مجھے پانی پلاؤ۔ تیسری بار کہا افسوس! تم لوگ مجھے پانی سے پرہیز کرواتے ہو مجھے پانی پلادو، خواہ اس سے میری جان چلی جائے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نہ نکلے تو شریک کو افسوس ہوا، تو وہ یہ شعر پڑھنے لگا ؎

مَا تَنْظُرُوْنَ بِسَلْمٰی اِنْ تَحِیُّوْهَا
اَسْقِیْنِیْهَا وَاِنْ کَانَتْ فِیْهَا نَفْسِیْ

ترجمہ: "سلمیٰ کو سلام کرنے میں اب تمہیں کیا انتظار ہے۔

مجھے پلادو خواہ اس سے میری جان بھی چلی جائے۔"

محافظ نے ابن زیاد کو آنکھ کا اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر چل پڑا۔ ابن شریک نے کہا، اے امیر! میں تمہیں کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا، میں پھر آؤں گا۔ محافظ اسے دھکیلتا ہوا باہر لے گیا اور کہا کہ خدا کی قسم! تمہارے قتل کی سازش ہو رہی تھی۔ ابن زیاد نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں شریک کی عزت کرتا ہوں اور یہ ہانی بن عروہ کا مکان ہے اور اس پر میرے باپ کے احسانات ہیں۔

ابن زیاد کے جانے کے بعد حضرت امام مسلم پردہ سے باہر آئے۔ شریک نے کہا، افسوس! آپ کو اس کے قتل سے کس چیز نے روکا۔۔۔؟ آپ نے فرمایا: دو باتوں نے۔ ایک تو ہانی کو پسند نہیں کہ اس کے گھر میں ابن زیاد کا قتل ہو۔ دوسرے یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: کسی کو دغا دینا مومن کی شان نہیں۔

اللہ اللہ! ان پاکباز لوگوں کے عدل و انصاف اور پابندی شریعت کو دیکھیے کہ ایسے بدترین اور جانی دشمن سے بھی خلاف سنت ناروا سلوک مناسب نہ سمجھا

(طبری ج ۴، صفحہ ۲۶۸)

تلاشِ مسلم اور کردارِ جاسوس

معتقدین خفیہ طور پر ہانی کے گھر میں آتے اور ملاقات کرتے تھے اور قسمیں کھاتے کہ تا زیست وفاداری کریں گے اور ہرگز دغا نہ دیں گے۔ ابن زیاد نے امام کو گلی گلی تلاش کروایا، مگر کہیں پتہ نہ پایا۔ جب کوشش کے باوجود امام مسلم کا پتہ نہ پایا، تو ابن زیاد بہت گھبرایا اور اپنے خاص غلام معقل نامی کو تین ہزار درہم دے کر سُراغ لگانے بھیجا اور کہا اہل بیت کے ساتھ اپنا حُسنِ اعتقاد ظاہر کرے کہ میں امام مسلم کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہونے بڑی دور سے آیا ہوں اور تین ہزار درہم نذرانہ امام کے لیے لایا ہوں۔ پھر جب امام سے ملاقات ہو تو بطور تقیہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لینا اور تین ہزار درہم انہیں پیش کرنا اور مجھے اطلاع دے دینا۔ معقل نے پُر تپاک طریقے سے امام کا پتہ لگا لیا اور ملاقات ہونے پر ہاتھ پاؤں چومے اور تین ہزار درہم پیش کیے اور قسمیں کھائیں میں ہمیشہ آپ کا وفادار رہوں گا۔ رات ہانی کے ہاں رہا اور صبح ابن زیاد کو تمام حالات بتا دیئے۔ (طبری ج ۴، ص ۲۷۰)

ہانی بن عروہ

ہانی بن عروہ ایک مقتدر شخصیت تھی اور یہ ابن زیاد کے ساتھ کچھ تعلقات بھی رکھتے تھے اور ابن زیاد کے ہاں آیا جایا کرتے تھے، مگر جس دن سے امام مسلم ان کے گھر میں آئے، اُس دن سے بیماری کا بہانہ کر کے آنا جانا چھوڑ دیا تھا اور اِدھر ابن زیاد کو تمام حالات معلوم ہو چکے تھے۔ محمد بن اشعث اور اسماء ابن خارجہ آئے ابن زیاد نے کہا مجھے سب معلوم ہے اچھا بھلا ہے اور سارا دن اپنے دروازے پہ بیٹھا رہتا ہے، تم جاؤ اور کہو ملاقات و اطاعت دونوں ضروری ہیں؛ وہ گئے اور جا کر کہا ابن زیاد کو اطلاع ملی ہے کہ آپ اچھے بھلے ہیں اور سارا دن اپنے دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں اور ملاقات کو نہیں آتے اسے بدگمانی پیدا ہو گئی ہے۔ تو آپ ابھی ہمارے ساتھ چلیں تاکہ صفائی ہو جائے اور بدگمانی دُور ہو جائے۔ ہانی گھر میں گئے اور حضرت امام مسلم سے بات کی اور تیار ہو کر آ گئے اور ساتھ چلے گئے۔ دارالامارت جا کر

ابن زیاد کو سلام کیا، مگر اُس نے جواب نہ دیا۔ ہانی کو تعجب ہوا، اور کچھ دیر کھڑے رہے، اور پھر ابن زیاد نے کہا، ہانی! یہ کیسی بات ہے کہ تم نے مسلم ابن عقیل کو اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے اور تمہارے گھر میں یزید کے خلاف منصوبے بنتے ہیں اور ہتھیار خریدے جاتے ہیں اور یزید کے خلاف بیعت لی جاتی ہے۔ ہانی نے کہا یہ سب کچھ غلط ہے۔ ابن زیاد بدنہاد نے اُسی وقت معقل جاسوس کو بلایا۔ جب وہ آگیا تو ہانی سے کہا، اسے پہچانتے ہو معقل کو دیکھ کر ہانی کے ہوش اُڑ گئے۔ اب وہ سمجھے کہ یہ ظالم عقیدت و محبت کے پس پردہ دشمنی کرتا رہا ہے اس عینی گواہ کے سامنے انکار ممکن نہ تھا اس لیے آپ نے صاف صاف بیان کر دیا کہ خدا کی قسم! میں نے امام مسلم کو بلایا نہیں اور نہ ہی انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ میں آرہا ہوں، بلکہ اچانک جب وہ میرے دروازہ پر آگئے اور مجھ سے پناہ طلب کی تو مجھے شرم آئی کہ خاندانِ رسالت مآب کے فرد کو گھر سے نکال دوں۔ اب میں تم سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ جیسی ضمانت چاہو پیش کر دیتا ہوں اور مجھے اتنی مہلت دو کہ میں ابھی جا کر اُن کو اپنے گھر سے نکال دوں کہ جہاں وہ چاہیں چلے جائیں ——— اور پھر تمہارے پاس واپس آجاتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا، خدا کی قسم! مہلت تو درکنار تم اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتے، جب تک یہ عہد نہ کرو کہ مسلم کو ہمارے حوالے کر دو گے۔ ہانی نے کہا، خدا کی قسم میرا وہ مہمان جس کو میں پناہ دے چکا ہوں، قتل کے لیے کبھی تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔

ابن زیاد نے کہا، "تمہیں ہمارے حوالے کرنا ہوگا۔"

ہانی نے جواب دیا، "خدا کی قسم! میں حوالے نہیں کروں گا۔"

جب بات بڑھنے لگی، تو مسلم بن عمرو الباہلی اُٹھا اور کہا، خدا امیر کا بھلا کرے۔ ذرا مجھے ہانی سے گفتگو کا موقع دیا جائے۔ ابن زیاد نے اجازت دے دی۔ تو باہلی ہانی کو لے کر ایک طرف کھڑا ہوگیا اور ابن زیاد دونوں کو دیکھ رہا تھا اور اُن کی باتیں بغور سننے لگا۔

بابلی: "تم امام مسلم کو امیر کے حوالے کردو اور انکار کر کے اپنی جان اور قوم کو ہلاکت و ذلت میں نہ ڈالو۔"

ہانی: "اس میں میری سخت رُسوائی و ذلت ہے۔"

بابلی: "کوئی ذلت نہیں، حوالے کردو۔"

ہانی: "اب تو میں خود بھی باہمت و طاقتور ہوں اور میرے اعوان و انصار بھی موجود ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں تنہا بھی ہوتا اور کوئی یار و مددگار نہ ہوتا تو بھی میں حضرت امام مسلم کو دشمن کے حوالے نہ کرتا۔"

بابلی: "خدا کے لیے تم میری بات مان لو۔"

ہانی: "میں ہرگز ہرگز تمہاری کوئی بات ماننے کو تیار نہیں۔"

ابن زیاد بیتاب ہوگیا اور کہا اسے میرے پاس لاؤ۔ ہانی کو جب اُس کے پاس لے گئے تو غضبناک ہو کر کہا: "اے ہانی! مسلم کو میرے حوالے کردو، ورنہ میں تمہاری گردن مار دوں گا۔" ہانی نے کہا: "اگر میری گردن اڑاؤ گے، تو تمہارے اردگرد چمکتی ہوئی تلواریں ہوں گی۔" یہ بات سُن کر ابن زیاد نے ہانی کے منہ پر پے در پے ڈنڈے مارے، ناک پھٹ گئی، ابرو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور خون میں لت پت ہوگئے۔

ابن زیاد نے کہا، اب تو تم نے اپنا خون بھی ہمارے لیے مباح کر دیا ہے۔ مسلم کو ہمارے حوالے کردو۔ مگر ہانی نے انکار کر دیا۔ تو ابن زیاد نے حکم دیا اسے ایک کمرے میں بند کردو اور پہرہ بٹھا دو۔

اسماء بن خارجہ اُٹھے اور کہا: "او دغاباز! ان کو چھوڑ دے۔ تو نے کہا تھا کہ ہم ان کو تیرے پاس لائیں۔ جب ہم لے آئے تو تُو نے ان کا منہ توڑ دیا، ان کا خون بہایا اور اب ان کے قتل کے درپے ہے؟"

ابن زیاد نے کہا کہ اس کو بھی پکڑو اور مارو۔ چنانچہ سپاہیوں نے اسماء بن خارجہ کو

پکڑ کر بہت مارا پیٹا اور قید کر دیا۔ شہر میں یہ افواہ اُڑ گئی کہ ہانی قتل کر دیئے گئے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی قبیلے والے ہزاروں کی تعداد میں انتقام انتقام کا نعرہ لگاتے ہوئے آئے اور انہوں نے قصرِ امارت کا محاصرہ کر لیا۔ اس قبیلہ کے سردار عمرو بن الحجاج نے پکار کر کہا، میں عمرو بن الحجاج ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ مذحج کے شہسوار ہیں۔ ہمارے سردار کو قتل کر دیا گیا ہے۔ ہم انتقام لیں گے، سب انتقام انتقام کے نعرے لگا رہے تھے۔ ابن زیاد اس نازک صورتحال سے سخت گھبرایا۔ قاضی شریح سے کہا آپ اپنی آنکھوں سے ہانی کو دیکھ لیں اور پھر ان کے قبیلے والوں کو بتا دو کہ ہانی زندہ ہے اور قتل کی افواہ غلط ہے۔ قاضی صاحب ہانی کو دیکھنے گئے۔ ہانی اپنے قبیلے کے لوگوں کا شور و غل سن رہے تھے۔ انہوں نے قاضی صاحب کو دیکھ کر کہا کہ یہ آوازیں میرے قبیلے کے لوگوں کی ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں اگر دس آدمی اندر آ جائیں تو میں چھوٹ سکتا ہوں۔ اس وقت بھی اُن کا خون بہہ رہا تھا۔ قاضی صاحب باہر آئے، تو ابن زیاد نے اپنا ایک خاص جاسوس حمید بن بکر احمری اُن کے ساتھ کر دیا اور کہا کہ آپ لوگوں سے صرف اتنا کہیں کہ ہانی زندہ ہیں۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر وہ جاسوس میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہانی کا پیغام ضرور ان کے قبیلے تک پہنچا دیتا۔ قاضی صاحب نے لوگوں کے سامنے آ کر کہا کہ ہانی زندہ ہیں۔ اس کے قتل کی خبر جو تم تک پہنچی ہے وہ غلط ہے۔ قاضی صاحب کی شہادت سن کر ان لوگوں نے کہا اگر وہ قتل نہیں کئے گئے تو خدا کا شکر ہے اور سب چلے گئے۔

حضرت ہانی کی حمایت

ادھر حضرت امام مسلم نے عبداللہ ابن حازم کو بھیجا کہ دیکھ کر آئے کہ حضرت ہانی پر کیا گزری۔ اُنہوں نے حالات معلوم کیے اور حضرت امام مسلم کو آ کر بتایا کہ ابن زیاد نے ہانی کو مار مار کر زخمی کر دیا ہے اور وہ اس وقت قید میں ہیں۔ حضرت امام مسلم نے عبداللہ ابن حازم سے کہا، اپنے مددگاروں کو جمع کرو۔ جونہی انہوں نے پکارا ”یا۔۔۔“ ہزار افراد جو محبانِ اہلبیت تھے اور قریب کے مکانوں میں چھپے تھے

جمع ہو گئے۔ ۱۸ ہزار آدمیوں کے ساتھ امام مسلم آگے بڑھے اور قصر امارت کو گھیر لیا۔ اب باقی لوگ بھی جمع ہونے لگے، یہاں تک کہ ۳۰ ہزار ہو گئے اور ابن زیاد کے پاس اس وقت صرف ۵۰ آدمی تھے، بیس سپاہی اور بیس رؤسائے کوفہ، وہ سخت گھبرایا اور قصر امارت کا دروازہ بند کرا دیا۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اگر حملے کا حکم دیتے، تو قصر امارت پر قبضہ ہو جاتا۔ اگرچہ یزید کی مخالفت اظہر من الشمس تھی، مگر آپ نے احتیاط کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اس انتظار میں رہے کہ گفتگو سے اتمام حجت کر لی جائے۔ شاید کوئی صلح کی صورت پیدا ہو جائے اور مسلمانوں میں کشت و خون نہ ہو، مگر مکار دشمن نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور رؤساؤ سے کہا تم قصر امارت کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں کو لالچ و طمع دلاؤ اور نافرمانی کی صورت میں انعام سے محرومی اور سزا کا خوف دلاؤ اور بتاؤ کہ شام کی فوجیں آنے والی ہیں، پھر تمہارا کیا ہوگا؟ اور وہ تمہارا کیسا حشر کریں گی (ماخوذ روضۃ الشہداء صفحہ ۲۶۶، سوانح کربلا صفحہ ۸۲ سر الشہادتین صفحہ — طبری صفحہ ۲۶۹/۴)

رؤسائے کوفہ کی تقریریں

لوگو! اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ، شر اور فساد نہ پھیلاؤ، خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ امیر المومنین کی فوجیں چل چکی ہیں اور تم کسی طرح ان کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ امیر ابن زیاد نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اگر تم واپس نہ ہوئے، تو تم سے بہت برا سلوک کیا جائے گا۔ سخت ترین سزائیں دی جائیں گی اور تمہارے بچوں کو قتل کر دیا جائے گا، اس لیے تم ہمارے حال پر رحم کرو اور اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ اشراف کوفہ کی گفتگو سے متاثر ہو کر لوگ منتشر ہو گئے۔ عورتوں نے اپنے بچوں اور بھائیوں کو بلا کر سمجھانا شروع کر دیا۔ اس طرح لوگ امام کا ساتھ چھوڑنے لگے اور حضرت امام مسلم کے ساتھ نماز مغرب تک صرف تیس ۳۰ آدمی رہ گئے۔ مغرب کے بعد آپ محلہ کندہ کی طرف چلنے لگے۔ چلتے چلتے سب لوگ ساتھ چھوڑ گئے اور امام مسلم تنہا رہ گئے۔ اب بیکسی کا یہ حال ہو گیا کہ جس کے گھر جاتے

دروازہ بند کردیا جاتا۔ پورے شہر میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں آپ رات گزار لیں ؎

نہ مونسے نہ مشفقے نہ ہمدمے دارم
حدیثِ دل با کہ گویم، عجب غم دارم

؎ خط لکھ منگواون والے پھر گئے قول قراروں
گھر سد کے بیدوساں تاہیں قتل کرن تلواروں

؎ اللہ اللہ! یہ تھے مسلم وہ پیارے مہماں
کس قدر جن کو تمناؤں سے بلوایا یہاں

یہ اہلِ کوفہ وہی محبانِ اہلِ بیت تھے، جنہوں نے سینکڑوں خطوط و وفود بھیج کر امام کو بلایا تھا، مگر آج حال یہ ہے کہ دروازے بند کردیئے گئے ہیں۔ امام مسلم کے لیے رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی، گلی گلی پھر رہے تھے، کدھر جائیں دل تڑپتا تھا کہ میں نے امام عالی مقام کو پرزور خط لکھ دیا ہے، وہ میری گزارش رد نہ فرمائیں گے اور مع اہل و عیال آئیں گے، تو ان کوفیوں کی بے وفائی سے اُن پر کس قدر مصائب آئیں گے، نہ کوئی قاصد ہے کہ پیغام پہنچاؤں اور نہ کوئی دوست ہے کہ اپنا دکھ بھرا پیغام پہنچاؤں تاکہ وہ کوفہ تشریف نہ لائیں۔
(روضۃ الشہداء فارسی ص۳۲۷، سرالشہادتین ص)

؎ ڈٹھا جس دم مسلم شاہ نے کوفیاں قول بھلائے
پکے عہد جو بیعت والے سبھناں توڑ گرائے

؎ ایک ہی شب میں ہوئی ساری محبت کافور
آزمائش جو ہوئی، ہو گئی اُلفت سب دور

امام مسلم طوعہ کے گھر

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیران و پریشان محلے سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک گھر کے دروازے پر ایک بوڑھی عورت کو بیٹھے ہوئے دیکھا، جو ہاتھ میں تسبیح لیے کلمہ شریف کا ورد کر رہی تھی، اس کا

نام طوعہ تھا۔ امام مسلم نے اس عورت سے فرمایا: اللہ کی بندی! کیا تو مجھے پانی پلائے گی؟ جواب دیا: میں آپ کو پانی پلاتی ہوں اور اندر جا کر ٹھنڈے پانی کا گلاس لے آئی۔ حضرت امام مسلم پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے۔ طوعہ واپس آئی تو امام کو وہیں بیٹھا دیکھ کر کہا: اللہ کے بندے! تو نے پانی نہیں پیا۔ آپ نے فرمایا: پی لیا ہے۔ کہا: اپنے گھر جاؤ۔ آپ نے فرمایا: میں غربت کا مارا ہوا ہوں اور یہاں غریب الوطن ہوں، میری نہ کوئی منزل ہے اور نہ کوئی جگہ اور نہ کوئی مکان اور نہ کوئی ٹھکانا ہے ؎

آج کوفہ کے مقفل ہوئے سب دروازے — آج کوفہ کے مکانات بھی سب بند ہوتے

حضرت مسلم بڈھی تائیں اپنا حال سنایا — کہ شہر اساڈا مائی، کوفیاں نے گنوایا

بڈھی کہیا صدقے تیتھوں میری جان پیاری — توں اوہ مسلم جس دی بیعت کیتی خلقت ساری

اگر اس وقت آپ مجھے جگہ دیں تو امید رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ آپ کو جنت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ طوعہ نے کہا آپ کا نام کیا ہے اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام نے فرمایا: آپ مصیبت زدہ اور جفا کشیدہ اور ستم رسیدہ لوگوں سے کیا پوچھتی ہیں۔ طوعہ نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: میرا نام مسلم بن عقیل ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا چچا زاد بھائی ہوں۔ کوفیوں کے بلانے سے یہاں آیا ہوں اور اب کوفیوں نے بے وفائی کی ہے۔ بھوکا پیاسا اس حال میں یہاں آیا ہوں۔ طوعہ کو جب پتہ چلا کہ یہ امام مسلم ہیں تو آپ کے پاؤں پر گر پڑی گھر کے صاف ستھرے کمرے میں آپ کو لے گئی اور کھانا آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ کی زیارت ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (روضۃ الشہداء فارسی، صہ۲۷) (سوانح کربلا صہ۹۵)

پچھلے اندر جا بٹھایا پاک امام سوہارا
بڈھی مائی خدمت کردی جتنا چلیا چارا

طوعہ کا بیٹا

حضرت امام مسلم نے کھانا تناول فرمایا اور ادائیگی نماز کے بعد لیٹ گئے۔ جب رات کا کافی حصہ گزرا تو بی بی طوعہ کا وہ بیٹا

جس کے انتظار میں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی، آیا اور اُس نے دیکھا کہ اس کی ماں کبھی کمرے میں جاتی ہے کبھی باہر آتی ہے۔ کبھی روتی اور کبھی پریشان ہوتی ہے۔ لڑکے نے وجہ پوچھی کہ اماں! تُو بے قرار کیوں ہے؟ پہلے تو اُس نے ٹال مٹول سے کام لیا، مگر جب لڑکے نے دو دفعہ قسم کھائی، تو سب کچھ بتا دیا اور کہا کہ حضرت مسلم بن عقیل کی خدمت میں مصروف ہوں اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ سے ثوابِ دارین کی امید رکھتی ہوں۔ وہ شرابی لڑکا سونے کے لیے چلا گیا۔

امام مسلم کا خواب

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے سوتے ہوئے ایک پریشان خواب دیکھا تو آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اپنی اولاد کی جدائی میں رونے لگے اور اپنی مصیبت کو یاد کر کے گزنایوں کہہ رہے تھے ؎

ندانم مہربانے تاکسے بر حالِ من گریم
ہماں بہتر کہ خود بر حالِ زارِ خویشتن گریم

ترجمہ: "میں کسی مہربان کو نہیں جانتا کہ میرے حال پر روئے، یہی بہتر ہے کہ میں خود اپنے آپ پر رو دوں"

رات ساری یوں ہی بیقراری میں گزر گئی۔

ابن طوعہ کی مخبری

صبح ہوتے ہی طوعہ کا بیٹا ابن زیاد کے گھر میں پہنچ گیا، اس وقت ابن زیاد کے پاس حصین ابن نمیر تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ کوفے کے چاروں طرف مُنادی کر کے کہہ دے کہ امیر کا حکم ہے کہ جو شخص مسلم کی خبر میرے پاس لائے گا میں اُسے ایک ہزار درہم دوں گا اور اس کی تمام مرادیں بروئے کار لاؤں گا اور جو شخص امام مسلم کو پناہ دے گا، اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ طوعہ کے بیٹے نے جب انعام و اکرام کا وعدہ اور قتل کی وعید سُنی تو آگے بڑھ کر محمد بن اشعث کو تمام واقعہ بتا دیا۔ محمد بن اشعث یہ واقعہ سُن کر بہت خوش ہوا اور سارا حال ابن زیاد کو بتا دیا۔ ابن زیاد نے عمر ابن حارث سے کہا: میرے خاص فوجیوں سے تین صد سپاہی محمد بن اشعث کے حوالے کر دو تاکہ وہ اس گھر سے مسلم کو گرفتار کرے۔ محمد ابن اشعث نے فوجیوں کو ساتھ لیا اور

مائی طوعہ کا گھر گھیر لیا۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز پڑھ کر ابھی مصلّے پر بیٹھے ہی تھے کہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آئی۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ لوگ آپ کی تلاش میں ہیں۔ چند آدمی مکان میں داخل ہوئے۔ آپ نے ان کو گھر سے باہر نکال دیا۔ ان لوگوں نے دوبارہ گھس کر سخت حملہ کیا مگر آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سب کو باہر نکال دیا اور چند آدمی زخمی ہو گئے۔ جب ان لوگوں نے اللہ کے شیر کی شجاعت و بہادری کو دیکھا تو کچھ لوگ مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور پتھر برسانے لگے۔ ان کی اس بزدلانہ حرکت پر آپ گھر سے باہر نکل آئے اور ان سے لڑنے لگے۔

(روضۃ الشہداء صا۲۷، سوانح کربلا ص۸۵ سر الشہادتین ص ، طبری ج۴ ص۲۸۰)

مسلم شاہ تلوار نکالی، دل بھناں دے ڈوڑے
ہاشمیاں دی تیغ نہ جھلی خارجیاں دے ٹوٹے

امام مسلم کی شہادت

محمد بن اشعث نے جب اپنی کمزوری دیکھی تو ایک چال چلی، آگے بڑھ کر کہنے لگا، ہم آپ سے لڑنے نہیں آئے۔ آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں اور ابن زیاد کے پاس چلیں تاکہ معاملہ گفتگو سے طے ہو سکے۔ آپ نے فرمایا: "جب چالیس ہزار افراد میرے ساتھ تھے اور دارالامارت کو گھیر لیا تھا میں نے اس وقت بھی لڑنا پسند نہیں کیا۔ میں تو یہی چاہتا تھا کہ گفتگو سے معاملہ طے ہو جائے۔" محمد بن اشعث اور اُس کے ساتھیوں نے کہا، آپ کے لیے امان ہے۔ چنانچہ یہ فریب دے کر امام کو ابن زیاد کے پاس لے کر چلا۔ اس بدبخت نے دروازے کے دونوں پہلوؤں میں سپاہی چھپا رکھے تھے اور انہیں حکم دیا تھا کہ جوں ہی امام دروازے سے داخل ہوں، یکدم دونوں طرف سے حملہ کر دیا جائے۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے آپ کا جسم مبارک زخمی ہو چکا تھا۔ آپ اپنی زخمی حالت میں ایک دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے کہ بکیر بن حمران گھر سے نکلا اور آپ کے چہرۂ انور پر تلوار چلائی، آپ کے اوپر والا ہونٹ کٹ گیا اور آپ نے تلوار چلائی، تو اُس کا سر دس قدم دُور جا گرا۔ پھر آپ نے دیوار سے ٹیک لگائی اور

کہا، الٰہی پانی کے ایک گھونٹ کی حسرت ہے۔ کوئی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، مگر کل کے مرڈوں سے آج پانی کا پیالہ دینے والا کوئی آگے نہ بڑھا۔

مائی طوعہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ لے کر باہر آئی۔ آپ کو پانی دیا۔ امام نے ہونٹوں سے لگایا تو خون سے بھر گیا۔ دوبارہ مائی صاحبہ نے پانی پیش کیا۔ آپ نے ہونٹوں سے لگایا تو وہ بھی خون سے بھر گیا۔ تیسری بار پھر مائی طوعہ نے ہمت کی اور پانی پیش کیا، مگر خون سے بھر گیا۔ اس لیے کہ ہونٹ کٹ چکا تھا۔ آپ نے فرمایا، مائی طوعہ اللہ تعالیٰ تجھے اس کی جزا عطا فرمائے۔ مجھے تو اب پانی جنت میں ہی ملے گا۔ ابھی آپ نے یہ کہا تھا کہ کسی ظالم نے پیٹھ پر نیزہ مارا۔ آپ گر گئے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ کو ابن زیاد کی طرف جانے کو کہا، جب آپ دارالامارت کے دروازے سے گزرنے لگے، خون بہہ رہا تھا۔ تلاوت قرآن فرماتے ہوئے اس آیت کا ورد فرما رہے تھے،

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ۔ (الاعراف - آیت ۸۹)

کہ دروازے کے پیچھے چھپے ہوئے سپاہیوں نے تلوار چلائی اور وار کر کے امام مسلم رضی اللہ عنہ کو انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰

(روضۃ الشہداء، صفحہ ۲۷۳، سوانح کربلا صفحہ ۸۶)

بڈھی پیالہ بھر کے لیا مسلم شاہ ول کردی ۔۔۔ اوہ وی وچ نصیب نہ ہویا واہ واکھیڈ امری

حکم کیتا وچ دروازے دے رکھتے قدم اگیرے ۔۔۔ جلدی اُٹھ کے مسلم شاہ دے کر ٹوٹے بیرے

حضرت مسلم شاہ جاں اندر قدم مبارک پایا ۔۔۔ چھپیاں ہویاں حملہ کیتا سید قتل کرایا

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقتِ شہادت تین وصیتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے جب دیکھا کہ میں زخموں سے چُور چُور ہو گیا ہوں اور امید زیست منقطع ہو چکی ہے، تو اس وقت یہ وصیتیں ارشاد فرمائیں،

ا۔ میں کوفہ میں سات صد درہم کا قرضدار ہوں۔ میرا گھوڑا نعمان بن بشیر کے پاس ہے،

میرا گھوڑا اور اسلحہ لے کر دونوں کو فروخت کر دینا اور میرا قرض ادا کر دینا۔
۲۔ میرے قتل کے بعد میرے جسم کو دفنا دینا۔
(ابن زیاد نے کہا ہم جو چاہیں گے وہی کریں گے)
۳۔ میری وصیت ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط بھیج دینا' جس میں میرے شہید ہونے کی اطلاع لکھی ہوئی ہو اور یہ بھی کہ آپ کوفہ ہرگز نہ آئیں اور نہ ہی ان لوگوں کے قریب میں آئیں۔ (روضۃ الشہداء ص۲۴۳)

دُوسری روایت

ایک اور روایت میں ہے کہ ابن زیاد نے اہل مجلس سے کہا وہ کون ہے جو امام مسلم (رضی اللہ عنہ) کو چھت پر لے جائے اور اُن کا سر کاٹ دے۔ بکیر ابن حمران کے بیٹے نے کہا، امیر یہ کام میرے حوالے کر دو۔ یہ ظالم حضرت امام کو چھت پر لے گیا۔ اُس وقت آپ درود شریف کا ورد کر رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے، رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ۔ (الاعراف آیت ۸۹)
آپ جب چھت پر پہنچے، تو چہرہ کعبہ شریف کی طرف کیا اور فرمایا، اے امام حسین آپ مسلم بن عقیل کے حال سے واقف ہیں۔ اے ابن رسول اللہ! میری تمنا تھی کہ ایک بار آپ کی زیارت کروں' مگر زندگی نے وفا نہ کی۔ جلاد نے تلوار چلا کر آپ کے جسم انور کو چھت سے نیچے گرا دیا اور سر کاٹ کر ابن زیاد کو پیش کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۰ (روضۃ الشہداء ص۲۴۴، سوانح کربلا)

حضرت ہانی کی شہادت

امام مسلم کی شہادت کے بعد محمد ابن اشعث نے حضرت ہانی کے متعلق ابن زیاد سے کہا جانتے ہو کہ ہانی کا مرتبہ اس کی قوم اور اس شہر میں کیا ہے؟ ہانی کی قوم جانتی ہے کہ میں اور میرے دو ساتھی ہانی کو تمہارے پاس لائے تھے۔ خدا کے لیے اسے معاف کر دو' ورنہ اس کی قوم مجھ سے انتقام لے گی' مگر ابن زیاد نے اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت ہانی کو شہید کر دیا اور سر مبارک یزید کے پاس دمشق روانہ کر دیئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۰ (روضۃ الشہداء فارسی ص۔ سوانح کربلا ص۔ سر الشہادتین)
(طبری ص۲۸۵ ج۴)

شہادت فرزندانِ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ خُصُوْصًا عَلَی الَّذِیْنَ ظُلِمُوْا وَقُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مِنْ اَہْلِ بَیْتِہٖ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَصْحَابِہٖ وَصُلَحَاءِ اُمَّتِہٖ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ط

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ہٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَہْلُہَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ۝ (پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۷۵)

ترجمہ: "اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے ۔ یہ دُعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔"

محترم حضرات! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے وعدہ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! جب کسی بستی کے کمزور مردوں، عورتوں اور ناتواں بچوں پر ظالم اپنے ظلم توڑ رہے ہوں اور وہ کمزور لوگ اللہ تعالیٰ سے التجائیں کر رہے ہوں کہ اے اللہ! ہماری مدد کے لیے کسی مددگار کو بھیج دے اور ہمیں ان ظالموں کے ظلم کے پنجے سے نجات دلا تو تمہاری جرأت ایمانی جوش میں کیوں نہیں آتی اور تم ان کمزوروں کی مدد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کیوں نہیں کرتے؟

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے وقت دونوں فرزندوں کو قاضی شریح کے یہاں بھیج دیا تھا اور کہلوا دیا تھا کہ ان کو بحفاظت مدینۃ الرسول بھیج دینا۔ جب حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو ابن زیاد نے گلی گلی منادی کرائی کہ جو کوئی فرزندانِ مسلم کو میرے پاس لائے گا وہ انعام بے حد پائے گا اور اگر کوئی انہیں اپنے گھر میں چھپائے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اب تلاش فرزندانِ مسلم میں گلی گلی تلاشی شروع ہو گئی۔

قاضی صاحب نے دونوں صاحبزادوں کو پیار کیا اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ صاحبزادوں نے جب قاضی صاحب کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو پوچھا چچا جان! آپ اس طرح پیار فرما رہے ہیں اور سروں پر ہاتھ ایسے پھیر رہے ہیں جیسے یتیموں کے سروں پر پھیرا جاتا ہے، کیا کہیں ہم یتیم تو نہیں ہو گئے؟ قاضی صاحب کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور کہنے لگے کہ واقعی تم یتیم ہو گئے ہو۔ یہ سُن کر شہزادوں پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور باپ کے شہید ہونے کی خبر سُن کر رونے لگے ؎

صاحبزادے رون لگے سُن کے درد سارا
ہائے ہائے باپ پیارے تاہیں ملے نہ جاندی وارا
کول نہ ساڈا بابا چاچا درد ونڈاوے جیہڑا
بابا بابا کر کے رووں پے گیا سخت نکھیڑا

قاضی صاحب نے دونوں صاحبزادوں کو گلے سے لگایا اور الوداع کرتے ہوئے کہا، اللہ تمہیں دشمنوں سے بچائے اور بخیر و خوبی مدینہ طیبہ پہنچائے۔ قاضی صاحب نے ہر ایک کی کمر کے ساتھ پچاس پچاس دینار سونے کے باندھ دیئے اور اپنے بیٹے اسد کو بُلا کر کہا، میں نے سُنا ہے کہ دروازہ عراقیین سے ایک قافلہ مدینہ منورہ جانے والا ہے، اُن کو وہاں لے جاؤ اور کسی ایسے آدمی کے سپرد کرو جو محب اہل بیت ہو اور انہیں بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے۔ اسد رات

کی تاریکی میں دونوں شہزادوں کو لے کر باب العراقین آیا تو پتہ چلا کہ قافلہ جا چکا ہے۔ اسد دونوں بچوں کو ساتھ لے کر اسی راستے پر چلا جس پر قافلہ جا رہا تھا، تھوڑی دور چلے تو گرد کار دکھائی دی معلوم ہوئی۔ گرد دیکھ کر اسد کہنے لگا۔ یہ گردِ کارواں ہے تم جلدی کرو اور دوڑ کر قافلے سے جا ملو۔ کافی دیر چلتے رہے، مگر وہ گرد بھی غائب ہو گئی اور قافلہ بھی نہ ملا۔ قافلہ بہت دُور جا چکا تھا۔ جب شہزادے قافلے کی طرف روانہ ہوئے تو اسد واپس آ گیا۔ غرض دونوں ستم رسیدہ صاحبزادے رات بھر چلتے رہے۔ ننھے ننھے پاؤں میں آبلے پڑ گئے، چلتے چلتے تھک گئے، گشت کرنے والے چوکیداروں نے پکڑ لیا اور کوتوال بد خصال کے حوالے کیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ شہزادگانِ امام مسلم ہیں تو ابن زیاد کے پاس بھیج دیا اور ابن زیاد نے دونوں کو جیل میں ڈال دیا اور یزید کو خط لکھا کہ امام مسلم کے قتل کے بعد ان کے سات آٹھ سال کے دو بیٹوں کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ حکم دیا جائے کہ میں انہیں قتل کر دوں یا آزاد کر دوں یا کہ آپ کے پاس بھیج دوں؟ ابن زیاد نے یہ خط لکھ کر ایک آدمی کو دے کر دمشق روانہ کر دیا (روضۃ الشہداء ص ۲۲۷)

داروغۂ جیل کی ہمدردی

داروغۂ جیل مشکور محبِ اہل بیت تھا۔ جب دونوں بچوں کو اس کے سپرد کیا تو اس نے انہیں کھانا کھلایا اور دن بھر ان کی خدمت میں مشغول رہا، اپنے پاس سلایا اور رات کے وقت قید خانہ سے باہر نکال کر قادسیہ کی راہ پر پہنچایا اور اپنے ہاتھ کی انگوٹھی بطورِ نشانی دے کر کہا کہ تم قادسیہ میں میرے بھائی کے پاس چلے جانا، وہ تمہیں بڑی تعظیم و تکریم سے اپنے پاس ٹھہرائے گا اور بحفاظت مدینہ طیبہ پہنچا دے گا۔ دونوں شہزادوں نے مشکور کو دعا دی اور دونوں چل پڑے اور چلتے چلتے تھک گئے۔ مگر قضا و قدر کے نافذ شدہ احکام بندوں کی تدابیر سے نہیں بدل سکتے۔ رات بھر چلتے رہے، پاؤں تلے کانٹے چبھ گئے۔ راستہ بھول گئے جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ ابھی اسی شہر میں ہیں۔

بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا، بھائی ابھی تو ہم اسی شہر میں ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی

بدبخت ہمیں دیکھ لے اور ہم گرفتار ہو جائیں۔ بائیں ہاتھ ایک کھجوروں کا باغ نظر آیا۔ اس باغ میں چلے گئے۔ چشمے کے کنارے پر ایک پرانا درخت جو اندر سے کھوکھلا تھا اس میں بیٹھ گئے اور خیال کیا کہ جب رات ہوگی پھر سفر کریں گے تھکے ماندے سو گئے۔ ایک عورت پانی بھرنے آئی تو چشمے میں دونوں کا عکس پانی میں دیکھ کر گھبرائی۔ نظر اٹھائی تو دیکھا کہ دو ننھے منے بچے درخت کے خول میں بیٹھے ہیں۔ قریب آئی اور کہا بچو! بتاؤ کس کے لخت جگر ہو اور کس باغ کے اقبال کے نونہال ہو اور اس قدر کیوں خستہ حال ہو اور تمہارا باپ کون ہے۔ جب باپ کا نام سُنا تو دونوں رونے لگے۔ لونڈی نے کہا معلوم ہوتا ہے تم دونوں امام مسلم کے نورِ نظر ہو، فکر نہ کرو میں اُس عورت کی لونڈی ہوں جو اہل بیت سے سچی محبت رکھتی ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنی مالکہ کے پاس لے چلوں۔ دونوں شہزادے اس کے ساتھ ہو لئے۔ کنیز نے اس خاتون کو سارا واقعہ سنا دیا۔ اُس نیک سیرت عورت نے گود میں لے کر پیار کیا، کھانا پکا کر کھلایا اور فرش بچھا کر اُن کو سُلا دیا اور لونڈی سے کہا یہ راز پوشیدہ رکھنا۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۲۷۹)

داروغۂ جیل کی شہادت

ابن زیاد کو صبح خبر ہو گئی کہ مشکور نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے مشکور کو بلا کر پوچھا، تو نے فرزندانِ مسلم کے ساتھ کیا کیا ہے ؟

مشکور نے کہا رضائے الٰہی کے لیے میں نے انہیں چھوڑ دیا ہے ؟ اور اس نیک عمل سے اپنے ایمان کو مضبوط کر لیا ہے۔

ابن زیاد ، تو مجھ سے ڈرا نہیں ؟

مشکور ، خدا سے ڈرنے والا کسی اور سے نہیں ڈرتا۔

ابن زیاد ، ان کے رہا کرنے سے تجھے کیا ملا ؟

مشکور ، اے ظالم! ان کے باپ کو شہید کرنے کے بعد ان یتیم بچوں کو جیل میں ڈالنے کا حق تجھے کس نے دیا ہے۔ تجھے تو کچھ نہ ملے گا مگر مجھے یقین ہے کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی شفاعت نصیب ہو گی۔

ابن زیاد: تجھے ابھی اور اسی وقت سزا دیتا ہوں۔

مشکور: میری ہزار ہا جانیں ان پر فدا ہیں۔

ابن زیاد نے جلاد سے کہا: اسے لکڑی کے ستون میں باندھ کر پانچ صد کوڑے مارو اور پھر سر گردن سے جدا کر دو۔

جلاد نے جب پہلا کوڑا مارا تو حضرت مشکور نے کہا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

دوسرا کوڑا مارا تو فرمایا: الٰہی! مجھے صبر دے۔

تیسرے کوڑے پر کہا: الٰہی مجھے معاف فرما دے۔

چوتھے کوڑے پر فرمایا: الٰہی! مجھے فرزندانِ رسول کی محبت میں یہ سزا مل رہی ہے۔

پانچویں پر کہا: الٰہی! مجھے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اہلِ بیت کرام کے پاس پہنچا دے ۔ پانچویں کوڑے کے بعد حضرت مشکور خاموش ہو گئے ۔ پانچ صد کوڑے پورے ہوئے تو آنکھیں کھول کر کہا: مجھے ایک گھونٹ پانی دے دو۔

ابن زیاد نے کہا: پانی مت دو اور اس کا سر کاٹ دو۔

آپ نے فرمایا: مجھے حوضِ کوثر سے پانی ملے گا ۔ اس کے بعد جلاد نے اپنا کام پورا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۲۷۹)

؎ یک جان چہ بود ہزار جان بایستے
تا جملہ بیک بار برو افشانم

؎ جو شہید خدا دی راہ وچ پا گئے درجے بھارے
ظلم خریدلیا ظالم نے بیچ دوزخ نارے

تقدیرِ الٰہی درود فرمشکور اہل بیت کی محبت میں شہید تو ہو گیا مگر تقدیرِ الٰہی میں جو بھتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے ۔ وہ نیک سیرت عورت دن بھر

دل و جان سے بچوں کی خدمت میں مشغول رہی اور رات کو ایک علیحدہ کمرے میں سلا دیا اور خود دوسرے کمرے میں جاکر سوگئی تو اُس کا تھکا ماندہ شوہر حارث گھر میں داخل ہوا۔ خاتون نے پوچھا: تم سارا دن کہاں رہے اور اتنی تاخیر سے کیوں آئے؟ حارث نے کہا، صبح جب امیر کوفہ کے ہاں گیا تو منادی ہو رہی تھی کہ مشکوریہ نے امام مسلم کے بیٹوں کو جیل سے رہا کر دیا ہے' جو اُن کو یا اُن کی خبر کو امیر کے پاس لائے گا' اُسے انعام و خلعت سے نوازا جائے گا۔ لوگ اُن کی تلاش میں نکلے تو میں بھی اُن کی تلاش میں نکل پڑا اور پورا دن انتہائی کوشش میں مصروف رہا' یہاں تک میرا گھوڑا بھی مرگیا، مگر پھر بھی میں پاپیادہ تلاش کرتا رہا' لیکن اپنا مقصد حاصل نہ کرسکا۔ (روضۃ الشہداء، ص ۲۸۱)

میاں بیوی کا مباحثہ

عورت نے کہا بندۂ خدا' خدا تعالیٰ سے ڈر! تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندان سے کیا کام؟

حارث نے کہا، خاموش رہ، ابن زیاد نے مال و خلعت اور انعام بیکراں کا وعدہ کیا ہے۔

خاتون نے کہا، یہ جواں مردی نہیں کہ دو یتیم بچوں کو پکڑ کر دشمن کے سپرد کر دیا جائے' اور فانی دنیا کی خاطر دین کو ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے۔

حارث نے کہا: تجھے ان باتوں سے کیا غرض؟ اگر کھانا ہے تو لاؤ تاکہ کچھ کھا کر سو جاؤں۔

خاتون پریشان حال اٹھی اور کھانا لے آئی۔ وہ بدبخت تھکا ماندہ آیا تھا، کھانا کھا کر سو گیا۔

(روضۃ الشہداء فارسی، ص ۲۸۱)

فرزندانِ مسلم کا خواب

جب آدھی رات کا وقت ہوا تو بڑے بھائی حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جگایا اور کہا، بھائی! اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ ہمیں بھی شہید کر دیا جائے گا۔ میں نے خواب میں ابھی ابھی ابا جی کو دیکھا کہ وہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی مرتضیٰ' فاطمہ زہرا اور حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ بہشت بریں میں ٹہل رہے ہیں۔ اچانک حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر ہم دونوں پر پڑی' تو دیکھ کر ابا جان سے فرمایا، اے مسلم!

تم نے کیسے برداشت کر لیا کہ خود تو چلے آئے اور دونوں بچوں کو ظالموں کے پاس چھوڑ آئے؟ ابا جان نے ہماری طرف دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آنے والی صبح کو وہ ہمارے پاس ہوں گے۔ یہ سُن کر چھوٹے بھائی نے کہا: بھائی جان! اللہ کی قسم! میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ پھر دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی گردن میں بازو ڈال دیئے اور یہ کہہ کر رونے لگے، وَا وَیْلَاہُ وَا مُسْلِمَاہُ۔

جب رونے کی آوازیں حارث نے سُنی تو اپنی بیوی کو آواز دی اور پوچھا، یہ چیخ وپکار کیسی ہے؟ عورت بیچاری سہم گئی اور کچھ جواب نہ دیا۔ خود اُٹھ کر چراغ جلایا اور اس کمرے میں گیا جہاں دونوں شہزادے رو رہے تھے۔ حارث نے کہا: تم کون ہو؟ شہزادوں نے محبانِ اہل بیت کا گھر سمجھتے ہوئے برملا صاف بتا دیا کہ ہم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں۔ حارث نے کہا: تعجب ہے تم میرے گھر میں ہو اور میں جہان بھر کی خاک چھان آیا ہوں۔ یہ سُن کر اور اس ظالم کے تیور دیکھ کر بچے سہم گئے۔ اس سنگدل نے دونوں شہزادوں کے رخساروں پر طمانچے لگاتے اور زلفوں کو ہاتھوں میں لے کر کھینچتا ہوا باہر لے آیا اور دوسرے کمرے میں لا کر، تالا لگا کر بند کر دیا۔

نیک سیرت عورت نے ظالم شوہر کے پاؤں پر سر رکھ کر گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا۔ خدا کے لیے ان غریب الوطن یتیم بچوں پر ترس کھا۔ وہ کہنے لگا، خبردار خاموش ہو جا ورنہ تجھے بھی قتل کر دوں گا۔ وہ بیچاری سہم کر خاموش ہو گئی۔ (روضۃ الشہداء صلا۲۸)

حارث کے غلام کی شہادت

جب صبح روشن ہو گئی تو سیاہ رُو سیاہ دل اور سیاہ بخت سنگدل حارث اٹھا اور تلوار ہاتھ میں لی اور ان دونوں بچوں کو ساتھ لے کر چلا۔ جب عورت نے دیکھا تو ننگے سر اور ننگے پاؤں دوڑتی ہوئی اُس کے پاس آ پہنچی اور منت سماجت کی کہ خدا کے لیے ان ننھی کلیوں کو چھوڑ دے۔ بد بخت نے تلوار کھینچ کر کہا: پیچھے ہٹ جا۔ وہ عورت تلوار کے ڈر سے پیچھے ہٹی تو وہ دونوں کو لیکر فرات کے کنارے پہنچ گیا۔ وہ عورت بھی دوڑ کر فرات کے کنارے جا پہنچی۔ اتنے میں حارث کا

ایک غلام جو اُس کے بیٹے کا رضاعی بھائی بھی تھا، جب اُس کو معلوم ہوا وہ بھی دوڑتا ہوا آپہنچا۔ حارث نے کہا یہ تلوار لے اور ان کو شہید کردے۔ غلام نے کہا، میں ان بے گناہ بچوں کو کس طرح قتل کروں ؛ حارث نے سختی سے کہا میرا حکم مان۔ اُس نے انکار کردیا اور کہا مجھ میں ان کے قتل کرنے کی ہمت نہیں اور مجھے سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حیا آتی ہے۔ حارث نے کہا، اگر تو انہیں قتل نہیں کرے گا، تو میں تمہیں قتل کردوں گا۔ حارث فن حرب میں ماہر تھا۔ اُس نے ہاتھ مارا اور غلام کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا۔ غلام نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور دونوں لڑنے لگے۔ آخر ظالم نے اپنے غلام کو شدید زخمی کردیا۔ اتنے میں اس کی بیوی اور لڑکا بھی آگئے۔ لڑکے نے کہا، اے باپ ! یہ میرا رضاعی بھائی ہے، اسے مارتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔ حارث نے اپنے بیٹے کو جواب نہ دیا اور غلام پر ایک ایسا وار کیا کہ وہ جامِ شہادت نوش کر کے جنت میں چلا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (روضۃ الشہداء صـ ۲۸۲)

نیک بخت بیٹا

حارث کے بیٹے نے کہا، اے باپ ! تجھ سے زیادہ سنگدل میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ حارث نے کہا، اپنی زبان روک اور یہ تلوار لے اور ان دونوں کے سر قلم کر۔ بیٹے نے کہا، خدا کی قسم ! یہ کام میں ہرگز نہیں کروں گا اور نہ یہ کام تجھے کرنے دوں گا۔ اُس کی بیوی نے رو کر کہا ان یتیم بچوں کے خون کا وبال اپنے سر نہ لے اگر تو نے انہیں چھوڑنا نہیں تو ابن زیاد کے پاس لے جا، تیرا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ کہنے لگا، اگر میں انہیں شہر میں لے گیا، تو لوگ شور مچائیں گے اور مجھ سے چھین لیں گے اور میری محنت ضائع ہو جائے گی۔ ظالم تلوار اٹھاتے ہوئے چمنستانِ رسالت کے ان پھولوں کی طرف بڑھا۔ بیوی دوڑ کر حائل ہوگئی اور کہا، اے ظالم ! روزِ قیامت سے ڈر اور چمنستانِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِن کلیوں پر تلوار مت چلا۔

جس وقت نمودار ہوئے صبح کے آثار   پھر لے کے چلا ہائے یتیموں کو جفاکار
چلاتی چلی پیچھے ضعیفہ جگر افگار   بن باپ کے بچے ہیں ظالم نہ انہیں مار

کیوں فاطمہ زہرا کو رُلاتا ہے کفن میں   دو پھول تو ہیں دو محمد کے چمن میں

ظالم سنتے ہی تھا تلوار چلائی اور بیوی کو زخمی کر دیا۔ حارث دُوسرا وار کرنا چاہتا تھا کہ حارث کے بیٹے نے چھلانگ لگائی اور اپنے باپ کو پکڑ کر کہا۔ اے باپ! ہوش کر۔ ظالم نے تلوار چلائی اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ جب بیٹے کو مرا ہوا دیکھا اور بیوی کو زخمی پایا تو قوتِ برداشت نہ رکھتے ہوئے شور مچانے لگا۔

شہزادوں کی شہادت

اور پھر حارث شہزادوں کے پاس آیا تو انہوں نے کہا اے حارث! اگر تجھے یہ خوف ہو کہ لوگ ہمیں ابن زیاد تک نہ جانے دیں گے، تو ہمیں فروخت کر دے اور مال حاصل کرلے۔ اُس ظالم نے کہا، میں تمہیں ضرور قتل کروں گا۔ شہزادوں نے کہا ؎

کی قصور اساں تھیں ہویا، کی گناہ کمایا

آل نبی دی قتل کراویں تینوں ترس نہ آیا

نام خدا دے دیہہ اجازت مکے اندر جائیے

رہ وچہ فراق پدر دے اپنا وقت لنگھائیے

شہزادگان: ہمارے بچپن پر رحم کر۔

حارث: میرے دل میں رحم نہیں ہے۔

شہزادگان: ہمیں چھوڑ تاکہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیں۔

حارث: خدا کی قسم نہیں چھوڑوں گا۔

شہزادگان: خدا کے نام پر چھوڑ دے تاکہ ہم اسے سجدہ کریں۔

حارث: ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

شہزادگان: یہ ظلم و جفا تو ہمارے ساتھ کیوں کر رہا ہے؟ نہ کوئی ہماری فریاد سُن رہا ہے اور نہ کوئی مدد کو آسکتا ہے اور نہ ہی کوئی ہمیں چھڑانے والا ہے؟

حارث بدبخت نے تلوار اُٹھائی تو بڑے بھائی نے کہا، پہلے مجھ پر تلوار چلا میں اپنے چھوٹے بھائی کو شہید ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ چھوٹے نے کہا، پہلے مجھ پر وار کر سے

کی بڑے بھائی نے قاتل کی بہت اس آن
تجھ سے اک عرض میں کرتا ہوں اگر تو لے مان
سر میرا پہلے اگر کاٹے تو بڑا ہو احسان
چھوٹے بھائی پہ میں قربان میرا سر قربان
شوق سے اور سر اک ایذا و صدمہ دکھلا
پر نہ بھائی کا مجھے ننھا سا لاشہ دکھلا
ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے بھائی پر
بالائے زمیں کٹ کے ستارا سا گرا سر
دریا میں ستمگار نے پھینکا ی لاش اطہر
چلا کے چھوٹے نے کہا ہائے برادر
مادر کو پکارا، کبھی بابا کو پکارا
جلاد نے تن پر سے سر اُس کا بھی اتارا

الغرض ظالم مردود نے تلوار چلائی اور دونوں معصوموں کو شہید کر دیا اور سروں کو تن سے جدا کر کے لاشے دریا میں پھینک دیئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

(روضۃ الشہداء فارسی صہ ۲۸۳، سر الشہادتین)

حارث کا انجام

جب حارث لعنۃ اللہ علیہ چمنستانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نونہالوں کے سروں سے الگ کر چکا تو ایک تھیلے میں ڈال کر سورج بلند ہوتے ہی ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا۔ ابن زیاد نے کہا تھیلے میں کیا ہے؟ کہا تمہارے دشمنوں کے سروں کو تلوار سے جدا کر کے تمہارے پاس لایا ہوں اب مجھے میرا انعام دیا جائے۔ ابن زیاد نے کہا ان کو صاف کر کے طشت میں رکھ کر میرے سامنے لایا جائے۔ جب سامنے رکھ دیا گیا تو دیکھا کہ چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا، میں نے یزید کو لکھا ہے کہ ان شہزادوں سے کیا سلوک کروں؟ اگر جواب آ گیا کہ زندہ بھیج دیں۔ تو پھر کیا ہو گا؟ ابن زیاد کو اپنی فکر دامن گیر ہوئی اور کہا ہے کوئی محب اہل بیت جو ان سے محبت رکھتا ہو۔ ایک شخص مقاتل نامی اُٹھا۔ ابن زیاد نے کہا اُسے وہاں فرات کے کنارے لے جا، جہاں اس نے بچوں کے سر قلم کئے ہیں اور جہاں اُن کے جسم ہیں۔ مقاتل

حارث کا ہاتھ پکڑ کر باہر لایا اور ساتھیوں سے کہنے لگا اگر ابن زیاد مجھے ساری بادشاہی دے دیتا تو بھی اتنی خوشی نہ ہوتی، جتنی اس کو قتل کر کے ہوگی۔

مقاتل، حارث کو پکڑ کر اس مقام پر لے کر پہنچا، تو دو جوانوں کے لاشے اور ایک عورت زخمی دیکھی۔ اس عورت نے مقاتل کو بتایا کہ ان میں ایک میرا بیٹا اور ایک غلام ہے جو شہزادگان کو چھڑاتے وقت شہید ہوگئے ہیں اور میں اس بدبخت کی بیوی ہوں۔ پھر بدبخت حارث کو مخاطب کر کے بولی: اے ظالم! بتا تجھے کیا ملا کہ تو نے شہزادگان کو شہید کر دیا اور اپنی جان بھی گنوائی اور مقاتل سے کہا اس کو اچھی طرح سزا دے کر قتل کرنا۔

مقاتل سے حارث نے کہا، دس ہزار درہم لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ اس نے کہا اے حارث! تم اگر ساری دُنیا کی دولت بھی دے دو، تب بھی نہیں چھوڑوں گا۔ بہرکیف پہلے حارث کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ پھر اُس کے دونوں پاؤں قطع کئے۔ اس کے بعد اُس کے کان اور آنکھیں نکال دیں اور پھر قتل کر کے اُسے فرات میں پھینک دیا۔ دریا کے پانی نے اُسے تین بار باہر پھینکا۔ ایک گڑھے میں ڈالا تو زمین لرز گئی اور باہر پھینک دیا اور پھر یوں ہی پڑا رہا۔ (لعنۃ اللہ علیہ) (روضۃ الشہداء ص۲۸۵)

بچوں کی کرامت

شہزادگان کے لاشے فرات کے کنارے نظر آئے تو سرانِ مبارک کو پانی میں ڈال دیا۔ بڑے بھائی کا سر بڑے لاشے کے ساتھ اور چھوٹے بھائی کا سر چھوٹے لاشے سے جا ملا اور فرات کے کنارے سے دونوں کو نکال کر اور قبر تیار کر کے دفن کر دیا گیا، جو اب تک مرجع خلائق اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ (روضۃ الشہداء ص۲۸۴)

باغِ جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلِ بیت	تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلِ بیت
اہلِ بیت پاک سے گستاخیاں بیباکیاں	لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہلِ بیت
بے اجازت جن کے گھر جبریل بھی آتے نہیں	قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت

روانگی حضرت امام عالی مقام علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْاَطْیَبِیْنَ خُصُوْصًا عَلَی الَّذِیْنَ مَکَّنَّھُمُ اللّٰہُ فِی الْاَرْضِ فَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ مِنْ اَھْلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ (پ الحج آیت ۴۱)

ترجمہ: "وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لیے سب کاموں کا انجام ہے۔"

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندوں کی صفت بیان فرماتا ہے کہ اگر اُن کو دنیا میں حکومت و اقتدار میں حصہ میسر آجائے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون اور شریعت کو لاگو کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں، لوگوں کو بُرائیوں سے منع کرتے ہیں اور نیکیوں کی تلقین کرتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید تخت نشین ہوا۔ یزید ایک شرابی، زانی اور فاسق و فاجر شخص تھا اس کا فسق و فجور ظاہر و باہر تھا۔ لہٰذا عالمِ اسلام بالخصوص کوفہ میں اُس کی حکومت کے خلاف نفرت کا اظہار کیا گیا اور امام عالی مقام کی بارگاہ میں التماس کیا گیا کہ اگر آج آپ نے عالمِ اسلام کی اس ڈوبتی ناؤ کو سہارا نہ دیا تو عالمِ اسلام تباہی و بربادی کا شکار ہو جائے گا اور کل بروز قیامت ہم اس تباہی و بربادی کو آپ کی طرف سے نگاہِ شفقت نہ فرمانے کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں شکایت کریں گے لہٰذا اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے امام عالی مقام نے مکّہ سے کوفہ کا سفر فرمایا اور معرکہ کربلا میں حق کی حفاظت کرتے ہوئے اپنا تن من دھن اور گھر بار سب کچھ راہِ خدا میں قربان کر دیا۔

کوفیوں کے مُسلسل خطوط اور وفود کے آنے پر امام عالی مقام نے حالات کی تحقیق کے لیے حضرت مُسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ بھیجا تھا۔ امام مسلم رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کی عقیدت و محبت کو دیکھ کر امام عالی مقام کی بارگاہ میں خط لکھ بھیجا کہ یہاں کے لوگ آپ کے قدوم میمنت لزوم کے مشتاق ہیں۔ ہزاروں افراد نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے' اس لیے خط ملتے ہی تشریف لے آئیں۔ امام عالی مقام نے اس اطلاع کے بعد کوفہ جانے کا عزم فرمایا۔ آپ کے محبین و مخلصین آپ کے جانے پر راضی نہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تنہائی میں آپ سے ملاقات کی اور عرض کی: میں نے سُنا ہے کہ آپ کوفہ جا رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ آپ عراق کی طرف نہ جائیں۔ اہلِ کوفہ کے عہد و پیمان پر آپ توجہ نہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: مسلسل خطوط کے بعد اب میرے بھائی کا خط آگیا ہے' اس لیے مجھ پر اتمامِ حجت کے طور پر جانا ضروری ہے۔ اگر میں نہ جاؤں تو کل اللہ تبارک و تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اگر اہلِ کوفہ گورنر شہر کو کوفہ سے نکال کر وہاں کی حکومت پر قابض ہو جاتے' تو پھر آپ کا وہاں جانا درست تھا۔ اور اگر ایسا نہیں' تو پھر آپ کا کوفہ جانا درست نہیں اور آپ کو یزید کے لشکر سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا: میں اس بات پر غور کروں گا اور کل غور و فکر کے بعد جواب دوں گا۔ دوسرے دن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ سے عرض کی اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے کیا سوچا؟ آپ نے فرمایا: میں نے عراق کے سفر کا عزم کر لیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اے امام! اگر آپ نے ضرور جانا ہی ہے' تو ملکِ یمن میں تشریف لے جائیں' وہاں محبانِ اہلبیت موجود ہیں۔ وہاں جا کر اطراف کے لوگوں کو دعوتِ بیعت بھیجیں تاکہ ایک لشکر قائم ہو جائے۔

امام عالی مقام نے فرمایا: میں ارادہ کر چکا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا، اگر ضرور جانا ہے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔ آپ نے فرمایا: میں ان کو کہاں چھوڑوں بہتر یہی ہے کہ یہ میرے ساتھ جائیں۔

فُرَزْدَقْ شاعر سے مُلاقات

امام عالی مقام ۳ ذوالحجہ ۶۰ھ کو اپنے اہل بیت و خدام کے ساتھ ۸۲ افراد کے ہمراہ کوفہ روانہ ہوئے۔ (صواعق محرقہ ص۱۹۵)

جب آپ مکہ مکرمہ سے نکلے تو اہل مکہ میں کہرام مچ گیا۔ آپ راستے کی صعوبتوں سے ہمکنار ہوتے ہوئے مقام صفاح پر آپ پہنچے، تو فُرَزْدَقْ شاعر کو عراق کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا۔ جب فرزدق کی نظر آپ کے چہرہ پر پڑی، تو سواری سے اتر کر آگے بڑھا اور آپ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا، فرزدق اہل کوفہ کس حال میں ہیں؟

فرزدق نے عرض کی، ان کے دل آپ کی طرف مائل ہیں، کیونکہ آپ حق پر ہیں اور اُن کی تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں، کیونکہ وہ مال دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، تو نے سچ کہا۔ لِلّٰہِ الْاَمْرُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ۔" معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" یہ فرما کر فرزدق کو رخصت کیا۔ (صواعق محرقہ ص۱۹۴ روضۃ الشہداء ص۱۹۱ سوانح کربلا، طبری ص۲۹۰)

امام پاک کے قاصد کی شہادت

جب آپ مقام حاجر (بطن الرمہ) میں پہنچے، تو آپ نے ایک خط قیس بن مسہر کو دے کر کوفہ روانہ کیا۔ اس خط میں آپ نے لکھا کہ مجھے مسلم بن عقیل کا خط ملا، جس میں تمہارے شوق اور آرزو کے بارے میں معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری کوشش کو ضائع نہ کرے۔ میں یہ خط وادی الرمہ سے تمہیں روانہ کر رہا ہوں اور عنقریب ہم بھی آرہے ہیں۔ والسلام!

قیس آپ کا گرامی نامہ لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا، جب قادسیہ پہنچا تو وہاں پر

حصین بن نمیر کے لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ قیس کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے قیس کو حکم دیا کہ قصرِ امارت پر چڑھ جا اور حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دے۔ (معاذ اللہ) آپ چھت پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا لوگو! حسین ابن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اس وقت خلقِ خدا میں سب مخلوق سے افضل ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لختِ جگر، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نورِ نظر، مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فرزندِ ارجمند ہیں، وہ اس وقت کوفہ کی طرف سفر کر رہے ہیں، اُن کی دعوت قبول کرو۔ اس کے بعد ابن زیاد پر لعنت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے بخشش کی۔ ابن زیاد غضب ناک ہو گیا، اُس نے حکم دیا کہ قیس کو اونچی چھت سے اس طرح گراؤ کہ اُس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، چنانچہ آپ کو اس طرح گرا دیا گیا کہ ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ امام عالی مقام کے قاصد کو اس طرح شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

(روضۃ الشہداء فارسی صـ ۲۹۳)

زہیر بن قین سے ملاقات

امام عالی مقام نے مقام ذرود میں قیام فرمایا تو وہاں قریب ہی ایک خیمہ نظر آیا۔ پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ زہیر بن قین البجلی کا خیمہ ہے، وہ حج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہے ہیں۔ آپ نے اُسے بلایا۔ اُس نے اس بلانے کو ناپسند کیا، مگر چلا گیا۔ ملاقات کی اور قافلہ اہل بیت کا حال دیکھا تو ایک بات یاد آ گئی، تو اپنا خیمہ اکھاڑ کر امام عالی مقام کے خیمے کے قریب نصب کیا اور اپنے خیمے والوں سے کہا جو چاہے چلا جائے اور جو چاہے میرا ساتھ دے۔ سب حیران ہو گئے کہ ماجرا کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا سنو ہم نے بلنجر میں جنگ کی تھی۔ فتح کے بعد بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا، جس سے ہم بہت خوش ہوئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے انہوں نے فرمایا ایک وقت آئے گا اِذَا اَدْرَکْتُمْ شَبَابَ اٰلِ مُحَمَّدٍ فَکُوْنُوْا اَشَدَّ فَرَحًا بِقِتَالِکُمْ

مَعَهُمْ بِمَا اَصَبْتُمْ مِنَ الْغَنَائِمِ فَاَمَّا اَنَا فَاِنِّیْ سَتَوْدِعُکُمُ اللّٰہُ۔
(طبری جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

ترجمہ: "جب تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے جوانوں کے سردار (حضرت حسین) کو پاؤ اور اُن کے ساتھ مل کر اُن کے دشمنوں سے، جنگ کرو گے، تو آج جو تمہیں مال غنیمت کے ملنے پر خوشی حاصل ہوئی ہے، اس سے بھی بہت زیادہ خوشی حاصل کرو گے۔ پس میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔"

چنانچہ وہ امام پاک کے ہمراہ رہے اور کربلا میں جام شہادت نوش فرما کر ابدی خوشیوں سے ہمکنار ہوئے۔ (روضۃ الشہدار فارسی صفحہ ۲۹۳)

شہادت مسلم کی خبر

جب آپ مقام ثعلبہ پر پہنچے تو عبداللہ بن مذری بن مشمعل اسدی کوفہ سے آتے ہوئے آپ سے ملے، تو آپ نے کوفہ کا حال معلوم کیا تو اسدی نے کہا میں کوفہ سے باہر نہیں نکلا، اس وقت تک کہ امام مسلم اور ہانی کی جب تک خبر معلوم نہ کر لوں۔ حضرت امام مسلم اور حضرت ہانی کو شہید کر دیا گیا ہے اور اُن کے سر دمشق بھیج دیئے ہیں۔ یہ المناک واقعہ سُن کر آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا پڑھا۔ بعض روایات میں ہے کہ شاعر فرزدق سے بھی ملاقات ہوئی، اور انہوں نے سارا واقعہ سنا دیا۔ (سر الشہادتین طبری ص ۲۹۹ ج ۳ روضۃ الشہدار صفحہ ۲۹۴)

شہزادیٔ مسلم سے پیار

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ امام مسلم کی چھوٹی بچی بھی تھی۔ جب آپ مقام ثعلبہ پہنچے تو امام مسلم کی صاحبزادی سے آپ نے پیار فرمایا۔ آپ نے شہزادی کے سر پر بار بار پیار سے ہاتھ پھیرا اور از حد پیار کیا۔ صاحبزادی نے فراست سے جان لیا اور عرض کی، اے چچا جان! آپ مجھ سے اس طرح پیار فرما رہے ہیں جیسے یتیموں سے پیار کیا جاتا ہے۔ کیا میرے والد گرامی شہید تو نہیں ہو گئے؟ امام عالی مقام نے جب یہ بات سنی تو آنکھوں سے

آنسو چھلک پڑے اور فرمایا، بیٹی! غم نہ کرو، میں آج سے تیرا باپ ہوں۔ میری بیٹیاں تیری بہنیں اور علی اکبر و علی اصغر تیرے بھائی ہیں۔ اہل بیت کے افراد نے جب یہ بات سنی تو سب رونے لگے اور حضرت امام عالی مقام کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور کوفیوں کی بے وفائی اور امام مسلم کی جدائی کے باعث غم سے نڈھال ہو گئے ؂

روز قیامت میلا ہوسی تیرا مسلم پیارے
ظالم کوفی دغا کمایا' توڑے بھائی چارے

ایک شخص کا روکنا اور آپ کا جواب

حضرت امام عالی مقام کی بارگاہ میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں، آپ واپس لوٹ جائیں، کوفہ میں آپ کا کوئی حامی و مددگار نہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ جو آپ کے داعی ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔ اُن کی بات سن کر امام نے فرمایا، لَاخَيْرَ فِي الْعَيْشِ بَعْدَ هٰؤُلَاءِ۔

ترجمہ: "اُن لوگوں کے بعد زندہ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔"

؂ زندگی بہر دیدن یار است چوں یار نیست زندگی عار است

آپ کے بعض ساتھیوں نے عرض کی کہ واللہ! آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں، جونہی آپ کوفہ تشریف لے جائیں گے اور لوگ آپ کو دیکھیں گے، سب آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ (طبری ج ۴، صفحہ ۳۰۳، روضۃ الشہداء فارسی ۲۵۵)

قادسیہ میں حُر کی آمد

قافلہ جب قادسیہ سے آگے بڑھا تو حُر بن یزید ایک ہزار سواروں کے ہمراہ آپہنچا۔ ظہر کے وقت امام عالی مقام نے اذان کا حکم دیا۔ اذان کے بعد آپ دستۂ حُر کے سامنے تشریف لے گئے اور حمد و ثنا کے بعد یہ تقریر فرمائی:

امام عالی مقام کی تقریر

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ اور تمہارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں خود یہاں نہیں آیا، بلکہ میرے پاس تمہارے خطوط اور قاصد پہنچے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے، آپ ہمارے پاس آئیں تاکہ آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں راہ ہدایت عطا فرمائے، اب میں آیا ہوں۔ تو تم لوگ اپنے قول و قرار پر قائم رہتے ہوئے مجھ سے ایسا عہد و پیمان کرو، جس سے میں مطمئن ہو جاؤں تو تمہارے شہر میں چلوں اور اگر ایسا نہیں ہے، بلکہ تم میرے آنے سے ناخوش ہو تو میں واپس لوٹ جانے کو تیار ہوں۔

یہ سُن کر سب خاموش ہو گئے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا، تو آپ نے مؤذن سے فرمایا کہ اقامت کہو۔ آپ نے حرؓ سے پوچھا، میرے پیچھے نماز پڑھو گے یا کہ الگ۔ اُس نے کہا حضور امامت کروائیں، ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ آپ نے امامت کرائی۔ دوست دشمن سبھی مقتدی تھے۔ سلام کے بعد آپ نے پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔ (طبری ص ۳۰۳)

خطبہ ثانی

لوگو! اگر تم تقویٰ پر رہو اور حقدار کو حق پہنچاؤ، تو یہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ہم اہل بیت ان مدعیان سے حکومت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اِن لوگوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ تم پر ظلم سے حکومت کرتے ہیں، لیکن اگر تم ہم کو ناپسند کرو اور ہمارا حق نہ پہچانو اور تمہاری رائے اب اس کے خلاف ہو گئی ہو جو تم نے مجھے اپنے خطوط میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی تو میں واپس چلے جانے کو تیار ہوں۔"

(طبری جلد ۴ ص ۳۰۳)

حرؓ نے کہا، خدا کی قسم! مجھے ان خطوط اور قاصدوں کا کوئی علم نہیں۔ آپ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا، وہ دونوں تھیلے لاؤ، جن میں ان لوگوں کے خطوط ہیں۔ جب تھیلے لائے گئے۔ آپ نے ان تھیلوں کو سب کے سامنے اُلٹ دیا۔ حرؓ نے کہا، میرا ان خطوط سے کوئی تعلق نہیں، تاہم میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ ایسا راستہ اختیار فرمائیں جو نہ آپ کو کوفہ پہنچائے، نہ واپس لوٹائے۔ میں ابھی ابن زیاد کو خط لکھتا ہوں اور آپ یزید کو لکھیں۔ شاید

اللہ تعالیٰ عافیت کی کوئی صورت پیدا کر دے۔ آپ نے یہ بات منظور کر لی اور قادسیہ سے بائیں طرف مڑ کر چلنے لگے۔ حر بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ (طبری صفحہ ۳۰۴ روضۃ الشہداء صفحہ ۲۹۹)

خطبۂ ثالثہ

اور مقام بیضا پر پہنچ کر آپ نے پر جوش انداز میں تقریر فرمائی:

ترجمہ: "لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے۔ عہدِ خداوندی کو توڑتا اور سنتِ نبوی کی مخالفت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے بندوں پر گناہ و سرکشی سے حکومت کرتا ہے، سو خدا تعالیٰ انہیں اچھا ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کی اور رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے، ملک میں فساد ظاہر کر دیا ہے اور حدودِ شرع کو معطل کر دیا ہے۔ مالِ غنیمت کو اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے۔ میں بہ نسبت کسی اور کے زیادہ حق رکھتا ہوں کہ ان کو بدلوں۔ تمہارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیغامِ محبت لے کر پہنچے۔ تم عہد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی کرو گے، نہ ہی دشمن کے حوالے کرو گے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمہارے لیے راہِ ہدایت ہے، کیونکہ میں حسین بن علی بن فاطمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نواسہ ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے۔ میرے اہل و عیال تمہارے بال بچوں کے ساتھ ہیں۔ مجھے اپنا نمونہ بناؤ اور مجھ سے گردن نہ موڑو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنے عہد و پیمان کو توڑا اور میری بیعت کا حلقہ اپنی گردنوں سے اتار دیا تو میری جان کی قسم! یہ تمہارے لیے کوئی نئی اور انوکھی بات نہ ہوگی، بلکہ اس سے پہلے تم میرے باپ، میرے بھائی اور میرے چچازاد بھائی کے ساتھ ایسا کر چکے ہو، وہ فریب خوردہ ہے جو تم پر بھروسہ کرے، لیکن یاد رکھو تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے اور اب بھی اپنا ہی نقصان کرو گے اور مجھے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔" (طبری ج ۴ صفحہ ۳۰۰)

کوفہ کی فضا جب آپ آگے بڑھے، تو چار شخص ملے، جنہوں نے بتایا کہ کوفہ کی فضا مکدر ہو چکی ہے۔ تمام اشرافِ کوفہ انعام و اکرام کے لالچ میں آکر آپکے خلاف ہو چکے ہیں۔ جب آپ نے اپنے قاصد قیس بن مسہر کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ ابن زیاد بد نہاد نے انہیں شہید کر ڈالا ہے یہ سُن کر امام عالی مقام کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا:

مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔

ترجمہ "بعض ان میں سے مر چکے اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں، مگر جو حق پر ثابت ہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہیں۔"

خدایا ہمارے لیے اور اُن کے لیے جنت کی راہ کھول دے اور اپنی رحمت سے ہمیں اور اُنہیں دار القرار میں جمع فرما۔ (ابن اثیر جلد چہارم صـ۱۷)

ابن زیاد کو آپ کی نقل و حرکت کی خبریں برابر پہنچ رہی تھیں۔ منزل احزاب پر پہنچتے ہی حر کو حکم ملا کہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو گھیر کر ایسے میدان میں اُترنے پر مجبور کر دو، جس میں پناہ لینے کے لیے نہ کوئی قلعہ ہو اور نہ ہی پینے کے لیے پانی مل سکے۔

میدانِ کربلا بالآخر ۲ محرم ۶۱ھ کو یہ قافلہ اس میدان میں اُترا جسے کربلا کہا جاتا ہے، اپنے خیمے لگا دیئے۔ حُر نے بھی آپ کے مقابلے میں اسی میدان میں خیمے نصب کر دیئے۔ اگرچہ حُر کے دل میں اہل بیت کی محبت موجزن تھی مگر ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی رعایت کی تو ایک ہزار سپاہیوں کی موجودگی میں اس کا چھپانا مشکل ہو جائے گا، اور پھر جب ابن زیاد کو معلوم ہوگا تو وہ سخت سزا دے گا، اس لیے حُر ابن زیاد کے حکم پر برابر عمل کرتا رہا۔

بعض روایات میں ہے کہ حُر آپ کا خیر خواہ تھا اس لیے آپ سے خفیہ طور پر مل کر کہا: آپ رات کے اندھیرے میں یہاں سے چلے جائیں، میں آپکا تعاقب نہیں کروں گا۔

پھر جو مجھ پر گزرے گی، میں برداشت کروں گا۔ امام پاک نے رات بھر مع رفقا سفر کیا اور جب صبح ہوئی، تو آپ نے دیکھا کہ جہاں سے رات چلے تھے، وہیں پر ہیں۔ (طبری ص۳۰۹ ج ۴)

خونی زمین

کربل وچوں جان نہ ہووے اوڑک گھوڑے تھک ہارے
اوڑک ہولا یار اونہاں نے جا پھر بھار اُتارے

امام عالی مقام نے اس دشت کی مغموم فضا کو دیکھ کر پوچھا، اس جگہ کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا اسے کربلا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، یہ مقام کرب و بلا ہے۔ یہی ہمارے مال و اسباب کے اترنے اور ہمارے اونٹوں کی جگہ ہے۔ یہی وہ جگہ ہے، جہاں ہمارا خون بہے گا۔ (سر الشہادتین۔ روضۃ الشہداء ص۳۰۰)

دشمن یہاں پہ خون ہمارا بہائیں گے ۔۔۔ زندہ یہاں سے ہم نہ کبھی پھر کے جائیں گے
آلِ نبی کا ہوگا اسی جا پہ امتحاں ۔۔۔ سب تشنہ لب یہاں پہ سرا پنا کٹائیں گے
ہوگا ہر اک شہید یہاں مصطفےٰ کا لال ۔۔۔ اور لاش قتل گاہ سے ہم سب کی لائیں گے

آپ کے فرزند حضرت علی اکبر نے عرض کی، ابا جان! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں؟ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے جانِ پدر! ایک مرتبہ جنگِ صفین کے سفر میں تمہارے جدِ امجد کے ساتھ میں اس مقام پر جسے کربلا کہتے ہیں پہنچا، تو تمہارے دادا جان اپنی سواری سے اُترے، میرے بھائی جان امام حسن کی گود میں سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے کہ اچانک بیدار ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بھائی جان نے عرض کی، ابا جان! کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ اس صحرا میں خون کا دریا جاری ہے اور میرا حسین اسی دریا میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ پھر ابا جان میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا اسی صحرا میں تجھے ایک خوفناک حادثہ پیش آنے والا ہے، اس وقت تو کیا کرے گا؟ میں نے عرض کیا صبر کروں گا۔ فرمایا، ہاں بیٹا صبر ہی کرنا اس لیے کہ

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

صبر کریں اے بیٹے میرے کہتا میرے تائیں
آیا او سہو ویلا یا روشنک ایہدے وچہ نائیں

جب خیمے نصب کرنے کے لیے زمین پر میخ گاڑتے تو وہاں سے تر و تازہ خون نکل آتا یہ حال دیکھ کر آپ کی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا بھائی! یہ خونی زمین ہے میرا دل گھبراتا ہے۔ آپ نے فرمایا، راضی برضائے الٰہی ہو کر یہیں اُترو — یہی مقام شہادت اور وعدہ کی جگہ ہے۔ اُدھر امام پاک غریب الوطنی کے عالم میں کربلا کے میدان میں خیمہ زن تھے اور اُدھر یزید کی حکومت ان پر قیامت برپا کرنے کی بھرپور تیاریوں میں مصروف تھی۔

ابن زیاد کا خط

حُر بن یزید نے ابن زیاد کو اطلاع دی کہ امام عالی مقام نے کربلا میں اپنا ڈیرہ ڈال دیا ہے۔ جب ابن زیاد کو یہ اطلاع پہنچی کہ امام عالی مقام نے کربلا میں ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔ تو اس نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا،

"یزید کا حکم ہے کہ حسین (رضی اللہ عنہ) سے میری بیعت لو اور اگر وہ نہ مانیں تو فوراً ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو، لہٰذا میں آپ کو بطورِ نصیحت کہتا ہوں یا تو یزید کی بیعت کر لو یا آمادۂ جنگ ہو جاؤ۔"

آپ نے یہ خط پڑھ کر زمین پر پھینک دیا اور قاصد کو فرمایا کہ اس کا جواب میرے پاس کچھ نہیں ہے — قاصد نے تمام حال ابن زیاد سے بیان کیا تو وہ مردود بڑا غضبناک ہوا۔ (نور الابصار ص۱۴۳، سر الشہادتین، سوانح کربلا ص۹۳)

عمرو بن سعد

ابن زیاد نے انتہائی سرگرمی کے ساتھ تیاری شروع کر دی اور ساتھ ہی اُسے فوج کی قیادت کے لیے ایسے سپہ سالار کی ضرورت تھی جو لوگوں پر پوری طرح قابو پا سکے۔ خاندانی وجاہت و وقار کا حامل بھی ہو۔ یہ تمام خصائص عمرو بن سعد، جلیل القدر صحابی فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ

عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کے بیٹے عمرو میں پائے جاتے تھے۔ ابن زیاد نے عمر کو بلایا اور حکم دیا کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کے لیے تمہیں منتخب کیا ہے۔ ابن سعد نے کہا اور خدمت جو چاہیں آپ مجھ سے لیں، مگر یہ کام تو مجھ سے نہ ہوگا۔

اس نے کہا، تمہیں اختیار ہے، مگر اس صورت میں تم سے حکومت رے (ایران کا دارالخلافہ، جسے تہران کہتے ہیں) دینے کا جو وعدہ کیا ہے، وہ پورا نہ ہوگا۔ اسے حکومت رے کی بڑی آرزو تھی۔ بولا، مجھے ایک دن کی مہلت دے دو۔ ابن زیاد نے مہلت دے دی۔ ابن سعد نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا، تو سب نے امام پاک کا مقابلہ کرنے سے منع کیا۔ جب حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ کو معلوم ہوا جو کہ ابن سعد کے بھانجے ہیں، تو انہوں نے آکر کہا

اَنْشُدُكَ اللّٰهَ يَا خَالُ اَنْ تَسِيْرَ اِلَى الْحُسَيْنِ فَتَاْثَمُ بِرَبِّكَ وَتَقْطَعُ رَحِمَكَ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ تَخْرُجَ مِنْ دُنْيَاكَ وَمَالِكَ وَسُلْطَانِ الْاَرْضِ كُلِّهَا لَوْ كَانَ لَكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ تَلْقَى اللّٰهَ بِدَمِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ سَعْدٍ اَفْعَلُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ۔

(ابن اثیر ج ۴ ص ۲۱، سوانح کربلا ص ۹۴)

ترجمہ: "اے ماموں! میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ حسین کے مقابلہ کے لیے جا کر اپنے رب کی معصیت اور قطع رحم کا مرتکب نہ ہو۔ خدا کی قسم، اگر تم اپنی دنیا، مال و متاع اور روئے زمین کی حکومت سے خارج کر دیئے جاؤ، تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملو کہ تمہارے ہاتھ خون حسین سے آلودہ ہوں۔ ابن سعد نے کہا: انشاء اللہ میں مشورہ کے مطابق ہی عمل کروں گا۔"

ابن سعد رات بھر یہ معاملہ سوچتا رہا اور یہ اشعار پڑھتا رہا سے

اَاَتْرُكُ مُلْكَ الرَّيِّ وَالرَّيُّ رَغْبَةٌ
اَمْ اَرْجِعُ مَذْمُوْمًا بِقَتْلِ حُسَيْنٍ

ترجمہ: "کیا میں رَے کی حکومت چھوڑ دوں اور رَے تو مرغوب ہے،
یا حسین (رضی اللہ عنہ) کے قتل سے مذموم ہو کر واپس آؤں۔"

وَفِیْ قَتْلِہِ النَّارُ الَّتِیْ لَیْسَ دُوْنَھَا
حِجَابٌ وَمُلْکُ الرَّیِّ قُرَّۃُ عَیْنٍ (ابن اثیر ص ۲۲ ج ۴)

ترجمہ: "اِن کے قتل کی سزا وہ آگ ہوگی، جس کے آگے کوئی حجاب نہ ہوگا
اور رَے کی حکومت میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

ابن زیاد کے پاس ابن سعد حاضر ہوا اور کہا آپ نے میرے لیے رَے کی حکومت کا فرمان لکھ دیا ہے اور لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا ہے، لہٰذا اس کا نفاذ کر دیجیے اور حسین کے مقابلہ کے لیے فلاں فلاں شرفاء کوفہ کو میرے ساتھ بھیج دو۔

ابن زیاد نے کہا، میں اپنے ارادے میں تمہارے حکم کا پابند نہیں ہوں کہ جن کو تم کہو ان ہی کو بھیجوں۔ اگر تم ہمارے لشکر کے ساتھ جانے کو تیار ہو تو بتاؤ، ورنہ ہمارا فرمان (حکومتِ رَے والا) واپس کر دو۔

ابن سعد نے کہا، اچھا میں جاتا ہوں۔ (ابن اثیر ج ۴، ص ۲۲، سر الشہادتین)

حکومتِ رَے پر ایمان قربان

۳ محرم الحرام ۶۱ھ کو ابن سعد اپنا ایمان رَے کی حکومت کے لیے قربان کر کے چار ہزار فوج کے ساتھ امام پاک کے مقابلہ میں کربلا پہنچ گیا۔

ابن سعد یہ چاہتا تھا کہ حکومتِ رَے بھی ہاتھ سے نہ جائے اور معاملہ بھی جنگ کے بغیر ہی طے ہو جائے۔ چنانچہ اُس نے امام عالی مقام کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور دریافت کیا کہ آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں؟

آپ نے وہی جواب دیا جو حر بن یزید کو دیا تھا کہ میں تم لوگوں کے بلانے پر آیا ہوں۔ تمہارے خطوط اور وفود کے ذریعے مجھے دعوت دے کر بلایا ہے۔ اب اگر تمہیں میرا آنا ناگوار

گزرا ہے، تو میں واپس جانے کو تیار ہوں۔

عمرو کو اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید لگ گئی، کہنے لگا، مجھے اُمید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حسین کے ساتھ جنگ کرنے سے بچا لے گا۔ چنانچہ اُس نے ابن زیاد کو اپنا سوال اور امام پاک کا جواب لکھ بھیجا۔ ابن زیاد نے اس کا خط پڑھ کر یہ کہا ؎

اَلْاٰنَ اِذَا عَلِقَتْ مَخَالِبُنَا بِہٖ
یَرْجُوْا النَّجَاۃَ وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ (طبری ج۴ ص۳۱۱)

ترجمہ: اب جبکہ ہمارے پنجوں نے اُسے جکڑ لیا ہے،
تو نکلنا چاہتا ہے، حالانکہ اب کوئی جائے فرار نہیں"

اُس نے ابن سعد کو جواباً لکھا کہ تمہارا خط مجھے ملا، جو کچھ لکھا میں نے سمجھا تم حسین اور اُن کے ساتھیوں سے کہو کہ وہ یزید کی بیعت کریں۔ اگر وہ بیعت کرلیں گے تو پھر جو ہم مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ ابن سعد کو یہ خط ملا تو اس نے کہا میں سمجھ گیا ہوں کہ ابن زیاد کو امن وامان منظور نہیں اور ساتھ ہی ابن زیاد نے اُسے دوسرا خط لکھا جس میں یہ حکم تھا:

پانی بند

فَحَلِّ بَیْنَ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِہٖ وَبَیْنَ الْمَاءِ
وَلَا یَذُوْقُوْا مِنْہُ قَطْرَۃً۔ (طبری ج۴ ص۳۱۱)

ترجمہ "حسین اور ان کے رفقاء اور نہر فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور اُن پر پانی بند کردو کہ ایک قطرہ تک اس سے نہ پی سکیں۔"

اس حکم کے ملتے ہی عمرو بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ایک دستہ پر افسر بنا کر فرات پر متعین کر دیا۔ یہ لوگ فرات اور امام عالی مقام کے درمیان حائل ہو گئے تاکہ وہ پانی کی ایک بوند بھی نہ لے سکیں۔ اس طرح سات محرم الحرام کو پانی بند کر دیا۔

(سر الشہادتین، روضۃ الشہداء ص، سوانح کربلا ص۹۴)

تنگ کیتا وچ جنگل ساڈا پانی بند کرایا بیتیاں کرتا کیداں جیہاں کو نے وچ بلایا

پانی بند کرایا ساڈا بجھنے جگرا ساڈے تک حرام اُس دیہاڑے ہو ہُو دکھے آبد آئے

عبداللہ ابن حصین ازدی نے پکار کر کہا، اے حسین! پانی دریا کی طرح موجیں مار رہا ہے، لیکن خدا کی قسم تمہیں اس کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا اور تم اسی طرح مر جاؤ گے (معاذ اللہ) آپ نے یہ سن کر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اقْتُلْهُ عَطَشًا وَلَا تَغْفِرْ لَهٗ اَبَدًا۔

ترجمہ: "اے اللہ اس کو پیاس کی حالت میں مار اور اس کو کبھی معاف نہ کرنا"

بعد ازیں یہ گستاخ بیمار ہوا۔ حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں اس کی عیادت کو گیا تو اللہ کی قسم! اس کی حالت یہ تھی کہ پانی پیتا اور قے کر دیتا، پھر پیتا اور قے کر دیتا۔ اسی طرح ہر وقت پانی پانی کرتا رہتا، مگر سیراب نہ ہوتا، یہاں تک کہ اسی حالت میں مر گیا۔ (طبری ص ۳۱۲/۴، ابن اثیر ص ۲۲/۴، روضۃ الشہداء ص)

امام پاک نے ۲۰ پیدل اور ۲۰ سوار اپنے بھائی حضرت عباس ابن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ پانی لینے کے لیے بھیجے۔ عمرو بن حجاج اپنے ساتھیوں کے ساتھ مزاحم ہوا۔ حضرت عباس نے بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مزاحمت کی۔ بہر حال حضرت عباس پانی لانے میں کامیاب ہو گئے۔ (طبری ص ۳۱۲/۴، ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲)

تین شرائط

اس کے بعد شب کے وقت امام عالی مقام اور عمرو بن سعد کی ملاقات ہوئی جس میں آپ نے اتمام حجت کے طور پر تین صورتیں پیش فرمائیں:

۱- مجھے وہیں لوٹ جانے دیجئے، جہاں سے آیا ہوں۔
۲- مجھے یزید سے براہ راست معاملہ طے کر لینے دو۔
۳- مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیج دو جو وہاں کے لوگوں پر گزرتی ہے، وہی مجھ پر گزرے گی

اس گفتگو کے بعد عمرو بن سعد نے ابن زیاد کو اسی مضمون کا خط لکھا کہ خدا تعالیٰ نے فتنہ ٹھنڈا کر دیا ہے، پھوٹ دور کر دی ہے، اتفاق پیدا کر دیا ہے، اُمت کا معاملہ

درست کر دیا ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان تینوں میں سے ایک کے لیے تیار ہیں۔ اس میں تمہارے لئے اور امت کے لیے بھلائی ہے۔

ابن زیاد نے خط پڑھا، تو متاثر ہو گیا اور عمرو بن سعد کی تعریف کی اور کہا میں نے منظور کر لیا۔ مگر ذی الجوشن نے مخالفت کی اور کہا کہ اب امام حسین (رضی اللہ عنہ) قبضے میں آ چکے ہیں۔ اگر تمہاری اطاعت کے بغیر نکل گئے تو عجب نہیں کہ عزت و قوت حاصل کر لیں۔ بہتر یہی ہے کہ اب انہیں قابو سے نہ نکلنے دیا جائے، جب تک کہ وہ تمہاری اطاعت قبول نہ کر لیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عمرو بن سعد تو رات بھر سرگوشیاں کرتے ہیں۔ ابن زیاد نے شمر کی یہ رائے منظور کی اور شمر کو خط دے کر بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا،

"اگر حسین (رضی اللہ عنہ) مع اپنے ساتھیوں کے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں، تو لڑائی نہ لڑی جائے اور انہیں صحیح و سالم میرے پاس بھیج دو، لیکن اگر۔ یہ بات منظور نہیں، تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں ہے۔ شمر سے کہہ دیا ہے کہ اگر عمرو بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا تو اس کی اطاعت کرنا، ورنہ اسے ہٹا کر فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لینا اور امام حسین کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔ ابن زیاد مردود نے اس خط میں عمرو بن سعد کی تہدید بھی کی۔ اور لکھا میں نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ تم امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بچاؤ کے لیے میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو! میرا حکم واضح ہے اگر وہ اپنے آپ کو حوالے کر دیں تو صحیح و سالم میرے پاس بھیج دو اور اگر انکار کریں تو بلا تامل حملہ کر دو، خون بہاؤ، لاشیں بگاڑو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔ قتل کے بعد ان کی نعش گھوڑوں سے روند ڈالنا، کیونکہ یہ لوگ بیعت سے نکل گئے ہیں۔ میں نے ان کے قتل کر ڈالنے کا عہد کر لیا ہے، جن لوگوں نے میرے حکم کی تعمیل کی وہ انعام و اکرام کے مستحق ہوں گے، ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔"

شمر ذی الجوشن

شمر ذی الجوشن جو کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سخت ترین دشمن تھا، اُس کی بہن ام بنین بنت حوام سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔ اُم بنین کے بطن سے آپ کے چار صاحبزادے حضرت عباس۔ عبداللہ۔ جعفر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، جو معرکہ کربلا میں حضرت امام عالی مقام کے ہمراہ تھے۔ اس طرح شمر ان چاروں کا ماموں تھا۔ شمر نے ابن زیاد سے درخواست کی کہ اس کے ان عزیزوں کو امان دی جائے۔ ابن زیاد نے ان چار شہزادوں کو بُلا کر کہا، میں نے تمہارے لیے امن و سلامتی کا سامان مہیا کر لیا ہے لیکن ان شہزادوں نے جواب دیا: تم ہمیں تو امان دیتے ہو، مگر فرزندِ مصطفےٰ علیہ السلام کے لیے امان نہیں ہے۔ ہمیں ایسے امان کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ کی امان کی ضرورت ہے جو ابن زیاد کی امان سے بہتر ہے۔ شمر نے ابن زیاد کا خط لا کر ابن سعد کو دیا۔ وہ پڑھ کر سنایا۔ ابن سعد شمر سے کہنے لگا، خدا تجھے غارت کرے۔ خدا کی قسم! میرا گمان ہے کہ میری لکھی ہوئی باتوں سے تو نے ہی ابن زیاد کو روکا ہے۔ افسوس تو نے معاملہ بگاڑ دیا۔ خدا کی قسم حسین، ابن زیاد کے سامنے کبھی نہ جُھکیں گے۔ ان کے پہلو میں خوددار دل ہے۔ شمر یہ سب کچھ سُن کر کہنے لگا، اچھا تو یہ بتا، اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ امیر کے حکم کی تعمیل کر کے اُن کے دشمنوں کو قتل کرو گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو لشکر کو میرے حوالے کر دو۔

ابن سعد کو ایک بار پھر موقع ملا تھا کہ وہ لشکر شمر کے حوالے کر کے اس ظلمِ عظیم کے ارتکاب سے بچ جاتا، مگر اُس کو رے کی حکومت چاہیئے تھی۔ وہ بدبخت چمنِ زہرا کے پھولوں کو خاک و خون میں تڑپانے کے لیے تیار ہو گیا اور کہنے لگا، میں امیر کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ اس کے بعد شمر پلید امام عالی مقام کے سامنے آیا اور کہا: میری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ یہ سُن کر حضرت عباس بن علی اس کے سامنے آئے اور پوچھا، کیا بات ہے؟ کہنے لگا، ہماری بہن کے فرزندو! تمہارے لیے امان ہے۔ غیرت مند نوجوانوں نے پہلے سے زیادہ سخت

جواب دیا، تجھ پر اللہ کی لعنت ہو! تو ہمیں امان دیتا ہے اور فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امان نہیں؟ (طبری صفحہ ۳۱۵/۴)

حضرت محمد بن عمر بن حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) فرماتے ہیں،

كُنَّا مَعَ الْحُسَيْنِ بِنَهْرَىْ كَرْبَلَاءَ فَنَظَرَ إِلَى شِمْرِ ذِي الْجَوْشَنِ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى كَلْبٍ أَبْقَعَ يَلِغُ فِي أَهْلِ بَيْتِي وَكَانَ شِمْرٌ أَبْرَصَ

(سرّ الشہادتین صفحہ ۲۸)

ترجمہ "ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ کربلا کی دو نہروں پر امام نے شمر ذی الجوشن کو دیکھا تو فرمایا، اللہ اور اس کا رسول سچے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، ایک ابلق کتے کو دیکھتا ہوں کہ وہ میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالتا ہے اور شمر مبروص (یعنی سفید داغوں والا) تھا۔"

امام عالی مقام کا خواب

۹ محرم الحرام بروز جمعرات امام عالی مقام کمر سے تلوار باندھے اپنے خیمہ کے پاس زانو پر اقدس رکھے محو خواب تھے۔ اچانک آپ نے شور سنا تو آپ بیدار ہوئے تو اسی مقام پر کھڑے ہوگئے اور اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جاکر معلوم کریں ان لوگوں کا مقصد کیا ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آکر بتایا کہ ابن سعد اپنا لشکر لیے جنگ پر آمادہ ہے۔ آپ نے فرمایا "میں نے ابھی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اے حسین! تو ہمارے پاس آنے والا ہے۔" ان لوگوں سے کہو کہ وہ ہمیں ایک رات کی مہلت دے دیں، تاکہ ہم اس آخری رات میں اچھی طرح نماز پڑھ لیں دعائیں مانگ لیں اور استغفار کرلیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاکر ان سے کہا آج رات کی ہمیں مہلت دے دو۔ ان لوگوں نے یہ بات مان لی۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۱۱)

ابن زیاد بدنہاد مردود متواتر فوج بھیجتا رہا' یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ فوج جمع ہوگئی۔ یزیدی لشکر نے فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔ (سوانح کربلا صفحہ ۹۴)

انوکھی جنگ

دُنیا میں ہزاروں جنگیں ہوئیں' مگر کربلا کی جنگ انوکھی جنگ تھی' جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کل بیاسی ۸۲ آدمی تھے' جن میں بیبیاں' بیمار اور بچے بھی شامل تھے اور وہ بھی بارادۂ جنگ نہیں آئے تھے اور نہ ہی ان حضرات کے پاس پورا اسلحہ موجود تھا' جبکہ اُن کے مقابل دشمن کے پاس لشکرِ جرار' جو کہ ہر قسم کے اسلحہ سے لیس اور مسلح تھا لیکن وہ پھر بھی ابن رسول اللہ علیہ السلام سے خائف تھے' اس لیے کہ انہیں علم تھا کہ یہ وہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن کا نانا پاک کائنات کی اصلِ اصول ہے' جن کا باپ خدا تعالیٰ کی تیغ مسلُول ہے' اور جو گلستانِ رسول کا پھول ہے' جس کی ماں شہزادئ رسول ہے اور لقب اُن کا زہرا بتول ہے' جس کی رگوں میں خونِ رسول مقبول ہے۔ (روضۃ الشہداء' سوانح کربلا)

خطبۂ امام

جب یزیدیوں نے رات کی مہلت دے دی' تو آپ نے اپنے رفقاء سے خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ کے فرزند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کے قریب جا بیٹھا تاکہ سنوں کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ اس طرح ہے :

"میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے خوشی اور مسرت اور تنگی اور تکالیف میں اُس کی بہترین حمد و ثناء کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور تیرا شکر بجا لاتا ہوں کہ تو نے ہمیں خاندانِ نبوت کے ساتھ مکرم کیا۔ سننے والے کان' دیکھنے والی آنکھیں اور دل دیا اور ہمیں قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ عطا فرمائی۔ ہمیں اپنے شکرگزار بندوں میں سے کیا۔ اما بعد! میں کسی کے ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور بہتر نہیں سمجھتا'

اور نہ ہی کسی گھر کے لوگ اپنے اہل بیت کرام سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والا دیکھتا ہوں
اللہ تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ سُن لو میں یقین رکھتا ہوں کہ
ہمارا ان دشمنوں سے دو مقابلے کا، کل کا دن ہے اور میں تم سب کو بخوشی اجازت دیتا
ہوں کہ رات کی اس تاریکی میں چلے جاؤ، میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی۔ ایک
ایک اُونٹ لے لو اور تمہارا ایک ایک آدمی میرے اہل بیت میں سے ایک ایک آدمی کا
ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ لے لے۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو جزائے خیر دے۔ پھر تم اپنے اپنے
شہروں اور دیہاتوں میں متفرق ہو جانا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یہ مصیبت آسان کر دے۔
بلاشبہ یہ لوگ میرے ہی قتل کے طالب ہیں اور جب مجھے قتل کر لیں گے، تو پھر کسی اور کی اُن
کو طلب نہ ہوگی۔"

جوابِ رفقاء

اس خطبہ کو سُن کر آپ کے بھائیوں بھتیجوں اور بھانجوں نے بیک زبان
کہا: کیا ہم صرف اس لیے چلے جائیں کہ آپ کے بعد ہم زندہ رہیں،
خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے۔ آپ نے فرزندانِ عقیل سے فرمایا کہ مسلم کی شہادت تمہارے لیے
کافی ہے، اس لیے تمہیں اجازت دیتا ہوں تم چلے جاؤ۔ لیکن باحمیت بھائیوں نے کہا، ہم لوگوں کو
کیا جواب دیں گے کہ ہم اپنے سردار اپنے آقا کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ آئے ہیں، نہ ہم نے
اُن کے ساتھ مل کر کوئی تیر مارا، نہ نیزہ پھینکا اور نہ کوئی تلوار کا وار کیا اور پھر ہمیں نہیں معلوم
اُن کا کیا حشر ہوا۔ خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے، بلکہ ہم اپنی جانیں، اپنا مال اور اپنے
اہل و عیال سب آپ پر قربان کریں گے۔ آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے۔
جو انجام آپ کا ہوگا وہی ہمارا بھی ہوگا۔ خدا تعالیٰ وہ زندگی نہ دے جو آپ کے بعد ہو۔
حضرت مسلم بن عوسجہ الاسدی نے کھڑے ہو کر کہا، ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں تو آپ کے
ادائے حق کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ خدا کی قسم! میں اُس وقت تک آپ کا
ساتھ نہ چھوڑوں گا، جب تک دشمنوں کے سینہ میں اپنے نیزے کو نہ توڑ ڈالوں اور شمشیر زنی

نہ کروں۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس اسلحہ نہ بھی ہو تو بھی میں دشمنوں سے پتھر مار مار کر لڑوں گا اور اس طرح آپ پر نثار ہو جاؤں گا۔" (ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴، طبری ج ۴ ص ۳۲۲)

حضرت سعد ابن عبداللہ نے اُٹھ کر کہا، خدا کی قسم! ہم اس وقت تک آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے، جب تک خدا تعالیٰ یہ نہ دیکھ لے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اولاد کی کیسی حفاظت کی۔ خدا کی قسم! اگر مجھ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ میں ستر بار اسی طرح قتل کیا جاؤں گا، ہر مرتبہ زندہ جلا دیا جاؤں گا اور میری خاک اڑا دی جائے گی تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا اور اب تو ایک ہی مرتبہ قتل ہونا ہے اور اس قتل ہونے میں ابدی شرف و کرامت ہے، پھر اسے کیوں نہ حاصل کروں۔ (طبری ج ۴، ص ۳۱۸)

اِن کے بعد حضرت زہیر بن قیس نے اُٹھ کر کہا خدا کی قسم! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، اسی طرح ہزار مرتبہ زندہ ہو کر قتل کیا جاؤں اور میرے ہزار مرتبہ کے قتل سے خدا تعالیٰ آپ کی ذات اور آپ کے اہل بیت کے ان نوجوانوں کو بچا لیتا۔ (طبری ج ۴، ص ۳۲۲)

غرضیکہ اس طرح آپ کے ہر رفیق اور جاں نثار نے اپنی اپنی عقیدت اور جاں نثاری کا اظہار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے سعادتِ دارین حاصل کی۔

حضرت انس کی روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے فرمایا:

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا یُقْتَلُ بِاَرْضٍ یُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاءُ فَمَنْ شَهِدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْیَنْصُرْهُ فَخَرَجَ اَنَسُ ابْنُ الْحَارِثِ اِلٰى كَرْبَلَاءَ فَقُتِلَ بِهَا مَعَ الْحُسَیْنِ (خصائص کبریٰ ج ۲، ص ۱۲۵، سرالشہادتین ص ۲۹)

ترجمہ: بے شک میرا یہ بیٹا قتل کیا جائے گا اس زمین میں جسے کربلا کہتے ہیں۔ پس تم میں سے جو حاضر ہو، اس کی مدد کرے۔ پس نکلے انس بن حارث کربلا کی طرف اور ان کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید کر دیا گیا۔

سیدہ زینب کی بیقراری

امام عالی مقام کے فرزند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جمعرات کی شام کو میں بیٹھا ہوا تھا اور پھوپھی زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں اور میرے ابا جان کے پاس حوی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام بیٹھے ہوئے تلوار درست کر رہے تھے تو ابا جان یہ اشعار پڑھ رہے تھے ۔

يَا دَهْرُ أُفٍّ لَكَ مِنْ خَلِيلٍ
كَمْ لَكَ بِالْإِشْرَاقِ وَالْأَصِيلِ

اے زمانہ ناپائیدار تجھ پر افسوس ہے تو کسی دوست سے وفا نہ کی، صبح و شام تو نے ۔

مِنْ صَاحِبٍ أَوْ طَالِبٍ قَتِيلِ
وَالدَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبَدِيلِ

کیسے کیسے صاحبان اُولُوا العزم کو قتل کیا، اور یہ زمانہ ناہنجار عوض پر قناعت نہیں کرتا۔

وَإِنَّمَا الْأَمْرُ إِلَى الْجَلِيلِ
وَكُلُّ حَيٍّ سَالِكُ السَّبِيلِ

اور سب ہی کی بازگشت خدائے جلیل کی طرف ہے اور ہر زندہ کو یہی راہ درپیش ہے

مَا أَقْرَبَ الْوَعْدِ مِنَ الرَّحِيلِ
سُبْحَانَ رَبِّي مَا لَهُ مَثِيلٌ

میرا وعدۂ رحلت کس قدر قریب آپہنچا، لہٰذا میں اپنے پاک پروردگار کی تسبیح کرتا ہوں جس کا کوئی مثیل نہیں۔

آپ نے بار بار ان اشعار کو پڑھا، میں آپ کے ارادے کو سمجھ گیا اور جان گیا کہ مصیبت ٹوٹ پڑی ہے بے اختیار میرے آنسو نکل پڑے اور میں نے صبر و ضبط سے کام لیا (طبری ج ۶ ص ۳۱۹)

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان اشعار کو سُنا تو بیقرار ہو گئیں اور آپ کے پاس پہنچ کر رونے لگیں اور کہتی تھیں کاش آج مجھے موت آ گئی ہوتی، افسوس کہ میری اماں فاطمہ، میرے باپ علیؓ اور بھائی حسنؓ چل بسے۔ اے بھائی حسینؓ آپ ان گزرے ہوؤں کے جانشین اور ہمارے محافظ اور سہارا تھے پھر غش کھا کر گر گئیں۔

آج ساقیٔ کوثر کے لختِ جگرؓ، سیدہ زہرا کے نورِ نظر کے پاس اتنا پانی بھی نہیں کہ بیہوش بہن کے مُنہ پر چھڑکا جائے۔ جب بہن کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا:

زینب سنو! دُنیا میں کسی کو نہیں رہنا، موت کا ایک وقت معین ہے، وہ کسی کی پریشانی سے نہیں ٹلتا۔ صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو، میرے ماں باپ اور نانا جان مجھ سے بہتر تھے، وہ نہ رہے، تو میری کیا حقیقت ہے۔ یہاں ہمیشہ نہ کوئی رہا نہ کسی نے رہنا ہے۔ اگر میں قتل ہو بھی جاؤں تو پورے صبر و وقار سے کام لینا۔ تمام مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک نمونہ ہے۔ تم اس نمونہ سے سبق حاصل کرو۔ پھر فرمایا، میری بہن! سنو! میں تمہیں قسم دیتا ہوں میری اس قسم کو پورا کرنا، میری وفات پر گریبان نہ پھاڑنا، منہ نہ نوچنا، آہ و زاری نہ کرنا، بین نہ کرنا۔ بہن کو تلقینِ صبر و شکر اور ضبط و تحمل فرما کر خفیہ طور پر باہر تشریف لائے اور اپنے رفقاء کو حفاظت کے ضروری انتظامات کی ہدایت فرمائی۔

خیمے ایک دوسرے کے قریب کر دیئے گئے خیموں کی پُشت پر ایک خندق کھودی گئی، اور اس میں لکڑیاں جمع کر کے بکھیر دی گئیں تاکہ بوقتِ جنگ ان کو آگ لگا دی جائے اور دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔

پھر سب نے آپ کے ساتھ پوری رات دُعا و استغفار اور زاری و سجدوں میں گزاری

(روضۃ الشہداء فارسی ص ۳۱۴)

دسواں محرم اور قیامت صغریٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہِ الْبَرَرَۃِ الْاَتْقِیَاءِ وَ اَصْحَابِہٖ وَالشُّھَدَاءِ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ خُصُوْصًا عَلٰی اِمَامِ اَھْلِ الْاِبْتِلَاءِ فِی الْکَرْبِ وَالْبَلَاءِ سَیِّدِ الشُّھَدَاءِ ابْنِ سَیِّدَۃِ الزَّھْرَاءِ وَمَنْ کَانَ مَعَہٗ فِی الْکَرْبَلَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ - اَمَّا بَعْدُ ط

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ o الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ط اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ o

(پ ۲، سورۃ بقرہ، آیت ۱۵۵ تا ۱۵۷)

ترجمہ: "اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے، کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سُنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا - یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت - اور یہی لوگ راہ پر ہیں "

ے اے کربلا کی خاک، اس احسان کو نہ بھول	تڑپی ہے تجھ پہ نعش جگر گوشۂ بتول
اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی	سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول
کرتی رہے گی پیش شہادت حسین کی	آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر	لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول
تھی داستاں دراز بھی اور گداز بھی	لیکن کہاں یہ دل کہ دیا جائے اس کو طول

ے کربل دے شہیدِ اعظم نے ویکھو کیڈا صبر کمایا اے
ظالم نوں راضی نئیں کیتا سر دے کے یار منایا اے

حضرات گرامی ! اللہ رب العزت جل شانہٗ اپنے مخلصین و صادقین بندوں کا امتحان لیتا ہے تاکہ لوگوں پر ان نیک و فرمانبردار بندوں کا خلوص اور صدق ظاہر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو خوف اور ڈر میں مبتلا کر کے آزماتا ہے، کسی کو بھوک میں، کسی کو رزق میں کمی کر کے اور کسی سے مال اور جان کی قربانی طلب کر کے آزماتا ہے اور جب وہ اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے، تو اس پر اپنی رحمتوں اور بخششوں کی اور زیادہ بارشیں برسا دیتا ہے اور انہیں کامیابی و کامرانی کا سرٹیفکیٹ عنایت فرما دیتا ہے۔

معرکۂ کربلا میں امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو بھی حق تعالیٰ نے امتحان میں مبتلا فرمایا اور آپ علیہ السلام کو جان، مال، بھوک اور خوف و ڈر یعنی ہر چیز کے ساتھ آزمایا۔ نواسۂ مصطفیٰ جگر گوشہ فاطمۃ الزہرا، نورِ نظر سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) ان تمام آزمائشوں میں بڑی عمدگی کے ساتھ کامیاب و کامران ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر کوئی حسین اور حسینیت کو زندہ باد کہتا ہے اور یزید اور یزیدیت کو مردہ باد کہتا ہے۔

جب شبِ عاشورا ختم ہوگئی اور صبح مصائب و آلام کی خبر لے کر آگئی تو امام عالی مقام کے خیموں میں اذان کی آواز بلند ہوئی تو امام عالی مقام نے بمع رفقاء نماز فجر ادا فرمائی۔ نماز کے بعد سب کے لیے صبر و استقامت کی دُعا فرمائی۔

ابھی دُعا سے فارغ نہ ہوتے تھے کہ مخالفین کے لشکر سے جنگ کے نقارے پر چوٹ پڑنے لگی۔ تمام اعدا میدان میں آگئے اور ھَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کی آوازیں دینے لگے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ۷۲ جاں نثاروں کے ساتھ بائیس ہزار یزیدیوں سے لڑنے کو تیار ہوگئے۔ آپ نے دائیں بازو پر زہیر بن قیس کو مامور فرمایا اور بائیں بازو پر حبیب بن مظہر سردار بنائے اور عَلَم حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں دیا اور خندق میں بھری ہوئی لکڑیوں کو آگ لگا دی۔ دوسری طرف عمرو بن سعد نے اپنے لشکر کے دائیں بازو پر عمرو بن الحجاج الزبیدی کو اور بائیں بازو پر شمر ذی الجوشن کو اور سواروں پر عزرہ بن قیس الاحمسی اور پیدل پر شبث بن ربعی کو مقرر کیا اور جھنڈا اپنے غلام زُوید کو دیا۔ (طبری ص ۳۲۱ ج ۴)

امام کی دُعا

حضرت امام عالی مقام اونٹ پر سوار ہوئے۔ قرآن پاک اپنے سامنے رکھا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ ایزدی میں یوں دُعا کی:

"اے اللہ! ہر مصیبت میں تو ہی میرا اعتماد اور ہر تکلیف میں تو ہی میرا آسرا ہے۔ تمام حوادث میں تو ہی میرا سہارا اور ڈھارس ہے۔ بہت سے غم و اندوہ ایسے ہوتے ہیں جن میں دل بیٹھ جاتا ہے اور ان سے رہائی کی تدبیریں کم ہو جاتی ہیں، دوست اس میں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن اس سے خوش ہوتے ہیں، لیکن میں نے ان تمام اوقات میں تیری ہی طرف رجوع کیا۔ تجھی سے ہی اپنا درد دل کہا، تیرے سوا کسی اور سے کہنے کو دل نہ چاہا تو تُو نے ان مصائب کو مجھ سے دُور کر دیا اور مجھے ان سے بچا لیا، تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر بھلائی کا مالک اور ہر خواہش و رغبت کا منتہیٰ ہے۔"

اتمام حجت

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں آئے۔ عمامہ رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام سر پر رکھا۔ جبّہ محمدی رعلیہ الصلوٰۃ والسلام زیب تن کیا، حسن مجتبیٰ کا پٹکا کمر میں باندھا۔ ذوالفقار حیدری گلے میں حمائل فرمائی۔ اپنی سواری کے گھوڑے پر سوار ہو کر اتمامِ حجت کے لیے آپ یزیدی لشکر کے قریب آئے اور فرمایا "اے لوگو! تمہیں علم نہیں کہ میں ابن رسول اللہ ہوں، جگر گوشہ علی المرتضیٰ اور لختِ جگر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا ہوں۔ حسن مجتبیٰ میرے بھائی ہیں۔ دیکھو یہ عمامہ میرے سر پر اور جُبّہ میرے بدن پر رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہے اور پٹکا حسن مجتبیٰ اور تلوار سیدنا علی المرتضیٰ کی ہے۔ کیا سید الشہداء حضرت حمزہ میرے والد کے چچا اور حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا یہ مشہور حدیث تمہیں نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق فرمایا تھا "تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہو"۔ پس اگر تم میری تصدیق کرو، تو جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں حق و سچ کہہ رہا ہوں، کیونکہ جھوٹے پر خدا کی لعنت، اور میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اگر تم میری بات کی تصدیق نہیں کرتے، اور مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو تم میں اس وقت بھی ایسے لوگ موجود ہیں کہ تم اگر ان سے پوچھو تو وہ تمہیں بتائیں گے (یا بچے اصحاب رسول اللہ، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، حضرت ابوسعید خدری، حضرت سہل ابن سعد، حضرت زید ابن ارقم (رضی اللہ عنہم) سے پوچھ لو وہ اس کی تصدیق کریں گے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہے، تو اب مجھے بتاؤ کیا ان باتوں سے کوئی بات بھی ایسی نہیں جو تمہیں میری خون ریزی اور آبرو ریزی سے روک دے؟"

اس دوران شمر لعین نے آپ پر ایک نامناسب چوٹ کی۔ حبیب ابن مظہر نے اس کا دندان شکن جواب دیا اور کہا، خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے، اس لیے تو نہیں سمجھ سکتا کہ امام عالی مقام کیا فرما رہے ہیں؟ شمر لعین اور حبیب ابن مظہر کی گفتگو کے بعد حضرت امام پاک نے پھر ارشاد فرمایا،

فَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ هٰذَا الْقَوْلِ أَفَمَا أَقُوْلُ أَوَ تَشُكُّوْنَ فِي أَنِّي ابْنُ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ
فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ابْنُ بِنْتِ نَبِيٍّ غَيْرِيْ مِنْكُمْ وَ
لَا مِنْ غَيْرِكُمْ أَخْبِرُوْنِيْ تَطْلُبُوْنِيْ بِقَتِيْلٍ مِنْكُمْ قَتَلْتُهُ أَوْ بِمَالٍ لَكُمْ
اِسْتَهْلَكْتُهُ أَوْ بِقِصَاصٍ مِنْ جِرَاحَةٍ فَلَمْ يُكَلِّمُوْهُ فَنَادٰى يَا شَبَثَ
بْنَ رِبْعِيٍّ وَيَا حَجَّارُ ابْنُ أَبْجَرٍ وَيَا قَيْسُ ابْنُ أَشْعَثٍ يَا زَيْدُ ابْنُ الْحَارِثِ
أَلَمْ تَكْتُبُوْا إِلَيَّ فِي الْقُدُوْمِ عَلَيْكُمْ قَالُوْا لَمْ نَفْعَلْ ثُمَّ قَالَ بَلٰى
فَعَلْتُمْ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِذْ كَرِهْتُمُوْنِيْ فَدَعُوْنِيْ أَنْصَرِفُ إِلٰى
مَأْمَنِيْ مِنَ الْأَرْضِ۔ (ابن اثیر صـ۲۵ جـ۴ طبری صـ۲۲۳ جـ۴ روضۃ الشہداء صـ۳۱۳)

ترجمہ "اگر تم لوگوں کو میری اس بات میں کچھ شک ہے (کہ میں جنت کے جوانوں کا سردار ہوں) تو کیا اس میں کوئی شک وشبہ ہے کہ میں تمہارے نبی کا نواسا ہوں۔ خدا کی قسم اس وقت مغرب سے لے کر مشرق تک رُوئے زمین پر میرے سوا اور کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسا نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ تم لوگ میرے خون کے کیوں پیاسے ہو؟ کیا میں نے کسی کا قتل کیا ہے یا کسی کا مال برباد کیا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے؟ جس کا تم مجھ سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟ اِن باتوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور وہ سب خاموش تھے۔ پھر آپ نے کچھ لوگوں کا نام لے کر پکارا! اے شبث ابن ربعی، اے حجار ابن الجبر، اے قیس ابن اشعث، اے زید ابن حارث کیا تم نے مجھے خط لکھ کر اپنے پاس نہیں بلایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے کوئی خطوط نہیں لکھے۔ آپ نے فرمایا، ہاں! بلاشبہ تم نے ضرور لکھے تھے۔ پھر فرمایا، لوگو! تم مجھے پسند نہیں کرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو تاکہ میں گوشۂ امن کی طرف چلا جاؤں" اس پر قیس بن اشعث نے کہا: آپ ابن زیاد کے حکم پر سر جھکا دیں، تو پھر آپ کے ساتھ کوئی ناپسندیدہ سلوک نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا، آخر تم بھی تو محمد ابن اشعث کے بھائی ہو؛ کیا تم چاہتے ہو کہ بنی ہاشم تم سے مسلم بن عقیل کے خون کے علاوہ اور دوسرے خون کا بدلہ کریں۔ خدا کی قسم! میں کسی ذلیل انسان کی طرح اپنا

بانتھ ابن زیاد کے ہاتھ میں نہ دوں گا اور نہ میں کسی غلام کی طرح اقرار اطاعت کروں گا۔"

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سن کر اگر پتھر بھی ہوتے تو پگھل جاتے مگر حیرت ہے کہ آپ کی اس تقریر کا صرف یہی جواب دیا گیا کہ آپ کے فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں، آپ اپنی تقریر ختم کریں اور کسی کو میدان جنگ میں بھیجیں۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تمام تقریر اتمام حجت کے لیے تھی۔ (طبری ج ۶ ص ۲۲۳)

درس عبرت

جب بدبختی کسی قوم کا مقدر بن جاتی ہے تو آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں، اور حق سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝ (سورۃ الکہف آیت: ۵۷-۵۸)

ترجمہ: "اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو اس کے رب کی آیات سے سمجھایا گیا تو اُس نے ان سے روگردانی کی اور اس نے فراموش کر دیا، ان کو (اعمال کو) جو اُس کے ہاتھوں نے پہلے کیے تھے (تو) ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے کہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرہ پن پیدا کر دیا اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ ہرگز کبھی بھی ہدایت کی طرف نہ آئیں گے اور تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا ہے اور بڑی رحمت والا ہے۔ اگر وہ ان کو پکڑ لیتا ان کے کیے پر تو ان پر بہت جلد عذاب بھیجتا بلکہ ان کو سزا دینے کا ایک وقت مقرر ہے۔ پھر اس وقت کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔"

تو کوفیوں یزیدیوں کا حال بھی بالکل ایسا ہی ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے کوئی نصیحت اثر انداز نہ ہوتی اور ان کے کرتوت تو ایسے تھے کہ ان ظالموں کو فوراً عذاب دیا جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی وجہ سے اُن کو مہلت دی، کیونکہ اُس کے ہاں ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔

بدزبانوں کا انجام

جب امام عالی مقام اتمامِ حجت کر چکے اور اشقیائے کوئی بات نہ مانی، تو دورانِ گفتگو ایک شخص گھوڑا دوڑا کر امام عالی مقام کے سامنے آیا جس کا نام مالک بن عروہ تھا، جب اُس نے امام عالی مقام کے خیموں کے گرد خندق میں آگ کے شعلے دیکھے، تو اُس گستاخ بدباطن نے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اے حسین! تم نے دوزخ کی آگ سے پہلے ہی آگ لگا رکھی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک القول) سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کَذَبْتَ یَا عَدُوَّ اللهِ۔ "اے دشمنِ خدا تو جھوٹا ہے اور تیرا یہ گمان باطل ہے۔" (سوانح کربلا ص۹۰)

آپ کے ایک عقیدت مند حضرت مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کی یہ بات سخت ناگوار گزری انہوں نے امام عالی مقام سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: خبردار! میری طرف سے کوئی ابتدائے جنگ نہ کرے۔ یہ فرما کر بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی: "اے اللہ! عذابِ دوزخ سے قبل ہی اس گستاخ اور سیاہ باطن کو دنیا میں ہی عذابِ آتش میں مبتلا فرما۔"

ادھر ہاتھ اُٹھے اُدھر اُس بدبختِ ازلی کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اُس کا پاؤں رکاب میں اُلجھا اور گھوڑا اُسے گھسیٹتا ہوا لے کر بھاگا اور خندق کی آگ میں ڈال دیا اور وہ وہیں جل کر بھسم ہو گیا۔ آپ نے اپنے پروردگار جل شانہٗ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا: "اے اللہ کریم! تیرا شکر ہے تو نے اہل بیت کے بدخواہ اور دشمن کو سزا دی۔" (سوانح کربلا ص۹۱)

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات سُن کر ایک بے باک دشمن بولا: آپ کو پیغمبرِ خدا، امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا نسبت ہے؟ اس کی اس بات سے آپ کو سخت تکلیف اور اذیت پہنچی۔ آپ نے اُس کے لیے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، یا الٰہی! اُس بدبخت گستاخ کو ابھی ذلت کے عذاب میں مبتلا فرما۔ مستجاب الدعوات امام کی دُعا قبول ہوئی، اُسے تقاضائے حاجت کے لیے ضرورت ہوئی۔ گھوڑے سے اُتر کر ایک طرف کو بھاگا اور ایک جگہ تقاضائے حاجت کے لیے برہنہ ہو کر بیٹھا، ایک سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا، تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا۔ اس رُسوائی اور ذلت کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس بد باطن کی جان نکلی، مگر سنگدل اور بے حمیت لوگوں کو کوئی عبرت حاصل نہ ہوئی
(سوانح کربلا صہ۱)

ایک شخص مزنی نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر کہا حسین! دیکھو دریائے فرات کا پانی کیسے ٹھاٹھیں مار رہا ہے، مگر خدا کی قسم تمہیں اس کا ایک قطرہ بھی نہ ملے گا اور تم پیاسے ہی مرجاؤ گے۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا۔ "اے اللہ! اسے پیاسا ہی مار"

امام عالی مقام کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا بِدکا، مُزنی گرا، گھوڑا بھاگا اُس کو پکڑنے کے لیے پیچھے دوڑا۔ اس پر پیاس غالب ہوئی اور اس شدتِ پیاس سے وہ اَلْعَطَشْ اَلْعَطَشْ پکارتا تھا اور جب پانی اُس کے منہ سے لگاتے تو ایک قطرہ بھی اُس کے حلق سے نہ اُترتا، یہاں تک کہ وہ اسی شدتِ پیاس میں ہی مرگیا۔
(صواعق محرقہ صہ ۱۹۵، سوانح کربلا صہ۱)

حضرات محترم! اگر کوئی یہ سوال کرے کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے تو آپ قطرۂ آب کو کیوں ترستے رہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ انبیاء، اولیاء اور شہداء باذن اللہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر چاہیں تو ایک رقعہ کا غذ دریا جاری کردیں ایڑیوں سے آب زمزم

جاری فرمادیں، دُعا فرمادیں تو بارش نازل ہو جائے، مگر کربلا میں مقام امتحان تھا، اس لیے پیکرِ صبر و رضا، مرکزِ مہر و وفا نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنی جان قربان کر دی اور اس امتحان میں کامیابی و کامرانی حاصل کی۔

آغازِ جنگ

جب جنگ کی صفیں تیار ہو گئیں، تو دونوں طرف سے نگاہیں اٹھتی تھیں کہ جنگ میں پہل کون کرتا ہے۔

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے ابا جان سے یہ بات سُنی ہے کہ جب تک مخالف جنگ کی ابتدا نہ کرے اُس کے ساتھ جنگ نہ کی جائے۔ لشکرِ کوفہ کی صفِ اوّل میں حُر بن یزید کھڑا تھا۔ جب اُس نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو گھوڑا ابن سعد کے پاس لے گیا اور کہا: خدا تعالیٰ تیرا بھلا کرے، کیا تو حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لڑے گا؟ اُس نے کہا ہاں! اس جنگ میں بہت سے جسم بے سر ہو جائیں گے۔ حُر نے کہا، کل قیامت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا جواب دو گے؟ ابن سعد نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا، تو حُر میدان کی طرف لوٹ آیا۔ اُس کے اعضاء پر لرزہ طاری تھا اور دل دھڑک رہا تھا، اُس کی آنکھوں سے تاریکی کے پردے اُٹھ گئے اور حق کے جلوے نظر آنے لگے۔ حُر کی یہ حالت دیکھ کر ان کی برادری کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے حُر سے کہا، واللہ! آج تمہاری عجب حالت ہے۔ میں نے کسی جنگ میں تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی، حالانکہ تم اہل کوفہ کے بہادروں میں سے مشہور بہادر جواور جنگجو آدمی ہو، تو یہ حالت کیوں ہے؟ حُر نے کہا خدا کی قسم! میرے ایک طرف جنت ہے اور دوسری طرف دوزخ ہے۔ میں اس کشمکش میں مبتلا ہوں کہ میں کدھر جاؤں۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۱۶، سرّ الشہادتین صہ)

پھر فرمایا: خدا کی قسم اب تو جنت کی طرف ہی جاؤں گا، خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا زندہ جلا دیا جائے۔ یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا

نکل کر لشکرِ اعدا سے مارا حُرّ نے یہ نعرہ
کہ دیکھو یوں نکلتے ہیں جہنم سے جنّت والے!

یا حسین توں بخش خطائیں دیتر سے تے آیا | میں اوہ جس نے سب توں پہلے تیں تے گھیرا پایا
تے ہُن تیریاں قدماں اُتّے اپنی جان گھساداں | بخشش تیرے نانے والی روزِ قیامت پاواں

اور امام پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی اور عرض کی، اے ابن رسول اللہ!
میری جان آپ پر فدا ہو۔ خدا کی قسم! مجھے یہ گمان نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کے قتل کا ارادہ کریں
گے، بلکہ میرا خیال تھا کہ صلح ہو جائے گی۔ اب ان لوگوں کی بغاوت ظاہر ہوئی تو
میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں، میری توبہ قبول فرمائیں اور اپنے غلاموں میں شامل
فرمائیں۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حُر کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا: اے
حر! بندہ جب گناہ کرنے کے بعد بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرتا ہے تو محروم نہیں کیا جاتا۔
وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ۔ (سورۃ الشوریٰ، آیت ۲۵)
اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ اُس نے عرض کی حُر۔ ارشاد فرمایا
تم دنیا و آخرت میں ان شاء اللہ تعالیٰ حُر (آزاد) ہو۔ آپ نے فرمایا گھوڑے سے اُترو۔ عرض
کی، اب تو اُس وقت ہی اُتروں گا، جب ان ظالموں سے لڑتے ہوئے اپنی جان آپ پر نثار
کر دوں گا۔ آپ نے سعادتِ شہادت حاصل کرنے کی اجازت دی اور فرمایا، اللہ تعالیٰ تم پر
رحم فرمائے۔ آمین! (روضۃ الشہداء فارسی صفحہ ۳۱۶)

حُر کا خطاب

حضرت حُر نے یزیدیوں سے کہا، لوگو! امام حسین (رضی اللہ عنہ) نے جو تمہارے سامنے تین صورتیں پیش کی ہیں! اُن میں سے کوئی ایک صورت کیوں نہیں مان لیتے؟ کوفیوں نے کہا: ہمارے امیر ابن سعد سے بات کرو۔
ابن سعد نے کہا: "ایسا نہیں ہو سکتا۔"

حضرت حُرؓ نے کہا، کوفیو! خدا تمہیں تباہ و برباد کرے۔ تم نے خود امام حسینؓ کو بلایا، جب وہ آگئے، تو تم نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا اور تم نے کہا تھا کہ ہم ان پر جانیں قربان کریں گے مگر اب تم ان پر حملہ کرنے کے درپے ہو۔ تم نے ان کو میدان میں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اور تم نے ان پر نہر فرات کا پانی بند کر دیا ہے، یہاں تک کہ یہودی، عیسائی، مجوسی بلکہ کتے اور سوٗر تک پانی پیتے ہیں، مگر اس پانی کے لئے حضرت امام حسینؓ اور اُن کے اہل و عیال تڑپ رہے ہیں اور تم نے پانی پر پہرہ بٹھا رکھا ہے۔ اگر تم نے اس وقت توبہ نہ کی تو قیامت کے دن خدا تعالیٰ تمہیں بھی پیاسا تڑپائے گا۔ کوفیوں نے حُرؓ پر تیر برسانے شروع کر دیئے، وہ لوٹ کر حضرت امام عالی مقام کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

حضرت حُرؓ کا خواب

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حرؓ جب امام عالی مقام کی خدمت میں آیا تو اُس نے کہا، اے ابن رسول اللہ! میں نے رات اپنے والد کو خواب میں زیارت کی تو اُس نے میرے پاس آکر کہا، اے حُرؓ! ان دنوں کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کی امام حسین علیہ السلام کے راستہ کی ناکہ بندی کے لیے جا رہا ہوں۔ میرے باپ نے چیختے ہوئے کہا، اے بیٹے تجھ پر افسوس ہے، تجھے رسول خدا کے بیٹے سے کیا کام؟ اگر تو جہنم کی آگ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو جا اور اُن سے جنگ کر اور اگر پروردگارِ عالم کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور جنت کے باغات اور محلات کی طلب رکھتا ہے تو جا اور امام پاک کے دشمنوں سے جنگ کر۔ حضور! آپ مجھے اجازت فرمائیں تاکہ میں دشمنوں سے جنگ لڑ کر ابا جان کے خواب والی تعبیر پوری کروں۔ امام پاک نے ارشاد فرمایا: تو ہمارا مہمان ہے، ذرا ٹھہر تاکہ دوسرے آدمی کو جنگ کے لیے بھیجا جائے۔ حضرت حُرؓ نے عرض کی، پہلا وہ شخص جس نے آپ کو گھیرے میں لیا، میں ہی تھا، اب آپ اجازت دیں تاکہ دشمنوں سے سب سے پہلے میں ہی جا کر لڑوں۔ امام عالی مقام نے اجازت فرمائی۔ (روضۃ الشہدا فارسی صفحہ ۳۱۱، سوانح کربلا صفحہ ۱۰۱)

حُر کی شجاعت

حضرتِ حُر مرد دلاور اور بہادر آدمی تھا۔ ایک تنہا حُر کو ہزار جوانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔۔۔ وُشمن هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کا نعرہ لگا رہے تھے۔ حُر میدانِ جنگ میں اُترے، تو ابن سعد پر لرزہ طاری ہو گیا اور اُس نے مشہور پہلوان صفوان بن حنظلہ سے کہا کہ حُر کے پاس جاؤ اور اُسے نرمی سے میرے پاس بُلا لاؤ۔ اگر وہ تیری بات نہ مانے تو اُس کا سرتن سے جدا کر دینا۔ صفوانؔ حُر کے سامنے آیا اور کہا تو عقلمند اور بہادر آدمی ہے۔ یہ مناسب نہیں کہ تو یزید سے رُخ موڑ کر حسینؓ کی طرف رُخ کرے۔ حُر نے کہا صفوان! تیری یہ بات کتنی عجیب ہے یزید ناپاک فاسق فاجر اور ظالم و سفاک شخص ہے اور امام حسینؓ پاک اور پاک زادے، جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اُن کی والدہ جنّت کی عورتوں کی سردار ہیں، اُن کے نانا جان سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید الانبیاء ہیں۔ ان کے والدِ گرامی شیرِ خدا سید الاولیاء ہیں۔ جبریل علیہ السلام اُن کا جھولا جھلاتے تھے اور سید العالمین رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنی خوشبو فرماتے تھے۔ صفوان نے کہا، یہ سب کچھ میں جانتا ہوں، مگر دولت و مال یزید کے پاس ہے، ہمیں مال و منصب چاہیئے تقویٰ و طہارت ہمارے کس کام آئے گی۔ حُر نے کہا، تو حق کو جان کر چھپاتا ہے اور باطل جو بظاہر میٹھا شربت ہے، مگر جان لیوا زہر ہے، اُسے نوش کرتا ہے۔ صفوان نے جھپٹتے ہی آ کر حضرت حُر کے سینے پر نیزہ مارا، تو حُر نے اُس کے نیزے کے وار کو اپنے نیزے پر روکا اور اُس کے نیزے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پھر نیزے کی نوک صفوان کے سینے پر ماری تو نیزہ اُس کی پشت سے پار ہو گیا اور گھوڑے سے نیچے گر کر واصلِ جہنم ہو گیا۔ صفوان کے تین بھائی تھے۔ وہ اپنے بھائی کے قتل پر غضبناک ہوئے اور تینوں نے حضرت حُر پر حملہ کر دیا۔ آپ نے نعرہ لگایا اور ایک کو پکڑ کر زین سے اٹھا کر زمین پر دے مارا جس سے اُس کی گردن ٹوٹ گئی۔ دوسرے کے سر پر تلوار ماری جو سینہ تک اُتر گئی۔ تیسرا بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت حُر نے اُس کا پیچھا کیا اور پشت پر نیزہ مارا جو سینے

سے پار ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت حُر امام پاک کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے اور عرض کی،
اے ابن رسول علیہ السلام آپ نے مجھے معاف کردیا اور مجھ سے خوش ہوگئے؟ امام پاک
نے فرمایا: میں خوش ہوا اور تو جہنم سے آزاد ہوگیا۔ یہ خوشخبری سُنی تو خوشی سے میدان میں لوٹ
گئے اور یزیدی لشکر سے جنگ شروع کردی جس طرف منہ کرتے کشتوں کے پُشتے لگا دیتے۔
یزیدیوں نے آپ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں، آپ پیدل لڑنے لگے۔ بالآخر آپ کا
نیزہ ٹوٹ گیا، دشمن نے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَدْرِکْنِیْ کا
نعرہ لگایا۔ امام عالی مقام نے حضرت حُر کو اٹھایا اور اپنے دامن سے ان کے رخساروں
کو صاف کیا، ابھی رمق جاں باقی تھی کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے پھول کے مہکتے دامن کی
خوشبو حُر کے دماغ میں پہنچی، دماغ معطر ہوگیا۔ آنکھ کھولی تو سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بیٹے شبیہ پیغمبر علیہ السلام کا چہرہ منور دیکھا اور اپنے بخت پر ناز کرتے ہوئے اپنی جان کو
نثار کردیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (روضۃ الشہداء ص۳۱۸، سرالشہادتین،
سوانح کربلا ص۱۱۱)

تے پھر حملہ کیتا اُس نے فوج عمرو دی اُتے
ہو شہید گیا پر لڑ لڑ مارے، جیتے کتے

برادرِ حُر

حضرت حُر کے بھائی مصعب نے جب دیکھا کہ میرا بھائی جام شہادت نوش کرکے جنت میں پہنچ چکا ہے تو امام عالی مقام سے اجازت
طلب کی اور پھر میدانِ جہاد میں مردانہ وار دشمنوں سے لڑتے رہے اور کئی ایک کو فیوں کو
قتل کرکے جام شہادت نوش کرکے اپنے بھائی سے جا ملے۔

حُر کا بیٹا

حضرت حُر کا بیٹا یزیدیوں کے لشکر میں تھا۔ جب والد اور چچا کو شہید ہوتے دیکھا تو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ غلام کو ساتھ لیا اور حضرت
امام عالی مقام کی خدمتِ اقدس میں پہنچ کر سواری سے اُتر کر آپ کی قدم بوسی کی اور اپنے باپ
کے پاس بیٹھ کر چہرہ اپنے باپ کے چہرے پر رکھ دیا۔ امام عالی مقام نے فرمایا اے جوان تو کون؟

عرض کی، میں علی ابن حر ہوں، میں آپ کی خدمت میں اپنی جان قربان کرنے حاضر ہوا ہوا ہوں۔ امام عالی مقام نے دعا فرمائی اور وہ اجازت لے کر میدان جنگ میں آگیا۔
یزیدی لشکر سے ایک شخص سامنے آیا تو ایک ہی وار میں اُسے فی النار کر دیا۔ اور جب دوسرا مقابل آگیا، تو اسے بھی قتل کر دیا۔ امام عالی مقام نے بلند آواز سے آفرین کہا اور دعا دی۔ بالآخر وہ لڑتے لڑتے شہید ہو کر اپنے باپ اور چچا سے جا ملا۔
(طبری ص ۳۳۳ ج ۴، روضۃ الشہداء ص ۳۱۹ سر الشہادتین، سوانح کربلا ص ۱۱۱)

حُر بہادر تیغ چلائے مارے موذیاں تاہیں
علی اتے مصعب وے اگے اڑدا کوئی ناہیں

حُر کا غلام

حضرت حُر کے بیٹے علی ابن حُر کی شہادت کے بعد حضرت حُر کا غلام جس کا نام نمرہ تھا۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر میدان میں اترا اور کئی موذیوں کو فی النار کرتے ہوئے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے آقا اور آقا کے بیٹے سے جا ملا اور مقام شہادت سے سعادت جاودانی حاصل کر لی۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۱۶)

دوبارہ اتمام حجت

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے دوسری مرتبہ کھڑے ہو کر اتمام حجت کرتے ہوئے یزیدیوں کو یوں کہا، اے اہل کوفہ! جنگ کی ابتدا تم نے کی ہے، میں نے نہیں کی۔ اے کوفیو! آؤ ان تین شرطوں میں سے کسی ایک پر اتفاق کرلو:

۱۔ مجھے یزید کے پاس جانے دو تاکہ میں خود اُس سے بات چیت کروں اور اسے راہ حق سے مُطلع کروں۔

۔ واپس مدینہ طیبہ جانے دو تاکہ میں بقیہ زندگی وہیں گزار دوں۔

۔ میرے ساتھیوں کو پانی دو اس لیے کہ انہیں پانی پینے کا حق ہے۔

یزیدیوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا یا تو یزید کی بیعت کریں یا جنگ لڑیں۔

وہب بن عبداللہ کلبی

حضرت وہب بن عبداللہ کلبی قبیلۂ بنی کلب کا ایک حسین نوجوان تھا۔ ابھی اٹھتی جوانی تھی، بہار کے دن گزر رہے تھے۔ شادی کو صرف سترہ دن گزرے تھے۔ وہب کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہب کی والدہ اپنے بیٹے کو گلے لگا کر رونے لگیں۔ بیٹے نے حیران ہو کر پوچھا، امّی جان! کیا بات ہے آپ کیوں رو رہی ہیں؟ میں نے تو کبھی نافرمانی نہیں کی۔ آپ کو کیا تکلیف پہنچی کہ آپ رو رہی ہیں؟ میری تو جان آپ کے حکم پر قربان ہے۔ ماں سعادت مند بچے کا نیازمندانہ کلام سُن کر کہنے لگی، تو میرے گھر کا چراغ ہے۔ میں نے بڑی تکلیف اور مشقت کے بعد تیری جوانی کی بہار پائی ہے۔ لمحہ بھر بھی تیری جدائی ناقابلِ برداشت ہے مگر اے جانِ مادر! آج جگر گوشۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں ستم و جفا میں مبتلا ہے۔ کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ اُن پر اپنی جان قربان کر دے۔ وہب نے کہا، اے مادرِ مہربان! شہزادۂ رسول علیہ السلام کے قدموں پر میں اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی نو بیاہتا دلہن سے دو باتیں کر لوں۔ ماں نے کہا، بیٹا! عورتیں تو ناقص العقل ہوتی ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی باتوں میں آکر یہ سعادت تیرے ہاتھوں سے نکل جائے۔ وہب نے کہا، امی جان! حُبِّ اہلِ بیت کی ایسی مضبوط گرہ دل میں بندھی ہے کہ اسے کوئی نہیں کھول سکتا اور ان کی محبت کو لوحِ دل پر اس طرح لکھ لیا ہے کہ کوئی مکر اور فریب کا پانی اسے محو نہیں کر سکتا۔ ماں سے اجازت لے کر وہب اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہا، اے میری بانوئے دمساز و اور مونسِ دل نواز! تجھے معلوم ہے کہ آج نواسۂ رسول علیہ السلام کربلا میں گرفتارِ ابتلا ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اُن کے قدموں پر اپنی جان نثار کر دوں تاکہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت، حضرت سیدۂ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشنودی و شفقت اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی نظرِ عنایت میرے شاملِ حال ہو۔

حضرت وہب کی نو بیاہتا دلہن نے آرزو بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہا: میری جان کی راحت، میرے دل کے چین! افسوس اس بات کا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت نہیں دی ورنہ میں بھی آپ کے ساتھ امام عالی مقام کے قدموں میں اپنی جان قربان کرتی، مگر مجھے یقین ہے کہ آج جو جان بھی قربان ہو گی، وہ کل قیامت کو جنت میں داخل ہو گی۔ آپ میرے ساتھ امام پاک کے پاس چل کر یہ وعدہ کریں کہ میرے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوں گے اور وہاں میرے شوہر کی حیثیت سے رہیں گے۔ وہب نے کہا بہت اچھا چلیں۔ یہ جوان اپنی برگزیدہ والدہ اور نیک سیرت بی بی کے ہمراہ امام پاک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دلہن نے عرض کی یا ابن رسول اللہ علیہ السلام! سنا ہے شہید گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی حوروں کی جھولی میں پہنچ جاتے ہیں اور غلمان ان کی خدمت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ میرا یہ جوان شوہر آپ کے قدموں پر قربان ہونے کی خواہش رکھتا ہے اور میں بیکس ہوں نہ میرا باپ ہے نہ بھائی اور نہ ہی ماں زندہ ہے اور نہ کوئی قریبی رشتہ دار، جو ان کے بعد میری خبر گیری کر سکیں۔ میں چاہتی ہوں کہ روزِ محشر مجھے میرا شوہر تلاش کر لے اور بہشت میں میرے بغیر داخل نہ ہو اور یہ کہ دنیا میں مجھ غریب کو اہل بیت کی کنیزوں میں رکھیں تاکہ عمر کا باقی حصہ پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔

وہب نے عرض کی اے ابن رسول اللہ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت میں اسے تلاش کر دوں گا اور آپ کے نانا جان کی شفاعت سے جنت میں جانے کی اجازت ملی تو بغیر اس کے جنت میں قدم نہیں رکھوں گا اور اسے میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ اسے مستوراتِ اہل بیت کے سپرد فرما دیں۔ یہ کہہ کر وہب پھول کی طرح شگفتہ اور چاند کی طرح چمکتے چہرے کے ساتھ میدانِ جنگ میں پہنچا۔ (اور یہ شعر پڑھ رہا تھا)

اَمِیْرٌ حُسَیْنٌ وَ نِعْمَ الْاَمِیْرُ لَهٗ لَمْعَةٌ کَالسِّرَاجِ الْمُنِیْرِ

(روضۃ الشہداء ص ۳۲۵، سوانح کربلا ص ۱۰۱، سر الشہادتین)

وہب ، امام عالی مقام کی مدح و ستائش میں قصیدہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور مقابلے میں جو دشمن بھی آیا اسے نیزے پر پڑو دیتے۔ یہاں تک کہ بہت سے سپاہیوں کو فی النار کر دیا اور پھر اپنی والدہ کے پاس لوٹ کر آیا اور کہا، امی جان! آپ مجھ سے خوش ہیں کہ نہیں؟

حضرت وہب کی والدہ نے کہا، ہاں! میں خوش ہوں، تونے نہایت جوانمردی و بہادری کا مظاہرہ کیا ہے، مگر میں چاہتی ہوں کہ جب تک تیرے جسم میں جان ہے، جنگ جاری رکھ۔ وہب نے کہا، امی جان! انشاءاللہ تعالیٰ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ اگر اجازت فرمائیں تو میں اپنی نوعروس دلہن بیوی کو الوداع کہہ آؤں۔

وہب ماں سے اجازت حاصل کر کے اپنی بیوی کے خیمے تک گئے اور دیکھا کہ وہ زانو پر سر رکھ کر زار و قطار رو رہی ہے۔ آپ نے پوچھا کیوں رو رہی ہے تو بیوی نے جواب دیا۔ اے آرام جان و انیس دلِ ناتواں ؎

جان و دل فرسودہ دارم، چوں نالم آہ آہ
آہ و درد آلودہ دارم، چوں نہ گریم زار زار

وہب نے تسلی دی اور میدان کارزار سے آواز آئی: هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ۔ کیا کوئی جوان ہے جو لڑائی کے لیے باہر آئے؟ وہب یہ آواز سنتے ہی میدان کی طرف نکل پڑے۔

شہادتِ وہب

حضرت وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ شیر ببر کی طرح تیغ آبدار کے ساتھ معرکۂ کارزار میں تشریف لائے۔ یزید کی طرف سے ایک بہادر میدان میں آیا۔ وہب نے نیزے کا وار کر کے ایک ہی حملہ میں زمین پر گرا دیا اور اُس کی ہڈیاں توڑ دیں۔ دوسرا کوئی لڑنے اُن کے سامنے نہ آیا۔ جب کہ آپ نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور دشمنوں کے درمیان چلے گئے۔ دائیں بائیں وار کر کے دشمنوں کو فی النار کرتے رہے اور نیزے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو تلوار کو میان سے نکال کر وار شروع کر دیا۔ دشمن اُن کی لڑائی سے گھبرا گیا تو ابن سعد نے اپنی فوج سے کہا کہ چاروں طرف سے گھیر کر حملہ

کردو۔ ایک غازی ہزاروں ناریوں سے لڑتا رہا۔ بالآخر ایک شقی نے نیزہ گھوڑے کو لگایا آپ پیادہ ہو گئے اور گر پڑے، تو دشمن نے سر کاٹ کر امام عالی مقام کے خیمے کے سامنے پھینک دیا۔ وہب کی والدہ نے خون آلود سر کو اٹھایا اور چہرے سے مَل کر کہا: بیٹا! تو نے حق ادا کر دیا ہے۔ جا تو شہیدوں میں شامل ہو گیا۔ میں تجھ سے راضی میرا اللہ بھی تجھ سے راضی ہو گیا ۔

سرخروئی اسے کہتے ہیں کہ راہِ حق میں!
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

عبداللہ بن عمیر کلبی

حضرت عبداللہ بنی علیم میں سے ہیں، عال ہی میں کوفہ آئے تھے اور قبیلہ ہمدان میں جُعد کے کنوئیں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے مقام نخلیہ میں ایک لشکر مع ساز و سامان دیکھ کر پوچھا، یہ لشکر کہاں جا رہا ہے؟ تو کسی نے بتایا کہ یہ لوگ فاطمہ بنت رسول اللہ علیہ السلام کے فرزند دلبند حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جنگ کرنے جا رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں خدا کی قسم! میں یہ چاہتا تھا کہ کبھی مجھے مشرکین سے جہاد کرنے کا موقعہ ملے جب میں نے حالات سے اور لشکر کو دیکھا، تو میں نے یقین کر لیا کہ جو لوگ اپنے نبی کے نواسے پر لشکر کشی کر رہے ہیں۔ ان سے جہاد کرنا عنداللہ مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے سے اجر و ثواب میں کسی طرح کم نہیں ہے۔ پھر عبداللہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور تنہائی میں بُلا کر اُس کو تمام حالات بتائے اور اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ بیوی نے کہا، تمہارا کیا اچھا اور نیک ارادہ ہے، خداوند کریم تمہاری آرزو پوری کرے چلو اور مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ عبداللہ بیوی کو ساتھ لے کر راتوں رات چل کر لشکرِ امام میں پہنچ گئے اور حضرت عبداللہ امام عالی مقام سے اجازت لے کر لڑے۔ سالم اور یسار جیسے دلیروں کو موت کے گھاٹ اتارا، بالآخر شہید ہو گیا۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۲۹، سوانح کربلا صفحہ ۱۰۶)

عمر ابن خالد ازدی

حضرت عمر ابن خالد ازدی خوبصورت، نوجوان مجاہد تھے گھوڑے پر سوار ہو کر اور اسلحہ سے مزین ہو کر میدانِ جنگ

میں آئے اور تلوار چلا کر جرأت و بہادری کے کارنامے انجام دیئے۔ کافی دیر جنگ کرنے کے بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے اور اُن کے بعد ان کے بیٹے حضرت خالد بن عمر بھی جامِ شہادت نوش کر کے واصلِ جنت ہوئے۔ (روضۃ الشہدار صفحہ ۳۲۹)

سعد بن حنظلہ حضرت سعد بن حنظلہ تمیمی جو کسی میدان میں تلواروں سے رُخ نہیں پھیرتے تھے اور تلوار کی چمک سے غبارِ میدان کو چیر دیتے تھے میدان کو خالی دیکھا تو میدان کا رُخ کیا اور جنگ کی حرارت کے بخارات سے ہوا کا رُخ تبدیل کر دیا۔ دشمن سخت پریشان ہوا تو چاروں طرف سے حملہ کر کے نیزوں کا مینہ برسا دیا تو حضرت سعد بھی واصِلُ اِلَی اللّٰہ ہوئے۔ (روضۃ الشہدار صفحہ ۳۳۰)

عُمر بن عبداللہ حضرت عمر بن عبداللہ مذحجی میدان جنگ میں آئے اور جنگ کے دریا میں غوطہ زن ہوگئے۔ تیغِ یمانی کے جوہر دکھاتے۔ بالآخر ضربِ دشمن سے پاک رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (روضۃ الشہدار صفحہ ۳۳۰)

حضرت وقاص بن مالک ان کے بعد حضرت وقاص بن مالک میدان میں آئے۔ ۱۲ یزیدیوں کو حملہ کر کے فی النار کر دیا۔ زخموں سے چُور ہو کر زمین پر گر گئے۔ ساقیٔ قضا نے مقامِ ارتقاء سے سرفراز فرما کر جامِ شہادت عطا فرمایا۔ (روضۃ الشہدار صفحہ ۳۳۰)

شریح بن عبید ان کے بعد حضرت شریح نے میدان کا رُخ کیا۔ دائیں بائیں دشمن پر حملہ کیا۔ زخموں سے تن چُور چُور ہوگیا۔ گھوڑے سے گر پڑے تو یزیدیوں نے مل کر وار کیا اور ایک ایک اعضاء کو کاٹ دیا اور انہوں نے دارِ فانی کو چھوڑ کر دولتِ جاودانی حاصل کر لی۔ (روضۃ الشہدار صفحہ ۳۳۰)

مُسلم بن عوسجہ اب حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی میدان میں تشریف لائے۔ آپ نہایت صاحب الرائے اور نہایت جرأت مند اور بہادر تھے

آپ غزوہ آذربائیجان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تھے۔ حضرت امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اپنا چھوٹا بھائی کہا کرتے تھے۔ آپ تمام پُرخطر حالات اور مقامات سے سرخرو ہو کر واپس آتے۔ بہرحال یہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر میدان میں آئے۔ حملہ کرتے ہوئے امام پاک کی شان میں چند اشعار پڑھے۔ مخالفین سے ایک شخص لڑنے کے لیے سامنے آیا اور حضرت مسلم پر حملہ کر دیا۔ آپ نے اُس کے دائیں کندھے پر نیزہ مارا اور بائیں کندھے سے نوکِ نیزہ باہر نکل آئی۔ دُوسرا آیا تو ایک ہی وار میں فی النار کر دیا۔ اب جو بھی آتا تھا واصلِ جہنم ہوتا تھا یہاں تک کہ آپ نے نیزے سے پچاس اور شمشیر سے چھ یزیدیوں کو قتل کیا اور زخموں سے چُور چُور ہو کر زمین پر آ گرے اور رمقِ حیات ابھی باقی تھی حبیب بن مظہر نے کہا مسلم تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ انہوں نے کمزور آواز میں جواب دیا، حبیب! اللہ تمہیں خیریت سے رکھے اور میری وصیت یہ ہے کہ اس جنگ میں امام عالی مقام کا بھرپور ساتھ دیں اور خوب تلوار چلائیں۔ یہاں تک کہ آپ شہزادہ کونین علیہ السلام پر اپنی جان قربان کر دیں۔ حبیب نے کہا، ربِ کعبہ کی قسم! ایسا ہی کروں گا اور آپ کی وصیت بجالاؤں گا۔ اس کے بعد مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ (روضۃ الشہداء صـ۳۲۱)

حضرت مسلم بن عوسجہ کے بعد اُن کا بیٹا روتا ہوا میدان کی طرف چلا، تو امام پاک نے فرمایا: تو واپس آجا، اس لیے کہ تیرے باپ کے بعد تیری ماں کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ بیٹے نے واپس آنا چاہا تو ماں نے کہا، بیٹا! میں تجھ پر راضی نہیں ہوں گی۔ بیٹا امام پاک سے اجازت لے کر میدان کی طرف چلا، تو ماں نے کہا: اے جانِ مادر! پیاس سے نہ ڈرنا اس لیے کہ عنقریب تو ساقیٔ کوثر کے ہاتھوں سے سیراب ہونے والا ہے۔ جوان میدان میں آیا اور دشمن کے بیس افراد کے سرتن سے جدا کر دیئے۔ زخموں سے چکنا چُور ہو کر زمین پر گر پڑا۔ دشمن نے سر کاٹ کر امام پاک کے لشکر کی طرف پھینکا۔ ماں نے اٹھا کر چُوما اور آفرین کہی۔ (روضۃ الشہداء فارسی صـ۳۲۲)

ہلال بن نافع بعد ازاں حضرت ہلال بن نافع میدان کی طرف نکلے۔ آپ تیر کے نشانے کے بہت ماہر تھے۔ آپ کے مقابل قیس نامی ایک شخص آیا۔ آپ نے تیر چلایا۔ قیس نے ڈھال سے تیر کو روکنا چاہا، مگر ڈھال کو چیر کر اُس کے سینے سے گزر گیا اور پشت سے پار ہو گیا۔ یزیدی حضرت ہلال کے تیر سے ڈرنے لگے۔ کوئی مقابل نہ آیا تو لشکر کے درمیان چلے گئے۔ آپ کے پاس اَسّی تیر تھے۔ ہر تیر سے ایک دشمن کو ہلاک کیا جب تیر ختم ہو گئے، تو تلوار کو نیام سے باہر کھینچا اور کئی یزیدیوں کو فی النار کیا اور بالآخر داد شجاعت دیتے ہوئے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کے آشیانے کی طرف متوجہ ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ (روضۃ الشہداء فارسی ص۳۳۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ میدان میں تشریف لائے انہوں نے ۲۸ یزیدیوں کو جرأت و بہادری سے فی النار کیا۔ بالآخر شہادت کے وسیلے سے عالم الغیب والشہادۃ کے قریب پہنچ گئے۔ (طبری ص۳۳۶ ج۲)

یحیٰی ابن سلیم ان کے بعد حضرت یحیٰی بن سلیم میدان میں آئے۔ جوہر شجاعت کے خوب گل کھلائے۔ بالآخر حضرت ابن سلیم قلب سلیم کے ساتھ مقام تسلیم سے عنایت ربی سے دار السلام میں پہنچ گئے۔

عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری ان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عروہ میدان جنگ میں آئے اور ایک ساعت میں تیس افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ایک تیر ان کی پیشانی پر لگا جو انہوں نے کھینچ کر نکال دیا اور دائیں بائیں حملہ کرتے رہے۔ دشمن کے مزید ۱۲ آدمی قتل کرنے کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ (روضۃ الشہداء ص۳۳۳)

مالک بن انس بن مالک حضرت مالک بن انس امام عالی مقام سے اجازت لے کر میدان جہاد میں تشریف لائے اور ابن سعد کے سامنے

کھڑے ہو کر فرمایا، اے عمرو! اگر تیرے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ جانتے کہ آج تجھ سے یہ حرکت ہوگی، تو تیرا سر قلم کر دیتے۔ ابن سعد لشکر میں گیا اور ایک شخص کو مقابل بھیجا جسے مالک نے جہنم رسید کر دیا اور یزیدیوں کے لشکر سے مقابلہ کرتے ہوئے درجہ شہادت کی سعادت کو پہنچ گئے۔ (روضۃ الشہداء صـ ۳۴۳)

عمرُ بن مطاع جعفی

ان کے بعد حضرت عمر بن مطاع جعفی میدان جہاد میں اترے تھوڑی دیر تک مصروف جہاد رہنے کے بعد دیار آخرت کو سدھارے اور شہادت کی عزت کے ساتھ فائز ہو کر جانے والے دوستوں سے جا ملے۔ جنت میں پہنچ گئے۔ (روضۃ الشہداء صـ ۳۴۳)

قیس بن منبہّ

حضرت قیس بن منبہ اشعار پڑھتے ہوئے حب اہل بیت کا ذکر کرتے ہوئے میدان جہاد میں آئے، اُن کے مقابلے میں ایک کوفی سالار آیا اور اس کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ جنگ کی صلاحیت نہ رکھتے ہوئے بھاگ کر صحرا کی طرف نکل گیا۔ حضرت قیس نے سواری اُس کے پیچھے دوڑا دی اور صحرا میں پہنچ گئے۔ ابن سعد نے حکم دیا نوجوانوں کا قافلہ قیس کے پیچھے گیا۔ قیس نے سالار کے قریب پہنچ کر نیزہ مارنا چاہا، مگر یزیدیوں کا گروہ پہنچ گیا اور حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا اور پے در پے ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۴۳)

ابن سعد کا چچازاد بھائی

اسی اثناء میں ایک جوان جس نے گھوڑے کی زین کو سونے چاندی سے مرصع کیا ہوا تھا، میدانِ جہاد میں نکلا اور بلند آواز سے پکار کر کہا، اے لشکر کوفہ و شام! جو شخص مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی کا بیٹا ہوں، میں ہاشم بن عتبہ بن وقاص ہوں۔ پھر امام عالی مقام کی طرف منہ کر کے عرض کی، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ میرے چچا کا بیٹا عمرو بن سعد دشمنوں کا دوست

ہے اور میں محبِ اہلبیت ہوں۔ حضرت ہاشم جنگ صفین میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ علاوہ ازیں بہت سی جنگوں میں حصہ لیا۔ آپ نے گھوڑا دوڑایا اور دشمن سے کہا کہ میں اپنے چچازاد بھائی عمرو بن سعد کے علاوہ کسی اور سے جنگ نہیں کروں گا۔ جب ابن سعد کے کان میں حضرت ہاشم کی یہ بات پڑی تو کانپنے لگا۔ اُسے حضرت ہاشم کی جرأت و بہادری کا خوب علم تھا۔ لشکر سے کہنے لگا میرا ہاشم کے سامنے جانا اچھا نہیں تم میں سے کوئی میدان میں جائے اور مقابلہ کرے۔ سمعان بن مقاتل میدان میں آیا۔ یزیدیوں کو اس پہ ناز تھا۔ اس شخص نے زمانے کے سرد و گرم کو آزمایا ہوا تھا۔ اُس نے میدان میں آ کر کہا "اے بزرگ زادے! ابن زیاد نے تیرے چچا کے بیٹے کے ساتھ کیا بُرائی کی کہ اُس نے ملک دے دیا اور طبرستان اس کے نام کر دیا ہے، اور اسے شام و کوفہ کا سپہ سالار بنا رکھا ہے۔ تو اسے چھوڑ کر حسین (رضی اللہ عنہ) سے مل گیا ہے جس کے پاس نہ ملک ہے نہ خزانہ۔ تو ایسا نہ کر۔ دولت و شاہی سے منہ پھیر کر اپنے مقدر سے جھگڑا اور لڑائی نہ کر" حضرت ہاشم نے جواب دیا "اے بزدل! اس دو روزہ زندگی کو تو نے شاہی کا نام دے رکھا ہے اور دنیا کے بے اعتبار مرتبے کو تو نے اقبال (نصیبہ) سمجھ لیا ہے، مگر تو نہیں جانتا کہ نہ تو دُنیا کی دولت و بادشاہی کا اعتبار ہے اور نہ ہی دُنیا کو ہمیشہ رہنا ہے۔

اے سمعان! انصاف کی آنکھ کھول کر بہشت کی نعمتوں کی طرف رغبت کر اور ان مردار خور یزیدیوں کا خیال دل سے نکال دے اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہو کر دولتِ ابدی، رضائے الٰہی اور سعادت حاصل کر" سمعان نے کہا "اے ہاشم! تو نے نہ دولت حاصل کی اور نہ اپنے چچا زاد کی شرم رکھی اور نہ ہی ابن زیاد سے فائدہ اٹھایا" حضرت ہاشم نے فرمایا "ابن زیاد پر لعنت ہو جس نے میرے چچا زاد بھائی کو دنیا کی کھلونا دیا تاکہ وہ اپنے دین کو دُنیا کے بدلے فروخت کر دے۔ میں یزید اور اس کی دولت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میں نے جاہِ فانی کے بدلے مرغوب باقی کو اختیار کیا ہے عنقریب تم عذابِ الیم میں مبتلا ہو جاؤ گے۔"

سمعان نے دوبارہ گفتگو کرنا چاہی تو جناب ہاشم نے غضب ناک ہو کر گھوڑا دوڑا دیا، اور فرمایا تو مجادلہ کے لیے آیا ہے یا کہ مقابلہ کے لیے۔ یہ کہہ کر سمعان پر نیزے سے وار کر دیا۔
سمعان نے تلوار نکالنا چاہی مگر حضرت ہاشم نے اُس کے سر پہ تلوار ماری جس سے اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ (روضۃ الشہداء فارسی صلا ۲۳۵)

حضرت ہاشم کی ابن سعد سے گفتگو

حضرت ہاشم نے ابن سعد کے سامنے جا کر کہا اے میرے چچا زاد! تیرے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ اُحد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جان قربان کرتے ہوئے دین کے دشمنوں پر تیر برسائے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے دُعا فرمائی تھی، جبکہ میرے باپ عتبہ بن ابی وقاص نے سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندانِ مبارک پر پتھر برسائے اور آج عجیب حال ہے کہ تو دشمن کا محب ہے اور میں محب اہل بیت ہوں۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ چچا سعد کی طرح اہل بیت رسول علیہ السلام کی حمایت میں دشمنی کی بنیادیں گرادوں گا ابن سعد نے مقابلے کے لیے سمعان کے بھائی نعمان کے ہمراہ ایک ہزار کا لشکر روانہ کیا۔ حضرت ہاشم نہ اس لشکر سے ڈرے اور نہ پرواہ کی، بلکہ اپنے دست و بازو سے انتہائی جرأت کا مظاہرہ کیا جب امام عالی مقام نے حضرت ہاشم کو تنہا ہزار کے مقابل دیکھا تو مدد کے لیے دس آدمی روانہ کیے: جن میں امام عالی مقام کے بھائی فضل بن علی علیہ السلام بھی تھے۔ ابن سعد نے دو ہزار کا مزید لشکر روانہ کیا اور ان دس آدمیوں سے میدان کی طرف سرراہ لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت فضل بن علی دو ہزار آدمی سے مقابلہ کرتے رہے۔ آپ تیغ بے دریغ سے دشمنوں کی صفوں میں رخنہ ڈال دیتے۔ دو ہزار کا لشکر ایک شخص پر تیروں کی بارش کر رہا تھا تیروں کی بارش میں آپ کا گھوڑا گر پڑا اور آپ پا پیادہ جنگ لڑتے رہے اور بالآخر جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرما کر دار القرار میں پہنچ گئے۔
برادرانِ امام عالی مقام میں سب سے پہلے جام شہادت نوش کرنے والے حضرت فضل

بن علی (رضی اللہ عنہ) تھے۔ باقی نو ساتھی بھی شہید ہو گئے۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۴۲)

ان دس حضرات کو شہید کرنے کے بعد یہ دو ہزار کا لشکر حضرت ہاشم کے لیے آگے بڑھا جبکہ ایک ہزار یزیدیوں سے وہ تنہا لڑ رہے تھے۔ جناب ہاشم گھوڑا دوڑاتے ہوئے جس طرف نکل جاتے یزیدیوں کو فی النار کر دیتے۔ اسی اثناء میں جناب ہاشم نے نعمان کی کمر میں چابک لپیٹا اور زین سے زمین پر گرا دیا جس سے اُس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور وہ مر گیا۔ اُس کے علمبردار کو فی النار کر دیا اور جھنڈا سرنگوں ہو گیا۔ تین ہزار کے لشکر نے تنہا اللہ کے شیر کو گھیرا ہوا تھا۔ چاروں طرف سے تیروں کا مینہ برسا دیا۔ حضرت ہاشم زخموں سے چکنا چور ہو گئے۔ پیاس نے غلبہ کیا، مگر آپ مردانہ وار لڑتے رہے۔ بالآخر خلعت سعادتِ ابدی پہن کر دار فنا سے دار البقا کو سدھارے۔

صحابیٔ رسول حبیب ابن مظاہر

بعد ازاں صحابیٔ رسول حضرت حبیب ابن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو باکمال خوش اخلاق اور حافظِ قرآن تھے۔ ہر روز عشاء تا فجر ایک قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔ آپ حدیث رسول پاک علیہ السلام کے سامع اور حافظ تھے اور ایک عرصہ تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے۔ آپ نے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت طلب کی۔ امام پاک نے فرمایا، میرے نانا جان اور ابا جان کی یادگار ہو۔ آپ سے مجھے بہت محبت ہے اور آپ بوڑھے بھی ہیں اس لیے میدان میں نہ جائیں۔ حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، اے سید و سردار! بوڑھے جنگ میں زیادہ ماہر اور تجربہ کار ہوتے ہیں اور میری خواہش ہے کہ کل بروز قیامت میرا حشر بھی آپ کے ہمراہ شہید ہونے والوں میں ہو۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اجازت عطا فرمائی۔ آپ نے میدان میں جا کر چند اشعار پڑھے ؎

أَنَا حَبِيْبٌ وَأَبِيْ مُظَاهِرٌ   فَارِسُ هَيْجَاءَ وَحَرْبٍ تُسْعَرُ

ترجمہ: "میں حبیب ابن مظاہر ہوں، شہسوار بہادر اور میدان جنگ میں لڑائی کی آگ بھڑکا دینے والا ہوں۔"

أَنْتُمْ أَعَدُّ عُدَّةً وَأَكْثَرُ   وَنَحْنُ أَوْفَىٰ مِنْكُمْ وَأَصْبَرُ

ترجمہ: "تم تعداد میں تو ہم سے بہت زیادہ ہو لیکن صبر و استقامت میں ہم تم سے بڑھ کر ہیں۔"

وَنَحْنُ أَعْلَىٰ حُجَّةً وَأَظْهَرُ   حَقًّا وَأَتْقَىٰ مِنْكُمْ وَأَعْذَرُ

ترجمہ "ہم دلیل و حجت میں بہت بلند و غالب ہیں اور حقیقت میں تم سے زیادہ متقی ہیں اور ہمارا عذر تم پر غالب ہے۔"

یا اشعار پڑھتے ہوئے آپ آگے بڑھے اور زبردست جنگ کی یہاں تک کہ دشمنوں کے لشکر میں شور پڑ گیا اور اچانک بنی تمیم کے ایک شخص نے آپ پر تلوار کا وار کیا' آپ زمین پر گر پڑے۔ جب آپ نے اُٹھنا چاہا تو حصین بن نمیر نے آپ کے سر پر تلوار ماری اور آپ کو شہید کر دیا۔

بعض روایات میں ہے کہ بدیل بن حریم نے آپ کا سر مبارک کاٹ کر ایک جگہ محفوظ کر دیا تھا اور جنگ ختم ہونے کے بعد سرِ اقدس اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اور مکہ معظمہ میں اس کا ایک دوست تھا جو حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا دشمن تھا۔ یہ سر اُس کو دکھانا چاہتا تھا۔ اتفاقاً حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا بیٹا مکہ مکرمہ میں اپنے دروازے پر کھڑا تھا' وہاں بدیل پہنچ گیا۔ اُس جوان نے یہ پوچھا کہ سر کس کا ہے؟ بدیل کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نوجوان حبیب کا بیٹا ہے۔ اُس نے کہا حبیب بن مظہر کا سر ہے۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے یہ بات سُن کر اُسے ایک پتھر دے مارا' جس سے اُس کی کھوپڑی پھٹ گئی اور اُس کا مغز بکھر گیا۔

ابن حبیب نے اپنے والدِ گرامی کا سر مبارک گھوڑے کی گردن سے کھول لیا اور جنت المعلیٰ کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ (روضۃ الشہداء صـــ ۳۳۹، طبری صـــ ۳۳۵/ج۴)

غلام ابوذر کی شجاعت

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام جن کا نام حرّہ یا حریرہ اور بعض نے حریر بھی لکھا ہے۔ میدانِ جہاد میں آئے اور یزیدیوں سے خوب مقابلہ کیا۔ بالآخر شہید ہو کر محبانِ اہلِ بیت

میں شامل ہو گئے۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۳۸)

حضرت مہاجر کی شہادت

حضرت یزید بن مہاجر جعفی میدان میں آئے، خوب مقابلہ کیا اور آخر الامر عنایت ابدی میں شامل ہو گئے اور شاہراہ فنا پر بسنے والوں سے ایک دم رخصت ہو گئے رضوان اللہ علیہ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۳۸)

حضرت انیس کی شہادت

حضرت انیس بن معقل فاجروں سے لڑنے آئے، اور اس تشنہ معلق نے خون کی نہر جاری کر دی اور آخر کار ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ رضوان اللہ علیہ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۳۸)

حضرت عابس کی شہادت

حضرت عابس بن شبیب نے جنگ کا ارادہ کیا اور اپنے غلام شوذب سے پوچھا، تیرا کیا خیال ہے؟

غلام نے کہا، انشاء اللہ آپ کا ساتھ دوں گا۔ آقا و غلام ہر دو، امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے میدان میں جانے کی اجازت چاہی آپ نے بخوشی اجازت عطا فرمائی۔ آپ نے میدان میں دشمن کو للکارا اور فرمایا ایک آدمی کے مقابل ایک آئے۔ دشمن آپ کے فن حرب سے واقف تھا، سامنے نہ آیا۔ ابن سعد نے کہا، اگر ایک ایک ہو کر جنگ نہیں کر سکتے تو ہل کر وار کرو۔ چنانچہ یزیدی فوج نے ان پر دھاوا بول دیا۔ آپ اپنے غلام کے ہمراہ یزیدی فوج میں چلے گئے، خوب قتال کیا۔ اس بہادری سے لڑے کہ دو تشنہ دشمن کو فی النار کر دیا۔ یزیدیوں نے انہیں بہت سے زخم پہنچائے۔ یہاں تک کہ آقا و غلام دار الفناء سے دار السلام کی طرف روانہ ہو گئے (رضوان اللہ علیہما) (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۳۸) (طبری صفحہ ۳۳۱ ج ۴)

حجاج بن مسروق جعفی

حجاج بن مسروق جعفی جو کہ امام عالی مقام کے لشکر کے مؤذن تھے۔ اجازت لے کر میدان میں آئے اور چند اشعار پڑھے اور شمشیر آبدار سے دشمنوں کے سر کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ حق لعین نے تیروں کی بارش کر دی اور وہ زخموں کی تاب نہ لا کر شہیدوں سے جا ملے رضی اللہ عنہ (روضۃ الشہداء فارسی صفحہ ۳۴۰)

سیف بن حارث چچازاد بھائی کے ہمراہ

سیف بن حارث اپنے چچازاد بھائی مالک بن عبد کے ساتھ ہوتے ہوئے امام عالی مقام کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اجازت طلب کی۔ امام پاک رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں دُعائے خیر فرمائی۔ تو دونوں بھائی جنگل کے شیروں کی طرح میدانِ کارزار میں آئے اور تلوار کے جوہر دکھائے۔ کئی یزیدیوں کو فی النار کیا اور دونوں بھائی جامِ شہادت نوش فرماکر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے (رضی اللہ عنہما) (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۴۰)

امام زین العابدین کا ترکی غلام

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ترکی غلام جو حافظ و قاری قرآن تھا، امام عالی مقام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: نَفْسِیْ لِنَفْسِكَ فِدَاءٌ۔ میری جان آپ پر قربان۔ اجازت فرمائیں تاکہ میں اپنی جان آپ کے قدموں پر قربان کروں۔ آپ نے فرمایا: تو میرے بیٹے زین العابدین کا غلام ہے، اُن سے اجازت لے۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر قدم بوسی کی اور عرض کی حضور! مجھے اجازت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میں تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں، باقی تو جان یا ابا جان جانیں۔

امام زین العابدین سے آزاد ہوکر امام عالی مقام سے عرض کی میں اب آزاد ہوں، آپ اجازت فرمائیں تاکہ جان قربان کرسکوں۔ اجازت لے کر غلام میدان کی طرف روانہ ہوگیا۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آزاد کردہ غلام کی برق رفتاری ملاحظہ فرمارہے تھے۔ وہ شگفتہ پھول، چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے چہرے سے دشمن کی صفوں کے درمیان جا کھڑا ہوا اور کئی یزیدیوں کو جہنم رسید کیا۔ پیاس غالب آئی۔ دوبارہ امام زین العابدین کی بارگاہ میں آیا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ دوبارہ میدان میں گیا فنِ حرب سے کئی یزیدیوں کو فی النار کیا اور یزیدیوں نے گھیرے میں لے کر تیر برسائے، یہاں تک کہ وہ خوش بخت غلام بارگاہِ قدس میں لوٹ گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (روضۃ الشہداء فارسی صفحہ ۳۴۰)

حنظلہ بن سعد حضرت حنظلہ بن سعد بھی دونوں صفوں کے درمیان میں آئے اور دشمن کو آواز دی۔ مجھے خوف ہے کہ تم پر قوم نوح و ثمود کی طرح عذاب نہ آئے۔ امام عالی مقام کے قتل سے ہاتھ اٹھا لو اور اپنے گھر واپس چلے جاؤ۔ مگر یزیدیوں کے دل تو گمراہ ہو چکے تھے، وہ کفر و الحاد پر ڈٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے کوئی بات نہ مانی، تو آپ نے دشمن کا خوب مقابلہ کیا اور آخر کار شہید ہو گئے (رضی اللہ عنہ) (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۴۲)

سعد ابن عبداللہ حنفی حضرت سعد بن عبداللہ میدان جہاد میں اترے۔ ہر مقابل کو واصل جہنم کیا۔ آخر دشمن کے نرغے میں آ گئے اور زخموں سے چور چور ہو کر کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے تحت باغ رضوان کو سدھارے (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۴۲)

جنادہ اور ان کے بیٹے کی شہادت حضرت جنادہ مسلح ہو کر میدان میں آئے۔ قتال کے بعد زخموں سے چور چور ہو کر مرتبہ شہود کو پہنچ گئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت عمرو بن جنادہ نے مقام شہادت حاصل کیا۔ (رضوان اللہ علیہ) (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۴۲)

مُرّہ بن ابی ہرّہ کی شہادت ان کے بعد حضرت مُرّہ غفاری میدان میں آئے اور بہادری و جرأت کے ساتھ سپاہ دشمن سے نبرد آزما ہوئے اور کئی یزیدیوں کو تباہ کرنے کے بعد جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط کو سدھارے۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۴۲)

ان کے بعد حضرت محمد بن مقداد، حضرت عبداللہ بن دجانہ، حضرت قیس بن ربیع، حضرت اشعث بن سعد، حضرت عمر بن قرظ، حضرت حنظلہ اور حضرت حماد باری باری سب میدان میں اُترے اور مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) روضۃ الشہداء صفحہ ۳۴۲)

اس طرح باری باری امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے جاں نثاروں میں تقریباً ۵۲ حضرات نے اُس صبر و استقلال اور شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کیا کہ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔

اہل بیت اطہار کی شہادت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ۝
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہِ الطَّاھِرِیْنَ ۝
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰہُ رِزْقًا حَسَنًا ۝ (سورۃ الحج پارہ ۱۷ آیت ۵۸)

ترجمہ "اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے، پھر مارے گئے یا مر گئے، تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا۔"

؎ یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

؎ بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

؎ تو وہ امام امامت کی آبرو تجھ سے ہے
حسین تجھ کو امامت سلام کہتی ہے

؎ عرفان کا چراغ جلایا حسین نے
ظلمت کا ہر نشان مٹایا حسین نے

آتے ہیں اب میداں میں علی مرتضیٰ کے پھول
زہرا بتول اور چمنِ مصطفےٰ کے پھول

حضرات محترم! جب محبانِ اہل بیت اپنی اپنی قربانیاں پیش کر چکے تو اسد اللہ الغالب کے شیروں، چمنستانِ زہرا کے پھولوں اور امام الانبیاء، حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر گوشوں کی باری آئی۔ اِن ہاشمی شہزادوں کا میدان میں آنا تھا کہ یزیدیوں کے دل لرزنے لگے۔ ان پیکرانِ شجاعت کی تلواروں سے یزیدی چیخ اٹھے۔ انہوں نے ضرب و حرب کے وہ جوہر دکھائے کہ جن کی یاد ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گی، اگرچہ یہ صرف چند مردانِ لاور تھے اور دشمن کا لشکر ہزاروں پر مشتمل تھا، کب تک مقابلہ جاری رہتا، جبکہ پانی بھی بند تھا اور مقابلہ بھی ایک ایک سے نہ تھا، بلکہ ہزاروں مدِمقابل تھے، لہٰذا یہ چند نفوس قدسیہ زخموں سے چور چور ہو کر جام شہادت نوش کرتے رہے۔

امام پاک کے اقرباء میں سے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے حاضر ہو کر عرض کیا، چچا جان! اب مجھے اجازت دیجیے کہ میں میدان میں جاؤں اور اپنے والدِ محترم اور اپنے بھائیوں کے خون کے بدلے میں کوفیوں کے خون کی ندیاں بہاؤں۔ آپ نے فرمایا، اے بیٹا! تمہارے باپ اور بھائیوں کی جُدائی کا داغ ابھی میرے دل سے مٹا نہیں، میں تمہیں کس طرح اجازت دے دوں۔ بیٹا! تم ایسا کرو کہ اپنی والدہ کو ساتھ لے کر جہاں جی چاہے، چلے جاؤ۔ یہ تمہارا راستہ نہیں روکیں گے، کیونکہ یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔

چچا جان! میں آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں، خدا کی قسم، یہ نہیں ہو سکتا، میں آپ کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤں گا، بلکہ آپ کے سامنے جام شہادت نوش کروں گا۔

امام عالی مقام نے سینے سے لگا کر اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ گھوڑا چمکاتے ہوئے میدان میں آئے اور خنجرِ آبدار سے کوفیوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے جو اس شیر کے سامنے آتا تھا، زندہ لوٹ کر واپس نہ جاتا تھا۔ ابن سعد نے کہا کون جوان اس بہادر کا مقابلہ

کرے گا۔ قدامہ بن اسد فزاری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے قدامہ! تو ہی اس کا مقابلہ کر سکتا ہے
قدامہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آیا۔ حضرت عبداللہ نے نیزے کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا۔ قدامہ نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور ایک طرف ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بار بار اس پر حملہ آور ہوتے۔ تھوڑی دیر تک دونوں میں مقابلہ رہا۔ آخر کار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ قدامہ کو دو لخت کر دیا۔ پھر آپ نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کو کمربند سے پکڑا اور اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور ساتھ ہی آپ نے اپنا گھوڑا غلام کو دیا اور خود اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ پھر نیزہ اٹھا کر مبارز (مقابل) طلب کیا اور چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ علامہ کاشفی نے یوں کیا ہے ؎

امروز با بیم جگر سوختہ جاں را   پیش شہ مظلوم کشم روح رواں را
با دولت جاوید در آغوش دارم   در روضۂ فردوس عروسان جناں را

اور پنجابی میں کسی نے یوں کہا ہے ؎

شیراں وانگوں وچ میدانے جتے مار رُلائے
ہو ہو ٹکڑے ڈگن ٹوڈی ساہویں کوئی نہ آئے
حیرت کردے تھکتھا لڑدا نال ہزاراں
ہاشمیاں دی قوت ڈاڈھی دیندے لاہ ستھاراں
جتے قتل یزیدی کر کے ہویا شہید پیارا
جا ملیا سی باپ تے بھائیاں تائیں لال نیارا

قدامہ کے بیٹے سلامہ نے حضرت عبداللہ کی شجاعت و دلیری کا مشاہدہ کیا تو ابن سعد نے کہا میں نے بہت سی جنگوں میں حصہ لیا، مگر میں نے اس ہاشمی جوان جیسا بہادر اور دلیر کسی کو نہیں دیکھا۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ تنہا آپ کے سامنے آئے۔ آپ یزیدیوں پر حملہ کرتے ہوئے ان میں گھستے چلے گئے اور بہت سوں کو فی النار اور زخمی کیا۔ آخر کار

انہوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور جابر دمشقی نے پیچھے سے تلوار ماری اور آپ کی سواری کے پاؤں کاٹ دیئے۔ آپ پاپیادہ بھی مقابلہ کرتے رہے۔ نوفل بن مزاحم حمیری نے آپ کو نیزہ مارا اور بقول بعض عمرو بن صبیح صداوی نے نیزہ مارا، جس سے آپ شہید ہوگئے (رضی اللہ)

حوریں جناں سے آئیں فرشتے ملک عرش سے
لے کر خدا کی طرف سے صلِّ علیٰ کے پھول

(روضۃ الشہداء ص ۳۴۵ طبری ص ۳۲۶ ج ۴)

حضرت جعفر بن عقیل کی شہادت

حضرت عبداللہ کے چچا جعفر بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب اپنے بھتیجے کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا تو آنکھوں سے اشک بارہوتے ہوئے امام عالی مقام سے اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر میدان کارزار میں آئے اور جنگ شروع کی۔ بہت سے یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ آخر دشمنوں نے گھیرے میں لے کر تیروں کی بارش کردی اور فرزند عقیل رضی اللہ عنہ اپنے خون سے رنگین ہوکر عبداللہ بن عزرہ خثعمی کے تیر سے جام شہادت نوش فرما گئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (روضۃ الشہداء ص ۳۴۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل کی شہادت

حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ عنہ امام پاک سے اجازت لے کر میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے اور کئی یزیدیوں کو فی النار کیا۔ بالآخر عبداللہ بن عروہ خثعمی لعین کے تیر سے جام شہادت نوش فرما کر حضرت عبدالرحمٰن عند الرحمٰن مجلس صدق و رضا میں پہنچ گئے۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۴۵، طبری ج ۴ ص ۳۴۱)

ہوشیار اہل بیت کی لاشوں سے اے زمین
کملا نہ جائیں یہ ہیں رسولِ خدا کے پھول

محمد و عون کی شہادت

جب حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد نے شہادت کا جام نوش کر لیا تو

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کی باری آئی۔ ان میں سب سے پہلے حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں اپنے دل کی آرزو پوری کروں۔ امام عالی مقام نے انہیں اجازت عطا فرمائی تو انہوں نے میدان میں آکر رجز کا آغاز کیا اور آپ نے جنگ کرتے ہوئے بہادروں کو میدان سے ہٹا دیا اور بالآخر ان کی مقدس رُوح کا طائر بہشت کے سبز پروں والے آشیانے میں قیام پذیر ہوا۔

حضرت عون بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو شہید ہوتے دیکھا تو امام عالی مقام سے اجازت حاصل کرنے کے بعد میدان کارزار میں تلوار اور گھوڑا چمکاتے ہوئے آگے بڑھے اور سینکڑوں شقیوں کو عدم کا راستہ دکھایا اور اپنے بھائی کے قاتل کو دیکھا تو اُس کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کر دیا۔ آخر زخموں سے نڈھال ہو کر اور ماموں جانؓ قربان ہو کر باغِ جنت کو سدھارے

حضرت عون کو عبداللہ بن قطبۃ الطائی نے اور حضرت محمد کو عامر بن نہیشل نے شہید کیا۔ امام پاک کے رفقاء ان کی لاشیں اٹھا کر لے آئے اور انہیں اپنے خیموں کے پاس لٹا دیا ہے

لاشوں کے قریب آکے شہِ اُمت نے پکارا
اے بھانجو موجود ہے ماموں یہ تمہارا
اے شیر جوانو! مجھے اُلفت تھی تمہیں سے
اے تشنہ دہانو! مجھے بہت تھی تمہیں سے
ہاتھوں کو اٹھا کر ذرا بات تو کر لو
سینے سے لگو اور مُلاقات تو کر لو

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا، لو بہن! تمہاری قربانی بھی منظور ہو گئی۔ آؤ اپنے شہیدوں کی زیارت کر لو۔ ماں نے جب اپنے بیٹوں کی لاشوں کو دیکھا تو

بلائیں لیتے ہوئے کہا، اے بیٹا! تم نے قربانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۴۶)

فرزندانِ امام حسن رضی اللہ عنہم کی شہادت

جب حضرت محمد و عون دونوں بھائیوں نے شہادت پائی تب برادر زادگانِ امام مظلوم کی باری آئی۔ پہلے حضرت عبداللہ بن امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام عالی مقام کے پاس آئے اور عرض کی اے چچا جان! مجھ پر کرم کیجئے، میدان میں جا کر سر کٹانے کی اجازت دیجئے۔ اشقیاء کا خون بہائیں گے، پھر بحرِ شہادت میں غوطہ لگائیں گے۔ آپ نے گلے لگا کر فرمایا، تم میرے بھائی کی یادگار ہو تمہارے بغیر ہم کیونکر جئیں گے؟

عبداللہ بن حسن جو ہیں لین اجازت آئے
دیہہ اجازت چاچا میں نوں رو رو عرض سنائے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی منتیں کیں، پھر اجازت لے کر میدان میں آئے اور فرمایا ؎

اِنْ تُنْكِرُوْنِیْ فَاَنَا فَرْعُ الْحَسَنِ
سِبْطُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَالْمُؤْتَمَنِ

ترجمہ: "اگر تم مجھے نہیں جانتے تو جان لو کہ میں حسن (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہوں۔ مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نواسہ ہوں اور امانت کا حفاظت کرنے والا ہوں۔"

یہ شعر پڑھتے ہوئے ابن سعد کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے۔ ابن سعد نے جب دیکھا کہ حضرت عبداللہ میدان میں ہیں، تو لشکر کی پہلی صف میں آیا۔ دولت، خلعت، غلام و مرکب کا وعدہ کیا۔ بحتری بن عمرو شامی نے کہا، ابن سعد تو لشکر کی سپہ سالاری کا دعویٰ کرتا ہے اور خود اس ہاشمی جوان کی تلوار کی کاٹ سے بھاگتا پھرتا ہے۔ ابن سعد شرمندہ ہو گیا۔ بحتری غضب کی آگ سے مشتعل ہوا اور پانچ سو سواروں کو ساتھ لے کر حضرت عبداللہ بن حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سامنے آیا۔ امام حسین علیہ السلام کی صفوں

سے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام پیروزان اور حضرت محمد بن انس، حضرت اسد بن وجانہ، شہزادہ حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی امداد کے لیے نکل آتے۔ پیروزان بحتری کے سامنے پہنچ گئے۔ بحتری نے انتہائی غصے کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ ابن امام حسن، حضرت اسد، حضرت محمد ابن انس نے بھی سپاہ یزید پر حملہ کر دیا اور ایک ہی حملے میں پانچ سو سواروں کو بھگا دیا۔ شیث بن ربعی نے بحتری پر آوازہ کستے ہوئے کہا: تجھے شرم آنی چاہیے کہ تیرے پانچ سو جنگجو سوار، چار اشخاص کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔ یہ کہہ کر پانچ سو سواروں سمیت نکلا اور چاروں بہادروں کو گھیرے میں لے لیا۔ پیروزان نے دوسری بار حملہ کرتے ہوئے لشکر کو زیر و زبر کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک سو اسّی[۱۸] افراد کو نیزے کے ساتھ اور بیس[۲۰] کو تلوار کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ جناب پیروزان زبردست جنگ کے بعد امام عالی مقام کی خدمتِ اقدس میں واپس ہونے لگے، تو عثمان موصلی نے ان کی پشت پر نیزے کا وار کر دیا۔ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور تلوار میان سے کھینچ کر پا پیادہ جنگ کرنے لگے۔ حضرت اسد بن ابی وجانہ نے پیروزان کو پیادہ دیکھا، تو یزیدیوں پر حملہ آور ہو گئے۔ چودہ اشخاص کو قتل کر دیا اور باقیوں کو بھگا دیا۔ اب ظالموں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا اور حضرت اسد کو شہید کر دیا۔ ادھر حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ مصروفِ کارزار تھے۔ تیرہ زخم کھانے کے باوجود انتہائی دلیری اور جرأت سے جنگ لڑ رہے تھے۔ اسی اثنا میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے پیروزان بھی شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ نے دوبارہ مخالفین کے لشکر کا رُخ کیا اور مقابلے کی دعوت دی۔ یوسف بن ابجار آپ کے مقابلے میں آیا۔ آپ نے اسے ایک ہی وار میں اُسے فی النار کر دیا۔ اُس کے بیٹے طارق بن یوسف نے تلوار چلائی۔ حضرت عبداللہ نے اس کے وار کا جواب دیا، تو اُس کے ہاتھ کا پنجہ کٹ گیا اور ایک ہاتھ سے پکڑ کر زین سے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اب اس کا چچازاد بھائی مدرک بن سعد آپ کے مقابلے پر آیا، مگر اُسے بھی ایک ہی وار میں فی النار کر دیا۔ اب دشمن کے دل میں ہیبت چھا گئی۔ کوئی بھی مقابلے کے لیے نہ آیا، تو آپ نے مخالفین کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ پھر لوٹ کر حضرت امام حسین

رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، چچا جان! پانی پلا دیجئے۔ امام عالی مقام نے فرمایا، بیٹا! تجھے عنقریب تیرے دادا جان اور نانا جان حوض کوثر سے پانی پلائیں گے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوبارہ جنگ کے میدان میں تشریف لائے، تو پانچ ہزار افراد نے بیک بار حملہ کر دیا اور تیر و تلوار، نیزہ و سنان اور خنجروں کے وار کرنے لگے جس سے آپ بُری طرح زخمی ہو گئے۔ پیچھے سے نہان بن زبیر نے آپ کے کندھوں کے درمیان تلوار کا وار کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور عالم قدس کو سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون (طبری صفحہ ج ۶/۲۴۱، روضۃ الشہداء ص ۳۴۶ (فارسی) سوانح کربلا ص ۱۱۳)

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد امام پاک علیہ السلام کی بارگاہ میں حضرت قاسم بن امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) حاضر ہوئے۔ عرض کی چچا جان! میرا سلام لیجئے اور مجھے میدان جنگ میں جانے کی اجازت عنایت کیجئے۔ آپ نے فرمایا، اے میرے نورِ چشم! تم بھائی حسن کی یادگار ہو، تمہیں اجازت نہیں دی جائے گی۔ عرض کی، چچا جان! خدا کے لئے مجھے ان دشمنوں سے لڑنے کی اجازت دیجئے۔ مگر امام پاک نے انکار کر دیا، تو حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کو وہ تعویذ یاد آگیا جو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر ان کے بازو میں باندھ دیا تھا اور فرمایا تھا اے قاسم! جب سخت مصیبت درپیش ہو اور غم کی گھٹا چھا جائے تو تم اس وقت اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا، آج تک ایسی مصیبت نہیں آئی۔ لاؤ تو وہ تعویذ کھول کر دیکھیں اس میں کیا لکھا ہے! جب اس تعویذ کو دیکھا تو اس میں لکھا تھا، اے قاسم! جب تم اپنے چچا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کے بادِ شامیوں اور بے وفا کوفیوں کے درمیان پاؤ اور صحرائے کربلا میں اکیلا گھرا ہوا دیکھو تو فوراً اپنا سر ان کے قدموں پر رکھ دینا اور اپنی جان نثار کر دینا اور کوئی روکے تو ہرگز نہ رکنا۔ اپنے چچا جان کے سامنے گلا کٹانا اور شہید ہو جانا عین سعادت جاننا۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے

جب یہ وصیت نامہ پڑھا، تو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے۔ یہ وصیت نامہ حضرت امام عالی مقام کے سامنے لا کے رکھ دیا۔ امام پاک نے وصیت نامہ پڑھا تو اپنے بھائی جان کی محبت و شفقت یاد آ گئی۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا، اے قاسم! بھائی حسن کی ایک نشانی تم ہی تو ہو۔ حضرت قاسم نے عرض کی: چچا جان! مجھے لڑنے کی اجازت دیجیے اور سعادتِ ابدی سے محروم نہ کیجیے۔ امام عالی مقام نے حضرت قاسم کا ماتھا چوما سینے سے لگایا اور رخصت کر دیا ؎

قاسم صاحبزادہ پوتا شاہ حسن دا بھائی — چاچا دیہہ اجازت مینوں اس نے عرض سنائی
لکھ دتا سی شاہ حسن نے اک تعویذ پیارے — قاسم دے بازو تے بدھا ہتھیں آپ سوہارے
تے فرمایا شاہ حسن نے شلہ قاسم دے تائیں — کھول پڑھیں جاں سر تے آون دُکھ غم رنج بلائیں
کھول ڈٹھا تعویذ جاں اُس نے لکھیا نظری آیا — شاہ حسین گھِتے وچ کربل ہوسی ظلم سوایا
تکلیفاں تے رنج مصیبت پاسی بھائی میرا — کرنی مدد برابر میرے دی فرض ایہو ہے تیرا

حضرت قاسم میدان میں آئے اور یزیدیوں کو مخاطب کر کے کہا: اے دین کے دشمنو! خاندانِ نبوت کا گھر اجاڑنے والو! میں قاسم بن حسن بن علی (رضی اللہ عنہم) ہوں۔ خاندانِ رسالت کا چشم و چراغ، گلشنِ زہرا کا پھول ہوں۔ آؤ میرا مقابلہ کرو۔ ابن سعد نے ارزق پہلوان سے کہا، اس نوجوان کو قتل کر دو۔ ارزق نے ابن سعد سے کہا مجھ جیسا پہلوان جس کا نام مصر و شام میں مشہور ہے تو مجھے ایک کم سن جوان کے ساتھ لڑنے کے لیے بھیجتا ہے؟ عمرو ابن سعد نے کہ ان کی کم سِنی اور نازک بدنی پر نہ جا۔ یہ شیر حضرت امام حسن مجتبیٰ کے بیٹے، سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے پوتے اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے ہیں۔ اگر یہ بھوکے پیاسے نہ ہوتے تو یہ تنہا ہزاروں کے لیے کافی تھے ؎

ارزق نامی پہلوان نوں اپنے کول بلایا! — عمر ابن سعد نے اُس نوں ایہو سخن الایا
دس ہزار دینا رسالانہ توں سرکاروں پائیں — ہاشمی لڑکے دے نال جا توں قتل کریں تلواریں

ارزق کہیا میں ہرگز اس لڑکے ول جاواں   تیری خاطر میں اپنے اک لڑکے نوں بھجاواں

ارزق نے کہا، میں تو خود مقابلے کے لیے نہ جاؤں گا، مگر میرے چار بیٹوں میں سے ایک بیٹا میدان میں جائے گا اور ایک ہی وار میں سر کاٹ کر لے آئے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنے بڑے بیٹے کو بھیجا، وہ میدان میں بادل کی طرح گرجتے ہوئے زہر آلود تلوار ہاتھ میں لیے آیا۔ حضرت قاسم نے اپنا گھوڑا چمکایا، خنجر خونخوار چلایا اور اس شیطان کو زخمی کر کے زمین پر گرا دیا اور اُس کی زہر آلود تلوار اُس کے ہاتھ سے چھین لی۔ ارزق کے دوسرے بیٹے نے اپنے بھائی کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تو بھائی کا انتقام لینے کے لیے آگے بڑھا۔ حضرت قاسم نے ایک ہی وار میں اُسے بھی فی النار کر دیا۔ اب ارزق کا تیسرا بیٹا آیا، اُس کی پیٹھ پر آپ نے ایسا تیر چلایا جو پیٹھ سے پار ہو گیا اور وہ بھی فی النار ہو گیا۔ ارزق نے جب اپنے بیٹوں کا یہ انجام دیکھا تو غصے سے لال پیلا ہو کر دھاڑنے لگا ؎

گجدا ہویا وچ میدانے قاسم جے ول آیا   ماری کھچ تلوار قاسم نے او پر زمیں گرایا
دوجا بیٹا ارزق سندا لافاں کردا آیا   کھچ وگایا نیزہ قاسم نے فوراً قتل کرایا
تریجا آیا تیر اس نوں وی قاسم مار گوائے   نیزے نال اڈیئے اس نوں دوزخ وچ وگائے
چوتھا بیٹا ارزق سندا غصہ کھا کے آیا   مویا دیکھ بھائیاں تائیں وٹ پیا اوہ کھائے

ارزق خود مقابلے کے لیے آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ اُس کا چوتھا بیٹا بیہودہ کلمات بکتے ہوئے آگے بڑھا اور کہنے لگا، اے باپ! اس جوان سے مجھے دو دو ہاتھ کر لینے دے۔ وہ آپ پر حملہ آور ہوا۔ آپ نے اُس کے وار کو اپنی تلوار پر روکا اور اسی زہر آلود تلوار سے اس طرح وار کیا کہ اس کا داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ دوسرا وار اُس کے سر پر ایسا کیا کہ اسے بھی جہنم رسید کر دیا۔ اس کے بعد ارزق کا حال بد دیکھنے کے قابل تھا۔ اُس کی زندگی کی کمائی لُٹ چکی تھی۔ وہ غیرت جو اب تک حضرت قاسم کو بچہ سمجھ کر مقابلے پر جانے سے روک رہی تھی، اب ختم ہو چکی تھی۔ وہ ظالم غیظ و غضب کی آگ میں جلتا ہوا آگے بڑھا تاکہ اپنے بیٹوں کا انتقام لے اور چاہا کہ ایک ہی

وار میں حضرت قاسم کو ختم کر دے، مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اُس کے مقابلے میں وہ جوان ہے جس کے بازو میں قوتِ حیدری ہے۔ ظالم تلوار چمکاتے ہوئے آگے بڑھا، اُس کی نظر حضرت قاسم کی تلوار پر پڑی جو آپ نے اُس کے لڑکے سے چھینی تھی۔ کہنے لگا، یہ تلوار میں نے ایک ہزار دینار دے کر خریدی تھی اور ایک ہزار دینار دے کر زہر میں بجھوائی تھی۔ یہ تمہارے ہاتھ میں نہیں رہنے دوں گا، بلکہ اسی سے تجھے قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا، تیرے بیٹے تو اس کا مزہ چکھ چکے ہیں، تو بھی خاطر جمع رکھ، تجھے بھی اس کا مزہ چکھاؤں گا اور اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا، تو بہادر مرد کہلاتا ہے، مگر تجھے تو گھوڑے کی زین کسنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے۔ ارزق جھک کر زین دیکھنے لگا۔ آپ نے وہی زہر آلود تلوار چلائی اور اس کی گردن زمین پر جا گری۔ آپ جست لگا کر اُس کے گھوڑے پر جا بیٹھے اور حضرت امام عالی مقام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے ۔ وَاعَمَّاہُ اَلْعَطَشْ اَلْعَطَشْ (آہ چچا پیاس پیاس) اگر پانی کا پیالہ مل جائے، تو ابھی ان سب کو نیست و نابود کر دوں۔ امام عالی مقام نے فرمایا، عنقریب تو اپنے نانا جان سے آبِ کوثر پینے والا ہے اور تمام غم و آلام فراموش کرنے والا ہے۔ جا اپنی والدہ سے مل لے، وہ تیرے فراق میں اشکبار ہے۔ حضرت قاسم خیمہ میں اپنی والدہ صاحبہ کے پاس گئے اور والدہ صاحبہ سے ملاقات کرتے ہوئے صبر و تحمل کی درخواست کی اور پھر میدان کا رُخ کیا۔

ابنِ سعد نے کہا یہ جوان، ہمارے بہادر جوانوں کو قتل کر چکا ہے، اس کو چاروں طرف سے گھیر لو اور ختم کر دو۔ دشمنوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور اب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ آپ اس حالت میں بھی ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے۔ تیس پیادوں اور پچاس سواروں کو جہنم رسید کرتے ہوئے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا اور گھیرا توڑ کر باہر آنا چاہا تو یزیدیوں نے آپ پر تیروں کی بارش کر دی۔ گھوڑا زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر گر پڑا تو شیث بن سعد بدبخت نے آپ پر نیزے کا وار کیا جو آپ کی پشت مبارک سے پار ہو گیا۔ آپ نے متاترستائیس زخم کھائے۔ دشمنوں نے تیرِ ستم ہر طرف سے برسائے۔ تو آپ نے آواز دی: یَا عَمَّاہُ اَدْرِکْنِی (اے چچا جان

مجھے پکڑ لیں) امام پاک علیہ السلام آپ کی آواز سُن کر آپ کے پاس آئے اور اٹھا کر خیموں تک لے آئے اور امام پاک کی آغوش میں آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون) (روضۃ الشہداء ص ۲۵۰ (فارسی)
(سوانح کربلا ص ، طبری (عربی) ج ۴، ص ۳۴۲)

ہائے جنت کو تم سدھارے ! میرے بھائی کے فرزند قاسم
یاد کس کس کی دل سے بھلاؤں ہائے کس کس کے لاشے اٹھاؤں
کس کس کو اپنی کہانی سناؤں میرے بھائی کے فرزند قاسم
کہیا قاسم نے آدر کنی چاچا جلدی آویں کفن لبھوا پہنے قاسم نظر ذرا توں پاویں
شاہ حسین قاسم دے تائیں ہتھوں چک لیا والد صاحب نال سینے دے بجھڑے تائیں لاوے

حضرت ابو بکر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت قاسم بن امام حسن رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر بن علی، امام عالی مقام (علیہم السلام) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی بھائی جان مجھے اجازت دیجیے تاکہ ان دشمنوں سے اقربا کا بدلہ لوں اور ساتھ ہی عرض کی بھائی جان ایک عرصہ سے میری خواہش تھی کہ کوئی تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کروں مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کے لائق کونسا تحفہ ہو سکتا ہے۔ آج میں اپنی جان کا تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ امام عالی مقام نے انہیں اجازت عطا فرمائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اور مخالفین کو للکارتے ہوئے چاروں طرف حملہ کرنے لگے اور نہایت جرأت اور دلیری سے لڑتے رہے۔ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور آپ پر حملہ آور ہو گئے آپ نے ہر وار کا جواب دیا اور لڑتے لڑتے بازارِ شہادت میں اپنی نقد جان کو فروخت کر دیا۔ (رضوان اللہ علیہ)

(روضۃ الشہداء (فارسی) ص ۲۵۸، طبری ج ۴، ص ۳۴۲)

حضرت عمر بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام عالی مقام سے اجازت لے کر میدانِ جنگ میں آئے اور ظالموں سے مقابلہ کرتے رہے۔ گھمسان کی جنگ کے بعد دشمن نے انہیں گھیر کر شہید کر دیا۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۲۵۷، طبری ج ۴ صفحہ ۳۴۲)

حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عثمان بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام عالی مقام علیہ السلام سے اجازت لے کر میدان کارزار میں تشریف لائے اور آپ نے مردانہ وار جنگ لڑی۔ بہت زیادہ زخمی ہونے کے بعد یزید اَنْبَحِی نے نیزہ مار کر ان کی شمعِ حیات گل کر دی اور وہ چراغِ دُودمانِ ولایت و امامت، بادِ اجل کے ہاتھوں بجھ گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(روضۃ الشہداء، ص ۳۵۸، طبری ج ۴، ص ۳۴۲)

حضرت عون بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہ کے بعد اُن کے بھائی حضرت عون ابن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام عالی مقام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اجازت حاصل کی اور لشکرِ دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔ ابن الحجاز نے دو ہزار سپاہیوں کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے آپ کا محاصرہ کیا۔ حضرت عون ابن علی نے ذوالفقارِ حیدری سے ان کا گھیرا توڑ دیا اور واپس خیمہ امام عالی مقام کی طرف رُخ کیا۔ آپ نے ان پر آفرین کہی اور فرمایا مرہم پٹی کر لو تو عرض کی: بھائی جان! پیاس سے بے قرار ہوں، میں پیاس بجھانا چاہتا ہوں۔ فرمایا: جاؤ نانا جان ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام جامِ کوثر لیے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ دوبارہ سوار ہو کر تیغِ یمانی ہاتھ میں لیے میدان میں آئے۔ صالح بن یسار نے آپ کی طرف دیکھا تو کانپنے لگا۔ اس کی دیرینہ کینہ جاگ اُٹھا۔ اس کینے کے کینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں شراب نوشی کی حالت میں اسے محکمہ قضا کے سپرد کیا گیا، تو آپ نے اپنے بیٹے

حضرت عون سے فرمایا، اسے اسّی کوڑے مارو۔ آپ نے والدِ گرامی کے حکم پر اسے اسّی کوڑے لگائے تھے۔ اسی وجہ سے اس کے سینے میں آپ کا کینہ چھپا تھا۔ اب آپ میدان میں آئے تو صالح نام طالع انجام نے بدلہ لینے کے لیے تلوار چلائی۔ حضرت عون نے نیزے کے ایک ہی وار میں اُسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ اب اس کا بھائی بدر بن یسار اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے آگے بڑھا۔ حضرت عون نے نیزے کے ایک ہی وار میں اُس کا کام بھی تمام کر دیا۔ بالآخر دو ہزار اسوار وں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا، آپ اُن پر حملہ آور ہوتے رہے۔ اب آپ کو بہت سے زخم آچکے تھے۔ خالد بن طلحہ نے نیزے سے وار کیا۔ آپ گھوڑے سے نیچے آئے اور کہا، بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور پکارا اے ابن رسول اللہ! میں آپ کی وفاداری میں دُنیا سے جا رہا ہوں۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۵۹)

حضرت جعفر و عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہم

حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے بھائیوں کے غم سے پریشان ہو کر امام عالی مقام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اجازت حاصل کر کے میدان میں آئے اور جرأت و بہادری سے لڑتے رہے۔ دشمن نے چاروں طرف سے حملہ کیا تو آپ نے بھی مقامِ صدق و صفا پر فائز ہوتے ہوتے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ان کے بعد حضرت عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ امام پاک علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت لے کر میدانِ کارزار میں جلوہ گر ہوئے۔ تقریباً ایک سو ستّر یزیدیوں کو فی النار کیا اور زخموں سے چکنا چور ہو کر ہانی بن ثوبیت کے وار سے سواری سے گر پڑے اور علوِ مرتبت حاصل کرتے ہوئے واصلِ شہادت ہو گئے۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن)

(روضۃ الشہداء ص ۳۶۰ ۔ طبری ج ۴، ص ۳۴۳)

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ میدانِ کارزار میں

امام عالی مقام علیہ السلام کے عزیز و اقارب کی شہادت آپ کے لیے اس قدر رُوح فرسا تھی کہ کبھی تو آپ آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے اور کبھی مظلوم عورتوں کی طرف نگاہِ حسرت فرماتے اب شہزادہ علی اکبر اور حضرت عباس علمدار ہی باقی ہیں۔ امام عالی مقام جبینِ نیاز جھکاتے ہوئے اپنے خالق و مالک سے عرض و معروض میں مصروف ہیں۔ جب سجدے سے پیشانی کو اٹھایا، تو حضرت عباس علمدار نے عرض کی: حضور! میں نے اب تک علم برداری کے علاوہ کوئی خدمت انجام نہیں دی۔ حضور! مجھے اجازت دے کر میرے مقدر کا ستارہ بھی چمکا دیجیے۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے حضرت عباس کو سینے سے لگایا اور ارشاد فرمایا: "میں مشیتِ الٰہی پر راضی ہوں اور ساقیِ کوثر شافعِ روزِ محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچوں کی پیاس و بیقراری کی شدت میرے پیشِ نظر ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عباس علمدار خیمہ میں داخل ہوئے اور حضرت علی اصغر اور سیدہ سکینہ کی پیاس کا حال دیکھ کر آپ تڑپ گئے۔ آپ نے غصّے میں فرمایا: فرات سامنے ہے اور یہ بچے پانی کے ایک گھونٹ کو ترس رہے ہیں۔ میں ابھی فرات پر جاؤں گا اور پانی لا کر ان کی پیاس بجھاؤں گا۔ یہ کہہ کر مشکیزہ کاندھے پر لٹکایا اور فرات کی طرف چل پڑے۔

اتمامِ حجت

آپ نے بطورِ اتمامِ حجت ارشاد فرمایا: اے کوفیانِ بیوفا، اے شامیانِ پُر دغا، نورِ چشمِ مصطفٰے، لختِ جگرِ مرتضیٰ اور فرزندِ سیدہ فاطمۃ الزہرا (علیہم السلام) کو تم نے بُلایا۔ پھر بے وفائی کی اور پانی بند کیا۔ اہل بیت کے سر قلم کئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو پانی کی ایک بوند کے لیے ترسا رہے ہو۔ خدا سے ڈرو اور عورتوں اور ننھے مُنّے بچوں کے لیے تھوڑا سا پانی دے دو میری بات مانو: ہمیں چھوڑ دو کہ ہم کہیں طرف اپلے جائیں۔ یہ سُن کر شمر ذی الجوشن، شیث بن

رقمی، مجرابن الاحبار تینوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر کہا۔ اے عباس علمدار! اپنے بھائی سے جا کر کہہ دو اگر جبر فرات اُبل آئے اور رُوئے زمین پانی سے بھر جائے، تب بھی ہم لوگ تمہیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں لینے دیں گے جب تک کہ وہ یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرلیں اور نہ ہی ہم انہیں کسی طرف جانے دیں گے۔
حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ سن کر اپنے بھائی حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ سُنا تھا عرض کر دیا۔ امام عالی مقام نے فرمایا: ہم سب کٹ سکتے ہیں، مگر یزید پلید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتے اس لیے کہ وہ فاسق و فاجر ہے۔ اس وقت ننھے ننھے بچے پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ آپ نے ایک مشکیزہ اُٹھایا اور نیزہ تان کر دریائے فرات کا رُخ کیا اور فرمایا: میں جاتا ہوں، پانی لے کر آؤں گا یا پھر دریائے خون میں نہاؤں گا۔ دریائے فرات پر چار ہزار افراد کا پہرہ تھا اور دو ہزار نے راستہ روک رکھا تھا۔ حضرت عباس نے فرمایا، لوگو! تم کافر ہو یا مسلمان؟ لوگوں نے کہا، مسلمان۔ آپ نے فرمایا، کیا مسلمانی یہی ہے کہ فرات سے چرند پرند اور سُور تک پانی پئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد ایک ایک بوند کو ترسے۔

شاہ عباس نے مشک لئی تے کندھے اتے پائی
نیزہ لے کے ہتھ دے اندر آیا مرد الٰہی
سٹیا گھوڑا پانی اندر مشک بھری تے بھائی
لپ بھر پانی پیون لگیا دل دے وچ آئی
شاہ عباس پانی لے کے خیمے دے ول چلیا
لشکر خارجیاں دے اُس نوں گھیرا پا کے دبیا

حضرت عباس کی شہادت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جواب سُن کر یزیدی فوج نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیارے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور تیر و تیغ کا مینہ برسانے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زخم پر زخم کھاتے ہوئے گھوڑا فرات میں ڈال دیا اور مشک کو پانی سے بھر لیا۔ ایک چلو پانی کا لے کر پینا چاہا، مگر اہل بیت کی پیاس یاد آگئی اور پانی پھینک دیا۔ آپ نے مشک

بھری اور دائیں شانے پر ڈال لی۔ فرات سے باہر نکلے تو دشمن نے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ جب آپ نے اپنے آپ کو دشمن کے گھیرے میں دیکھا تو اللہ کے شیر نے جدھر بھی رُخ کیا، دشمن کی صفیں اُلٹ دیں۔ نوفل لعین نے تلوار چلائی جس سے آپ کا داہنا ہاتھ شانے سے کٹ گیا۔ آپ نے جلدی سے مشک بائیں کندھے پر دھری۔ ایک شقی نے خنجر پیچھے سے چلایا تو بائیں بازو بھی کٹ گیا۔ اب حضرت عباس علمدار پانی کی مشک دانتوں سے لٹکائے آتے تھے۔ ایک مردود نے تاک کر ایک ایسا تیر مارا کہ مشک کے پار ہو گیا اور سارا پانی بہہ نکلا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گھوڑے کی پشت سے نیچے گر گئے۔ ظالم چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑے، تو آپ نے آواز دی:

يَا اَخَاهُ اَدْرِكْنِىْ (اے بھائی جان! مجھے پکڑ لو)

جونہی امام پاک نے اپنے بھائی کی آواز سنی دوڑ کر زخموں سے چُور چُور لاش کے پاس پہنچے اور فرمایا:

اَلْاٰنَ اِنْكَسَرَ ظَهْرِىْ وَقَلَّتْ حِيْلَتِىْ (اس وقت میری کمر ٹوٹ گئی اور چارہ جوئی بھی کم ہو گئی ہے)

اسی حال میں حضرت عباس علمدار اس دنیائے فانی سے دار البقا کو سدھار گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۶۱ طبری ص ۲۴۲ ج ۶)

شاہ عباس گھوڑے توں ڈگا کرے بلند پکارا

یا امام خبر لو میری، میں ہاں ذرہ واں مارا

ناگاہ صدا آئی کہ آؤ میرے آقا	آؤ مجھے سینے سے لگاؤ میرے آقا
سر کاٹتی ہے فوج بچاؤ میرے آقا	آخر کمر ٹوٹی اٹھاؤ میرے آقا
بے تاب ہے حسین برادر جواب دو	اے میرے جواں میرے غضنفر جواب دو
اب جاں بلب ہے سبط پیمبر جواب دو	اے نور چشم ساقی کوثر، جواب دو
ہچکی کے ساتھ موت کا خنجر بھی چل گیا	سر گود میں دھرا اور دم نکل گیا

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تین بیٹے حضرت علی اکبر، حضرت علی اوسط (زین العابدین) اور حضرت علی اصغر باقی رہ گئے ہیں۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے دیکھا کہ دوستوں، بھائیوں اور اقرباء میں سے اور کوئی شخص باقی نہیں بالآخر خود میدان میں جانے کا قصد فرمایا۔ حضرت علی اکبر نے جب آپ کو میدان میں جانے کا عزم کرتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر آپ کی کمر سے لپٹ گئے اور عرض کرنے لگے، بابا جان! میں آپ کے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ ابا جان! مجھے میدان جانے کی اجازت عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! تمہیں کاہے کو جانے کی اجازت دوں؟ تیروں سے چھلنی ہونے کی یا تلواروں سے کٹنے کی۔ تم نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہو۔ میں کس طرح اس تصویر کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھوں گا؟ میری آنکھوں کے نور مجھے جانے دو۔ یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منت و سماجت کرتے ہوئے عرض کرنے لگے، بابا جان! اب دنیا میں زندہ رہنے کو دل نہیں چاہتا۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انتہائی اصرار اور اشتیاق دیکھا تو اجازت مرحمت فرمادی اس وقت حضرت علی اکبر علیہ السلام اٹھارہ برس کے تھے۔ عین شباب کا زمانہ تھا، شکل و شمائل میں ہم شبیہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے ؎

بخشی ہے خدا نے اسے توقیر محمد — گیسو ہیں کہ ہر زلف گرہ گیر محمد
چہرہ ہے کہ آئینۂ تصویر محمد — باتوں میں رنگینیٔ تصویر محمد

شوکت وہی صورت وہی، دستور وہی ہے
نقشہ وہی، انداز وہی، نور وہی ہے

اہل مدینہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد ستاتی، تو علی اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر آتے اور حضرت علی اکبر کی زیارت کر جاتے ــــــ امام عالی مقام علیہ السلام نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

کی زرہ پہنائی، ذوالفقار حیدری کاندھے پر لٹکائی، عمامہ نبوی سر پر رکھا اور دعائیں دیکر بلائیں لے کے رخصت کیا۔ جب حضرت علی اکبر میدان میں آئے تو لشکر ابن سعد نے پوچھا یہ کس کا مہ پارہ ہے، کس چاند کا ستارہ ہے۔ عمر و سعد نے کہا، یہ حسین کی آنکھوں کا تارا اور علی المرتضیٰ کا پوتا اور سیدہ زہرا کا جگر پارا ہے۔ اس وقت عمرو بن سعد کے لشکر نے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا شاہانہ جوڑا، برق رفتار گھوڑا، حسینی عمامہ، حسنی جامہ، حیدری تلوار، خنجر آبدار، اٹھتی جوانی، عین شباب، حسن لاجواب، گورا گورا بدن، عمامے کی سجاوٹ، بالوں کی بناوٹ، پیشانی کی چمک، چہرے کی دمک، وہ نرگسی آنکھوں کی بہار، وہ ناک پرنور کی ابھار، وہ ابروئے خم دار، وہ گیسوئے مشکبار اور وہ رخسار پر انوار دیکھ کر سب حیرت زدہ رہ گئے۔ آپ نے لشکر ابن سعد کو للکارا کہ کوئی میرے سامنے آئے مگر ڈر کے مارے کوئی سامنے نہ آیا۔ پھر آپ نے لشکر میں جاکر تلوار چلائی۔ آپ اس وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

اَنَا عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ
نَحْنُ وَرَبِّ الْبَیْتِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ (طبری صفحہ ۳۴۰ ج ۶)

ترجمہ: "میں علی بن حسین بن علی ہوں، ہم اور بیت اللہ زیادہ قریب ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔"

نعرہ ماریا علی اکبر نے وچ میدان آیا
مصرع بن غالب دے اتے تیغوں وار چلایا

لرزہ پے گیا خارجیاں دے وچ اٹھیا شور دہائی
ایہہ انسان ہے ظاہر لے پر اصلی شیر الٰہی

چہرے میں آفتاب نبوت کا نور تھا
آنکھوں میں شان صولت سرکار بوتراب

صحرائے کوفہ عالم انوار بن گیا
چمکا جوان فاطمہ زہرا کا ماہتاب

چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کر دیا
اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب

کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں
ایسا شجاع جس کا جواں سشیر کا جواب

میداں میں اس کے حسن و ہنر دیکھ کر لعین
حیرت سے بد حواس پھر تھے تھے شیخ و شاب

کئی یزیدیوں کو فی النار کیا۔ لشکرِ دشمن میں شور برپا ہو گیا اور جنگ ٹھنڈی ہو گئی۔ آپ واپس اپنے والدِ محترم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی،

یَا اَبَتَاهُ ذَبَحَنِی الْعَطَشُ وَ ثَقَلَنِی الْحَدِیْدُ فَھَلْ لِیْ شَرْبَتُ مَآءٍ مِّنْ سَبِیْلٍ۔ (ترجمہ: "ابا جان! مجھے پیاس نے ہلاک کر دیا ہے اور آہنی اسلحہ مجھ پر بوجھ بن گیا ہے، کیا آپ مجھے کسی طرح پانی پلا سکتے ہیں"

اگر پانی کا ایک قطرہ حلق میں پہنچ جائے، تو میں تنہا اس قوم کو ہلاک کر دوں گا۔ امام عالی مقام نے حضرت علی اکبر کو قریب کیا اور چہرے سے غبار کو صاف کیا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا کردہ انگوٹھی ان کے منہ میں رکھ دی جس کے چوسنے سے آپ کو سکون ملا اور آپ دوبارہ میدان میں پہنچ گئے اور ھَلْ مِنْ مُّبَارِزْ کی صدا بلند فرمائی۔

عمرو بن سعد نے طارق بن شیث سے کہا "علی اکبر کا مقابلہ کر، میں تجھے ابن زیاد سے موصل کی حکومت لے دوں گا۔"

طارق: "مجھے ڈر ہے کہ میں ابن رسول اللہ علیہ السلام کو شہید کروں اور تو وعدہ پورا نہ کرے"

ابن سعد: "میں قسم کھاتا ہوں اور اپنی انگوٹھی تجھے دیتا ہوں۔"

طارق بن شیث موصل کی حکومت کے لالچ میں آ گیا اور انگوٹھی پہن لی اور مسلح ہو کر میدان میں آ گیا اور آتے ہی حضرت امام علی اکبر علیہ السلام پر نیزے سے وار کیا۔ آپ نے اُس کے وار کو روک کر اپنا نیزہ اُس کے سینے پر مارا، جس کی نوک اُس کی پشت سے نکل گئی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ آپ نے اُس کی لاش کو روند ڈالا۔ یہ دیکھ کر اس کا بیٹا عمرو بن طارق میدان میں آیا اور آپ پر وار کیا۔ آپ نے ایک ہی وار میں اُسے فی النار کر دیا۔ اب اُس کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق میدان میں آیا۔ باپ اور بھائی کے غم میں شعلۂ آتش کی طرح آپ پر ٹوٹ پڑا۔ حضرت علی اکبر نے گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور گردن کو پکڑ کر اس طرح

مروڑا کہ اُس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اب لشکرِ اعدا پر حیدر کرار کے شیر کی ہیبت اس طرح چھائی کہ سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔ ابن سعد نے مصراع بن غالب کو آپ کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ مصراع آپ کے سامنے آیا اور نیزے سے حملہ کیا۔ آپ نے شجاعتِ حیدری سے نعرہ لگایا اور مصراع کے نیزے پر تلوار کا وار کر کے نیزہ توڑ دیا۔ اُس نے تلوار سے حملہ کرنا چاہا۔ آپ نے ذکرِ خدا کرتے ہوئے اور درود بر مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پڑھتے ہوئے اُس کے سر پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گیا۔ اب کسی کی ہمت نہ تھی کہ اللہ کے شیر کے مقابلے میں آئے۔ ابن سعد نے محکم ابن طفیل ابن نوفل کو حکم دیا کہ وہ دو ہزار سواروں کے ساتھ حضرت علی اکبر پر حملہ کرے۔ ظالموں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ آپ نے اُن کے وار کو رد فرماتے ہوئے لشکر کو پسپا کر دیا۔ اب کوئی مقابلے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ آپ اپنے والدِ محترم امام عالی مقام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اَلْعَطَشْ اَلْعَطَشْ پکارنے لگے۔ امام عالی مقام نے فرمایا: جانِ پدر! غم نہ کر تو ابھی ابھی حوضِ کوثر سے سیراب ہونے والا ہے۔ آپ واپس لوٹے دائیں اور بائیں بازو سے حملہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے جسمِ نازنین پر بہت سے زخم آ گئے۔ بالآخر ابن نمیر یا بعض کے نزدیک منقذ ابن مرہ عبدی لعین کی تلوار کے وار سے آپ گھوڑے سے نیچے آ گئے۔ اور آواز بلند کی: وَآ اَبَتَاہُ اَدْرِکْنِیْ۔ امام عالی مقام آپ کی آواز سنتے ہی میدان میں آئے اور آپ کا سرِ اقدس اپنی گود میں رکھ لیا۔ حضرت علی اکبر نے آنکھ کھولی تو عرض کی: ابا جان! میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور حوریں جامِ شربت لیے میرا انتظار کر رہی ہیں اور اس کے ساتھ ہی آپ کی رُوحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

امام عالی مقام علیہ السلام نے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک زمین پر رکھ دی اور یہ پُرسوز کلام فرمایا:

قَتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا قَتَلُوْكَ يَا بُنَيَّ مَا اَجْرَأَهُمْ عَلَى الرَّحْمٰنِ
وَعَلٰى اِنْتِهَاكِ حُرْمَتِ الرَّسُوْلِ عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَاءُ۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۶۸، طبع ۷۳ صفحہ ۳۴۰)

ترجمہ: "اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو ہلاک کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ یہ لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آبروریزی پر کس قدر دلیر ہیں۔"

واری دگئے نہ قبر میں اماں کو گاڑ کے
جنگل بسادیا میری بستی اُجاڑ کے

آؤں کدھر کو اے علی اکبر جواب دو
بیٹا جواب دو، میرے دلبر جواب دو

پایا تمہا مدتوں جسے، خاک چھان کر
وہ لعل ہم نے کھویا جنگل میں آن کر

تیغوں سے پاش پاش ہے سب جسم نازنیں
رکھیو احتیاط اسے دامن میں اے زمیں

اٹھارہ سال کی ہے یہ دولت حسین کی
اب ہے تیرے سپرد امانت حسین کی

داغ فرزندِ حسین، ابنِ علی سے پوچھو
نوجواں بیٹے کا غم باپ کے جی سے پوچھو

حضرت علی اصغر کی شہادت

جب سارے جاں نثار ایک ایک کرکے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر قربان ہوگئے اور اب سوائے حضرت علی اصغر شیر خوار اور حضرت سجاد بیمار کے کوئی باقی نہ رہا، تو اب پھر امام عالی مقام کی باری آئی۔ اس وقت حضرت زینب، حضرت کلثوم اور حضرت شہر بانو (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) امام عالی مقام کی بے کسی پر اشک بار ہوئیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا: میرے بعد جب تم لوگ ہر طرح کی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو تمہاری آواز ہرگز بلند نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ نانا جان ناراض ہو جائیں، اس لیے کہ بالوں کا نوچنا، گریبان پھاڑنا اور سینہ کوبی کرنا شریعتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حرام ہے۔ ہاں فقط آنکھوں سے آنسو بہا لینا۔ حضرت سکینہ کو حضرت زینب کی گود میں رکھ کر فرمایا: بہن! سکینہ کا خاص خیال رکھنا۔ اس کی

ناز برداری کرنا اور آنکھوں میں آنسو نہ آنے دینا۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عرض کی، بھائی جان! میری جان بھی سکینہ کے لیے حاضر ہے، مگر جب آپ کا پوچھے گی اور بابا بابا کر کر پکارے گی، تو میں کس طرح مناؤں گی؟ آپ نے فرمایا، میں راضی برضائے خدا ہوں اور تم سب کو سپردِ خدا کرتا ہوں اور صبر کی دعا کرتا ہوں۔ یہ فرما کر گھوڑے کی لگام تھامی اور میدان میں جانے کا ارادہ کیا تو خیمے سے آواز آئی، آپ خیمے میں تشریف لائے تو حضرت شہر بانو نے عرض کی کہ لختِ جگر علی اصغر پیاس سے نیم جان ہیں، کئی دنوں سے بھوکے پیاسے ہیں۔ ہم کیا پلائیں اور کیا کھلائیں۔ دودھ تک خشک ہو چکا ہے۔ اگر اس شیرخوار کے لیے ایک چلو پانی مل جائے، تو اس کی جان بچ سکتی ہے۔ امام عالی مقام نے ننھے علی اصغر کو اُٹھایا، سینے سے لگایا۔ یزیدیوں کی فوج کے پاس جا کر کہا، اے قوم جفا کار! اگر تمہارے باطل گمان میں، مجرم ہوں تو میں ہوں، اس معصوم بچے کا ہرگز قصور نہیں، اسے ایک گھونٹ پانی دے دو۔ اُن سنگدل جفا کاروں نے کہا، ابن زیاد کی اجازت کے بغیر ایک گھونٹ پانی بھی ملنا محال ہے۔ اُن ظالموں کو ذرہ بھر ترس نہ آیا اور پانی کے بجائے ایک ظالم حرمل بن کاہل اسدی نے تیر چلایا جو حضرت علی اصغر شیرخوار کا گلا چھیدتا ہوا امام عالی مقام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ امام پاک نے علی اصغر معصوم کے گلے سے تیر کھینچا اور خیمے کی طرف واپس تشریف لے آئے اور شہر بانو کی گود میں حضرت علی اصغر کی لاش کو رکھ دیا اور فرمایا شہر بانو! تمہارے بیٹے کو ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت کا پانی پلائیں گے۔

(روضۃ الشہداء (فارسی) ص ۳۴۹، طبری ص ۳۴۲)

؎ حرمل پُت کاہل دا مارے تیر آیا نے تائیں	تا او اندر علی اصغر دے لگا آن تدائیں
چیر حلق وچ بازو کھبا شاہ حسین دی نس	ہوئی سی تکلیف نبی نوں نالے شاہ علی نوں
کھچیا تیر حلق تھیں حضرت خون ہویا سی جاری	علی اصغر وچ گود پدر دے لئی شہادت بھاری
؎ اے زمینِ کربلا یہ تو بتا کیا ہو گیا	بے زباں اصغر تیری گود میں کیسے سو گیا

پھر وہاں سے جو لاشہ لیے ہوئے حضور   کھڑی ڈیوڑھی میں روتی تھیں سب دلگیر
قریب آکے یہ بولے وہ شاہ عرش سریر   سدھارے اصغرِ بے شیر کھا کے حلق پہ تیر
تمہارا مہ لقا خوں میں بھر گیا بانو   تڑپ کے گود میں معصوم مر گیا بانو

امام عالی مقام علیہ السلام میدان میں

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد:

مردوں میں صرف حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ امام عالی مقام علیہ السلام کے ہمراہ بچے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بسترِ بیماری پر تڑپ رہے تھے ضعف و الم اور کثرتِ غم کے مارے اُٹھ نہ سکتے تھے۔ جب دیکھا کہ ابا جان میدان کا ارادہ فرما رہے ہیں، تو حضرتِ سجاد نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ نیزہ ہاتھ میں اُٹھایا اور میدان کی طرف قدم بڑھایا۔ امام عالی مقام نے جب فرزندِ ارجمند کو میدان میں جاتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر حضرت سجاد کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: اے لختِ جگر اے نورِ نظر! تم کہاں جا رہے ہو؟ چلو، واپس چلو۔ دُنیا میں میری نسل فقط تم سے ہی باقی رہے گی اور قیامت تک منقطع نہ ہوگی۔ اے عابدِ سجاد! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور مستورات کی نگرانی کے لیے تمہیں معین کرتا ہوں۔ نانا جان اور ابا جان کی امانتیں تیرے سپرد کرتا ہوں۔

پھر آپ امام زین العابدین کو خیمے میں لائے اور تقوٰی اور رضائے الٰہی کی تلقین فرماتے ہوئے فرمایا: "اے محبانِ حسین! جب کسی پریشان مسافر کا ذکرِ خیر سنو تو میری بیکسی یاد کیجیو اور جب کوئی شہید ہو جائے تو میری شہادت کو یاد کر کے رُوح کو تسکین دیجیو اور فرمایا اے بیٹا! راہِ حق میں آنے والی ہر مصیبت کو برداشت کرنا، ہر حال میں نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی پابندی کرنا اور بیٹا! جب مدینہ طیبہ پہنچو، تو نانا جان کو آنکھوں دیکھا حال سُنانا اور میرا سلام عرض کرنا۔ یہ کہہ کر اپنی دستار امام زین العابدین کو عطا فرما دی۔ اپنے اس بیمار بیٹے کو بستر پر لیٹنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

اس کے بعد آپ نے پوشاکِ عربی زیبِ تن فرمائی اور عمامہ نبوی سر پر رکھا۔ حضرت سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال زیبِ پشت فرمائی۔ ذوالفقار حیدری حمائل فرمائی۔ ذوالجناح پر سوار ہو کر سب کچھ راہِ حق میں لٹا کر اپنے سر کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے لیے میدان کی طرف روانہ ہونے لگے۔

جب اہل بیت کی بیبیوں نے دیکھا کہ بیکسی کی انتہا ہو گئی۔ آپ نے فرمایا "میرا سلام لو"۔ پاک بیبیوں نے عرض کی "آپ نے ہمیں کس کے سپرد کیا ہے؟" فرمایا "میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہے اور وہی تمہارا نگہبان ہے۔

وَكَفىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا — اور اللہ تمہارے لیے کافی ہے۔

راکبِ دوشِ رسول، نورِ دیدۂ بتول، لختِ جگرِ علی المرتضیٰ، راحتِ جانِ حسن مجتبیٰ پیکرِ صبر و رضا، امام عالی مقام جب میدان میں آئے تو یہ اشعار زبان پر لائے ؎

خَيْرَةُ اللّٰهِ مِنَ الْخَلْقِ اَبِيْ ۔۔۔ ثُمَّ اُمِّيْ فَاَنَا ابْنُ الْخَيْرَتَيْنِ

وَارِثُ الرُّسُلِ اِمَامُ الثَّقَلَيْنِ ۔۔۔ مَنْ لَهٗ جَدٌّ كَجَدِّيْ فِي الْوَرٰى

"ترجمہ:" اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا مخلوق سے میرے باپ کو اور پھر میری ماں کو، پس میں دو پسندیدہ ہستیوں کا بیٹا ہوں۔ وارث ہوں رسولوں کا اور امام ہوں ثقلین کا۔ مخلوق میں میرے نانا کی طرح کس کا نانا ہے۔"

رہیا امام اکلا ایدھر تے دشمن کئی ہزاراں ۔۔۔ اِک بیمار عابد دے باجھوں کوئی نہ وچ اجاڑاں
زین العابدین تائیں پھڑ سینے نال لگایا ۔۔۔ مخفی راز نبی علی دا دل اُس دے وچ پایا
پہن لیے ہتھیار ولی نے وقت وداع دا آیا ۔۔۔ سر عمامہ پاک نبی دا جبہ مصطفیٰ گل پایا
الوداع اے آل پیغمبر لگی پین جدائی ۔۔۔ الوداع اے بھینو بھلیا نانے دے دل بھائی
الوداع لے عابد پیارے سب نوں سونپیاں تینوں ۔۔۔ الوداع سکینہ بیٹی، ہجر تیرا دل مینوں
الوداع غم خوار تے مضطر شہر بانو میں جاواں ۔۔۔ وچ تکلیفاں تے وچ دردان صبر اللہ توں چاہواں

امام عالی مقام کی وصیت

امام عالی مقام نے دیکھا کہ ہر طرف اندھیرا چھا گیا ہے، کوئی یار و مددگار، مونس و غم خوار نظر نہ آیا، تو آپ نے اہلِ بیت کی بیبیوں سے ارشاد فرمایا: صابروں کا ثواب حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے نزدیک بے حساب ہے۔ آپ کا خطاب سُن کر فراق زدگانِ اہلِ بیت نے عرض کی، جس کا ترجمہ شاعر نے یوں کیا ہے ؎

دل نہ دارد طاقتِ بارِ فراق　　　ایں دل است اے شہا سنگِ خارانیست

ترجمہ: "دِل فراق کی طاقت نہیں رکھتا　　　یہ دل ہے اے شہ! پتھر نہیں"

جواباً امام پاک نے ارشاد فرمایا: (جس کا ترجمہ یوں ہے)

صبر کردم در فراق چوں منے　　　سخت دشوار است اما چارا نیست

ترجمہ: "جبکہ فراق میں مجھ جیسے صبر کیا صبر کرنا، سخت دشوار ہے مگر اس کے بغیر چارا نہیں"

یہ فرما کر آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت سکینہ کو سینے سے لگایا اور فرمایا: میری سکینہ یتیم ہو جائے، تو اس کا خیال رکھنا اور میری شہادت کے بعد چہروں پر طمانچے نہ مارنا، سینہ کوبی نہ کرنا اور کپڑے نہ پھاڑنا کہ یہ جاہلیت کی رسم ہے۔ نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ۔ (بخاری جلد ۱ صـ۱۷۳)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں (یعنی وہ ہماری امت میں سے نہیں) جو منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے"

ایک روایت میں اس طرح بھی ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرِیْٓئٌ مِّنَ الصَّالِقَۃِ وَالْحَالِقَۃِ وَالشَّاقَّۃِ۔ (بخاری شریف صہ ۱۴۳/۱۲)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے شور مچا کر رونے والی گریبان پھاڑنے والی، سر منڈانے والی عورت سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔

اس لیے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ صبر سے کام لینا اور نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونا۔

اتمامِ حجت

آپ نے بطورِ اتمامِ حجت فرمایا: "اے قوم اُس خدا سے ڈرو، جو رات لے جاتا ہے اور دن لاتا ہے۔ جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور جو رزق دیتا ہے۔ اگر تم خدا تعالیٰ کے دین کا اقرار کرتے ہو اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہو تو مجھ پر ظلم و ستم نہ کرو، قیامت کے دن سے ڈرو، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساقیِ کوثر ہوں گے۔ اب تک تم میرے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں، دوستوں اور محبوں میں سے بہتر افراد کو شہید کر چکے ہو۔ بے وفاؤ! تم نے خطوط لکھے، میرے پاس قاصد بھیجے کہ ہماری راہنمائی کیجیے، ورنہ ہم خدا کے حضور آپ کا دامن پکڑ کر شکایت کریں گے۔ میں نے تم پر اعتماد کیا اور چلا آیا۔ میں وہی حسین ہوں، جبریل علیہ السلام جس کا جھولا جھلاتے تھے اور جنت سے میوے لا لا کر کھلاتے تھے اور نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کاندھے پر چڑھاتے تھے۔ امی جان دھوپ میں نہ جانے دیتی تھیں۔ آج تم میرے خون کے پیاسے ہو، مجھے چھوڑ دو تاکہ میں شام، ترکستان یا کسی اور طرف چلا جاؤں اور اگر ایسا نہیں کرتے تو بسم اللہ ہمارا سر تمہارا خنجر، میں ہر حال میں راضی برضا اور شاکر بقضا ہوں۔

(روضۃ الشہداء صہ ۳۷۱ سوانح کربلا)

وچ میدان کھلے آ حضرت نیزہ ساہ چوگھڈیا — کہندے دغا حسین پیارے سُندا نیکا وڈیا

ساقی بھی نامیراستے حیدر قد تاسے ۔ خوف کرو کچھ روز حشر داجن ضبط سناتے
رونا بشر کو خوفِ الٰہی میں چاہیے ۔ ٹلنے میں صبر و شکر تباہی میں چاہیے

لشکرِ یزید کی حالت

شامیوں نے جب یہ باتیں سنیں تو رونے لگے۔ بختری، شیث اور شمر لعین نے جب دیکھا کہ محاذ ہاتھ سے نکل رہا ہے تو یہ تمام لوگ امام عالی مقام کے پاس آئے اور امام پاک سے کہا کہ آپ یزید کی بیعت کریں اور اس ہلاکت سے رہائی حاصل کر لیں۔ جب تک آپ یزید کی بیعت نہیں کریں گے، ہم تمہیں پانی کا قطرہ تک نہیں پلائیں گے اور نہ ہی کسی کو کہیں جانے دیں گے۔ امام عالی مقام نے فرمایا، میں اتمامِ حجت کر چکا، میں ہرگز یزید کی بیعت نہیں کروں گا، اس لیے کہ وہ فاسق و فاجر ہے۔ یہ ہاتھ کٹ تو سکتے ہیں، مگر یزید کی بیعت نہیں کر سکتے۔ ابن سعد نے جب دیکھا کہ لشکر کا رُخ تبدیل ہو گیا ہے۔ سخت گھبرایا اور کہنے لگا، حسینؓ کی بات نہ سنو اور اسے گھیر کر قتل کر دو، اور اس کے ساتھ ہی طبل جنگ بجنے لگا۔ چنانچہ مشہور بہادر اور جنگجو جس کو سخت وقت کے لیے مخصوص کیا گیا تھا، ان میں تمیم ابن قحطبہ پوری تیاری کے ساتھ آگے بڑھا، آپ علیہ السلام نے ایک ہی وار میں اُس لعین کو نارِ جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد یزید ابطحی بڑے کر و فر، لاف و گزاف کے ساتھ آیا اور کہنے لگا، شام اور عراق میں میری بہادری کی شہرت ہے۔ کسی کو میرے مقابلے کی طاقت نہیں۔ جب یہ امام عالی مقام علیہ السلام کے مقابل آیا، تو آپ پر تلوار کا وار کیا۔ آپ نے اُس کا وار رد کا اور قوتِ حیدری سے ایسا وار کیا، جس سے اُس کا بازو کٹ کر زمین پر جا پڑا۔ اب وہ بھاگنے لگا تو آپ نے دوسری ضرب لگائی، جس سے اُس کا سر تن سے جُدا ہو گیا۔

پیاس کا غلبہ

اس وقت امام عالی مقام پر پیاس غالب آئی۔ آپ نے نہر فرات کا قصد فرمایا۔ عمرو بن سعد نے کہا،
سوارو! ہاں دیکھو، ایسا نہ ہو کہ حسینؓ پانی پی آئے۔ اگر انہوں نے ایک گھونٹ بھی پانی پی لیا، تو جدھر باگ موڑیں گے، واللہ کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ پھر لشکرِ یزید نے حملہ کیا اور امام عالی مقام اور فرات کے درمیان حائل ہو گئے۔ امام عالی مقام نے گھوڑے کو چمکایا۔ لشکرِ یزید کے سر پہ تلوار چلائی۔ یہاں تک کہ آپ لشکر کو چیرتے ہوتے فرات کے کنارے پہنچ گئے۔ گھوڑے کو فرات میں ڈال کر ایک چلو پانی لے کر پینا چاہا تو ننھے منے بچوں کی پیاس یاد آگئی۔ پانی کو چلو میں لیا اور لے کر پھینک دیا اور پیتے بھی کیسے؟ جب اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا کہ تین دن کے بھوکے پیاسے آج جامِ کوثر پئیں۔ بہر حال آپ خیمے کی طرف چلے اور تقریباً چار سو افراد کو مار گرایا۔ بدر بن سابل یمنی غصے سے لال پیلا ہوتا ہوا عمرو بن سعد سے کہنے لگا؛ بزدلوں کو حسین کے مقابلے پر بھیج دیا جو ایک لمحہ بھی جم کر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میرے چاروں بیٹوں میں سے جسے چاہے بھیج دے اور پھر دیکھ کیا ہوتا ہے۔ عمرو بن سعد نے بدر کے بڑے لڑکے کو بھیجا۔ وہ حضرت کے مقابل آیا۔ آپ نے فرمایا، بہتر یہ تھا کہ تیرا باپ میدان میں آتا۔ یہ کہہ کر ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا۔ بدر نے جب بیٹے کو اس حال میں دیکھا تو خود غیض و غضب میں جل کر نیزہ لہراتے ہوتے میدان میں آیا اور آپ پر وار کیا۔ آپ نے ڈھال پر اس طرح سے وار کو روکا کہ اس کا نیزہ ٹوٹ گیا اور اب اس نے تلوار سنبھالی۔ آپ نے فرمایا، ہوشیار، اب تیرا کام بھی تمام ہونے والا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایسا وار کیا کہ بدر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے بہادرانِ عراق و شام آپ کے مقابل آتے رہے، مگر جو سامنے آیا، زندہ واپس نہ گیا۔ لشکرِ اعداء پر آپ کا رعب طاری ہو گیا اور شور بپا ہوا کہ اگر جنگ کا انداز یوں ہی رہا تو حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کسی کو زندہ واپس نہ جانے دیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ چاروں طرف سے گھیر کر آپ پر حملہ کر دیا جائے اب چاروں طرف سے تیغ بے دریغ برستی تھی۔ ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لال قطرۂ آب

کو ترستا تھا پھر سارا جسم زخموں سے چور چور ہو گیا ۔

آہ بشیرہ کیا عالم تنہائی ہے	ظالم کی چاند زہرا پہ گھٹا چھائی ہے
اس طرف لشکرِ اعدا میں صف آرائی ہے	یہاں نہ بیٹا نہ بھتیجا نہ کوئی بھائی ہے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر	بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر
وہ گرمیوں کے دن وہ پہاڑوں کی راہ سخت	پانی نہ منزلوں پہ نہ کہیں سایہ درخت

ایک وہ امتحان تھا جس میں اسماعیل علیہ السلام کو چھری سے بچایا اور ایک یہ امتحان کہ جب کاروانِ اہلِ بیت اپنی قربانیاں پیش کر رہا تھا ۔ اِدھر صبر کی انتہا ہوئی اُدھر ظلم کی انتہا ہوئی ۔ آپ نے فرمایا، ظالمو! تم نے ابنِ زیاد اور یزید کی خوشنودی کے لیے آلِ رسول کا خون بہایا تو اولادِ رسول نے بھی اللہ اور اُس کے رسول کی خوشنودی اور اسلام کی حفاظت کے لیے سب کچھ قربان کر دیا ۔ امام عالی مقام علیہ السلام دشمنوں کے لشکر میں تلوار کے جوہر دکھاتے ہیں عبداللہ بن عمار شکری کا بیان ہے :

فَوَاللّٰہِ مَا رَأَیْتُ مَکْسُوْرًا قَطُّ قَدْ قُتِلَ وَلَدُہٗ وَاَھْلُ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابُہٗ اَرْبَطَ جَاشًا وَلَا اَمْضٰی جَنَانًا مِنْہُ وَلَا اَجْرَاءَ مُقْدَمًا وَاللّٰہِ مَا رَأَیْتُ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ اِنْ کَانَتِ الرِّجَالَۃُ لَتَنْکَشِفُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ اِنْکِشَافَ الْمِعْزٰی اِذَا اشْتَدَّ فِیْہِ الذِّئْبُ (طبری ج ۴، ص۳۴۵)

ترجمہ : "خدا کی قسم میں نے ایسے بے کس اور بے بس، جس کی اولاد اور اہلِ بیت اور اصحاب سب قتل ہو چکے ہوں، اس جرأت اور دلیری اور بہادری سے لڑتے نہ کبھی پہلے نہ اُس کے بعد دیکھا ۔ جس طرح حسین کو دیکھا ۔ ان کے حملے سے ان کے دائیں بائیں کے لوگ، اس طرح بھاگتے تھے، جس طرح بھیڑیئے کے حملے سے بھیڑ اور بکریاں ۔"

امام عالی مقام علیہ السلام کی دلیری، صبر و استقلال اور شجاعت کے قربان جاؤں، تین دن کے بھوکے پیاسے صدموں سے چور چور ہونے کے باوجود اس طرح لڑتے تھے کہ باطل کو

پتہ چل جائے کہ میں کون ہوں۔ میں وہ حسین ہوں کہ جس کی رگوں میں خونِ رسول ہے۔ میرے بازو میں قوتِ حیدری ہے۔ عمرو بن سعد نے جب دیکھا کہ پہلوانوں کی عزت و شجاعت کو امام عالی مقام نے خاک میں ملا دیا ہے، تو ابن سعد نے کہا کہ حسین کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے۔ چنانچہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ آپ کا سارا جسم زخموں سے چور چور ہو گیا، یہاں تک کہ آپ سواری پر قائم نہ رہ سکے۔ ابوالحتوق کا تیر آپ کی پیشانی اقدس پر لگا، وہ پیشانی جس سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں جو بوسہ گاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھی، اس سے خون بہہ نکلا۔ آپ نے ہاتھ زخم پر رکھ لیا اور جب ہاتھ خون سے لت پت ہو گیا، تو ہاتھ منہ پر پھیرا اور فرمایا: میں اسی حال میں نانا جان سے ملاقات کروں گا اور اپنے شہداء کی تفصیل بیان کروں گا اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے، خداوند قدوس! حسین اپنے وطن سے دور ہوا اور سارا بدن زخموں سے چور چور ہوا۔ خویش اقارب کی لاشوں سے جنگل بھرپور ہوا۔ میرے اللہ! میری قربانی قبول کیجیو اور میرے نانا جان کی اُمت کو بخش دیجیو۔ خولی بن یزید نے ایک تیر مارا جو قلبِ اقدس میں پیوست ہو گیا۔ جمعۃ المبارک کا دن اور ظہر کا وقت تھا، گویا تکبیرِ افتتاح گھوڑے پر ہوئی اور گر نا رکوع کی حالت تھی اور زمین پر آنا عین سجدہ تھا۔ بہتر تیروں کے زخم آچکے تھے۔ شمر لعین نے آپ کے رخسار مبارک پر تلوار ماری۔ اس کے بعد سنان بن انس نخعی نے تیر مارا اور شمر لعین آپ کے سینۂ اسرار گنجینہ پر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شمر ہوں۔ شمر کے سینے پر برص کے داغ تھے۔ آپ نے فرمایا، صَدَقَ جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے قاتل کی جو نشانی مجھے بتائی تھی، وہ تجھ میں پائی جاتی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امام عالی مقام نے فرمایا، یہ کونسی گھڑی ہے؟ شمر نے کہا، خطبہ پڑھنے اور نمازِ جمعہ ادا کرنے کا وقت ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا، اس وقت لوگ منبروں پر بیٹھ کر میرے نانا جان کی نعت پڑھ رہے ہیں

اور تو مجھ سے یہ سلوک کر رہا ہے؟ ظالم میرے سینے پر نانا جان اپنا چہرہ مبارک رکھا کرتے تھے اور حلقوم پر بوسہ دیا کرتے تھے۔ سینے سے اٹھ تاکہ میں قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کروں۔ شمر نے کہا، میں آپ کے سینے سے ہٹ نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا، بصورتِ مجبوری جدھر رخ ہو ادھر ہی نماز ادا کرنا جائز ہے۔ وضو کہاں، پانی کا تو تم نے قطرہ تک نہیں لینے دیا۔ مجھے تیمم کر لینے دے اُس نے کوئی بات نہ مانی۔ آپ نے فرمایا، چلو حسین کا وضو خون سے ہی اور اشارے سے نماز شروع کی۔ جب سجدے کا اشارہ فرمایا تو شمر ظالم نے تلوار چلا کر آپ کو شہید کر دیا (طبری ج۲ ص۳۴۴) إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون۔ (روضۃ الشہداء فارسی ص۳۲۷، سوانح کربلا ص۱۲۸)

پھر سے پھول گل کے بصد حسرت و ملال | کی عرض شاہ نے شکر ہے اے ربِّ ذوالجلال
تھا ماگلا جناب نے ماتھے کو چھوڑ کر | نکلا جو تیر حلق مبارک کو توڑ کر
زہرا کا پھول شام کے خاروں میں گھر گیا | تنہا علی کا لال ہزاروں میں گھر گیا
تیغوں بند بند جدا تھا جناب کا | شیرازہ کھل گیا تھا خدا کی کتاب کا
چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسین پر | ٹوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسین پر
قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسین پر | یہ ظلم نبی کے گود کے پالے حسین پر
تیر ستم نکالنے والا کوئی نہیں | گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہیں
گر کر زمیں سے اٹھتے کبھی رکھتا زمیں پہ سر | اُگلا کبھی لہو تو سنبھالا کبھی جگر

ع جس نے حقِ کربلا کا ادا کر دیا | اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا
گھر کا گھر سب سپرد خدا کر دیا | کر لیا نوش جس نے شہادت کا جام

اُس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

ع کئی ہزاراں گھیرا پا کے ڈُوڈوں تیر چلاندے | شاہ دل نے تی دے تائیں زخموں زخم بناندے
دل مل سبھناں حملہ کیتا زمیں اتے ڈگ آیا | شاہ حسین شہادت پائی جیویں رادی فرمایا
ع حشر تک چھوڑ گئے اک درخشندہ مثال | حق پرستوں کو نہ بھولے گا یہ احسانِ حسین

معرکۂ کربلا کے بعد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَالُ حَیًّا قَیُّوْمًا سَمِیْعًا
بَصِیْرًا وَّالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ
شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَّعَلٰی نُجُوْمِ
الْہُدٰی، اَہْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹)

ترجمہ: "اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا۔"

اس کے ہر قطرے سے پیدا ہو گی دنیائے نو
کون کہتا ہے شہیدوں کا لہو ناکارہ ہے

زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است
تارما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز

حضرات محترم! حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ اس سے قبل امام عالی مقام اور آپ کے رفقاء کرام کی شہادت کے دل سوز واقعات کو پیش کیا گیا، اب شہادت کے بعد کے واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حب اہل بیت و اصحاب کرام علیہم الرضوان نصیب فرمائے آمین۔

امام عالی مقام علیہ السلام کی شہادت پر زمین و آسمان خون کے آنسو روئے۔ کائنات پر تاریکی چھاگئی۔ جنوں کے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ آسمان سے خون برسا۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ دَمًا فَاَصْبَحْنَا وَ حِبَابُنَا وَجِرَارُنَا مَمْلُوْءَةٌ دَمًا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۹۲ سر الشہادتین ص ۳۲)

ترجمہ: جب حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما قتل کیے گئے تو آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے مٹکے گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے تھے۔"

اَنَّهُ يَوْمَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ لَمْ يُقَلَّبْ حَجَرٌ مِنْ اَحْجَارِ الْبَيْتِ الْمُقَدَّسِ اِلَّا وُجِدَ تَحْتَهُ دَمٌ عَبِيْطٌ۔

(سر الشہادتین ص ۳۲ صواعق محرقہ ص ۱۹۵۔ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۵۳)

ترجمہ: "جس دن حضرت امام عالی مقام علیہ السلام شہید ہوئے اس دن بیت المقدس سے جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔"

اُم حبان فرماتی ہیں: يَوْمَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ اَظْلَمَتْ عَلَيْنَا ثَلٰثًا وَ لَمْ يَمَسَّ مِنَّا اَحَدٌ مِنْ زَعْفَرَانِهِمْ شَيْئًا يَجْعَلُهُ عَلٰى وَجْهِهٖ اِلَّا احْتَرَقَ وَلَمْ يُقَلَّبْ حَجَرُ الْبَيْتِ الْمُقَدَّسِ اِلَّا وُجِدَ تَحْتَهُ دَمٌ عَبِيْطٌ۔ (سر الشہادتین ص ۳۲، صواعق محرقہ ص ۱۹۵)

ترجمہ: جس دن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے، اس دن سے ہم پر تین دن اندھیرا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران ملا، اس کا منہ جل گیا۔ اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے سے تازہ خون پایا گیا۔

وَاَنَّ السَّمَاءَ اَحْمَرَّتْ لِقَتْلِهٖ وَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى بَدَتِ الْكَوَاكِبُ نِصْفَ النَّهَارِ وَظَنَّ النَّاسُ اَنَّ الْقِيَامَةَ وَلَمْ

يُوْفَعُ حَجَرٌ فِي الشَّامِ اِلَّا رُؤِيَ تَحْتَهٗ دَمٌ عَبِيْطٌ۔ (صواعق محرقہ ص۱۹۲)

ترجمہ: "جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے، تو سورج کو گرہن لگ گیا، یہاں تک کہ دن کے وقت تارے نظر آنے لگے اور گمان کرلیا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور شام میں جو پتھر بھی اٹھایا جاتا، اس کے نیچے تازہ خون دیکھا جاتا۔"

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَنَّ الدُّنْيَا اَظْلَمَتْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ثُمَّ ظَهَرَتِ الْحُمْرَةُ فِي السَّمَآءِ۔ (صواعق محرقہ ص۱۹۲)

ترجمہ: "بے شک دنیا پر تین دن تک تاریکی چھائی رہی، پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی"

مزید علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَنَّ الْحُمْرَةَ الَّتِيْ مَعَ الشَّفَقِ لَمْ تَكُنْ قَبْلَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ (صواعق محرقہ ص۱۹۲)

ترجمہ: بیشک آسمان پر شفق کے ساتھ جو سرخی ہوتی ہے وہ امام حسین کے قتل سے قبل نہیں ہوتی تھی"

جمیل بن مرہ سے روایت ہے: اَصَابُوْا اِبِلًا فِيْ عَسْكَرِ الْحُسَيْنِ يَوْمَ قُتِلَ فَنَحَرُوْهَا وَطَبَخُوْهَا فَصَارَ مِثْلَ الْعَلْقَمِ فَمَا اسْتَطَاعُوْا اَنْ يَّسِيْغُوْا مِنْهَا شَيْئًا۔ (سر الشہادتین ص۳۲)

ترجمہ: "یزید کے لشکریوں نے امام پاک کی شہادت کے دن آپ کے اونٹ پکڑ لیے، پھر ان کو ذبح کیا اور پکایا تو وہ اندرائن کے پھل کی طرح کڑوے ہوگئے اور ان کو کوئی نہ کھا سکا۔"

خلاصہ کلام یہ کہ امام پاک کی شہادت کے دن آسمان سے خون برسا۔
بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے سے خون نکلا۔
تین دن تک اندھیرا چھا گیا، سورج کو گرہن لگ گیا۔
اورجس نے بطور خوشبو زعفران ملا اُس کا منہ جل گیا
یزیدوں نے جو گوشت پکایا، وہ کڑوا ہوگیا۔

لوگوں نے سمجھا قیامت آنے والی ہے۔
جنات نے افسوس کیا اور پوری کائنات میں غمِ حسین منایا گیا۔

تمام عالم میں اجمل، اس شہادت پر ہوا ماتم
سُنی جنات سے بھی نوحہ خوانی داستانِ غم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:
رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ ذَاتَ یَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ أَشْعَثَ أَغْبَرَ بِیَدِہٖ قَارُوْرَۃٌ فِیْهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَیْنِ وَأَصْحَابِہٖ وَلَمْ أَزَلْ أَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْیَوْمِ فَأُحْصِیْ ذَالِكَ الْوَقْتَ فَأُجِدُ قُتِلَ ذَالِكَ الْوَقْتَ۔ (مشکوٰۃ صـ۵۷۲)

ترجمہ: میں نے ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں اور ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی شیشی ہے۔ میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ کیا ہے؟ فرمایا: اس میں حسین اور اُن کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں اسے آج صبح سے اُٹھا رہا ہوں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اُس وقت، اور تاریخ کو یاد رکھا (اور جب خبر آئی) تو معلوم ہوا کہ حسین (رضی اللہ عنہ) اس وقت شہید کئے گئے ہیں۔ "حضرت اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ میں نے حضرت اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔

وَهِیَ تَبْکِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْکِیْكِ قَالَتْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعْنِیْ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَأْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ اَلتُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا۔ (مشکوٰۃ صـ۵۷۲، مستدرک صـ۱۹ جـ۴)

ترجمہ: "اور اس وقت اُمِ سلمیٰ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں، تو میں نے پوچھا کس چیز نے تمہیں رلایا؟ تو کہنے لگیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ کے سر اور داڑھی مبارک پر مٹی پڑی تھی۔ میں نے عرض کی، یہ کیا حال ہے آپ کا یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)، تو آپ نے فرمایا: میں قتلِ حسین (کے موقع) سے آرہا ہوں۔"

حضرت اُمِ سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے جنوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر روتے ہوئے سُنا، وہ کہہ رہے تھے:

أَيُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جَهْلًا حُسَيْنًا ۔۔۔ أَبْشِرُوْا بِالْعَذَابِ وَالتَّذْلِيْلِ
لَقَدْ لُعِنْتُمْ عَلٰى لِسَانِ ابْنِ دَاوُدَ ۔۔۔ وَ مُوْسٰى وَحَامِلِ الْإِنْجِيْلِ

ترجمہ: "اے حسین (علیہ السلام) کے نادان قاتلو! تمہارے لئے سخت عبرتناک عذاب کی بشارت ہے ــــ بے شک لعنت کیے گئے ہو تم حضرت داؤد و حضرت موسیٰ اور صاحبِ انجیل علیہم السلام کی زبان سے۔" (صواعق محرقہ صـ۱۹۳)

دوسری جگہ یوں ترجمانی کی گئی ہے:

أَلَا يَا عَيْنُ فَانْهَمِلِيْ بِجُهْدٍ ۔۔۔ وَمَنْ يَبْكِيْ عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِيْ
عَلٰى رَهْطٍ تَقُوْدُهُمُ الْمَنَايَا ۔۔۔ إِلٰى مُتَجَبِّرٍ فِيْ مُلْكِ عَبْدِيْ

ترجمہ: "جتنا بھی رو لے تو اے چشم! کون روئے گا ان شہیدوں کو، ظالم کے پاس کھینچ کر لائی موت ان عزیزوں کی۔"

یزیدیوں کے ظلم و ستم اور جور و جفا کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی، اس طرح کا المناک حادثہ آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کی اولاد کے ساتھ پیش نہیں آیا، جو ظلم سلطانِ دارین، جانِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر ہوا۔ تو پھر اگر زمین و آسمان خون کے آنسو روئیں، جن تڑپ جائیں اور جہان میں اندھیرا چھا جائے تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ یزیدیوں کا ظلم و ستم اور امام عالی مقام

ہیں۔ ایک بی بی نے تنور میں ہاتھ ڈال کر سرِ مبارک باہر نکالا اور چُوم کر سینے سے لگایا اور روکر فرمایا: اے شہید مادر! اے مظلوم مادر! قیامت کے دن حق تعالیٰ میرا انصاف تیرے قاتلوں سے لے گا۔ دوسری عورتیں بھی بہت زیادہ روئیں اور پھر اس کو تنور میں رکھ کر غائب ہو گئیں۔ خولی کی بیوی نے سرِ انور کو تنور سے نکال کر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ سرِ مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہے، اس لیے کہ اس نے کئی بار امام پاک کی زیارت کی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ بیہوش ہو گئی۔ ہاتفِ غیبی نے آواز دی اُٹھ جا قیامت کے دن تجھ سے تیرے شوہر کے گناہ کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اس عورت نے ہاتف سے پوچھا، یہ چار بیبیاں جو تنور کے پاس تھیں کون تھیں؟ ندا آئی ایک امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا، دوسری ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ، تیسری حضرت مریم اور چوتھی حضرت آسیہ رضوان اللہ علیہن تھیں۔

اس عورت نے حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کے سرِ مبارک کو تنور سے نکال کر چُوما اور مشک و گلاب سے گرد و غبار کو دھو ڈالا اور زلفوں میں کنگھی کر کے خوشبو لگائی اور پھر ادب سے پاک جگہ پر رکھ دیا اور خولی لعین کو جگا کر کہا اے مردود! یہ سرِ مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرزندِ رسول کا لا کر تو نے تنور میں رکھا ہے۔ ملعون دیکھ، اس سرِ مقدس کی زیارت کے لیے ملائکہ آسمان سے فوج در فوج آئے ہیں اور تجھ پر لعنت کرتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔ میں تجھ سے سخت بیزار ہوں یہ کہہ کر چادر سر پر ڈالی اور باہر نکل آئی۔ خولی نے کہا: اے عورت! تو کہاں جا رہی ہے اور اپنے بچوں کو یتیم کر رہی ہے۔ اس عورت نے کہا: اے ملعون! تو نے فرزندانِ رسول علیہ السلام کو یتیم کرتے ہوئے پرواہ نہ کی۔ یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور پھر اس عورت کا کسی شخص کو پتہ نہ چلا

(روضۃ الشہدا صفحہ ۲۸۷)

علامہ طبری خولی کی بیوی کا قول یوں تحریر کرتے ہیں

قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا زِلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی نُوْرٍ یَسْطَعُ مِثْلَ الْعَمُوْدِ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاِجَانَةِ وَرَاَیْتُ طَیْرًا بَیْضَاءَ تَرَفْرَفُ حَوْلَھَا۔

(طبری ص ۲۲۴ ج ۶، ابن اثیر ص ۳۳ ج ۴، البدایۃ والنہایۃ ص ۱۹۰ ج ۸)

ترجمہ "اس نے کہا، خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ نور آسمان سے اس برتن تک مثل ستون کے چمک رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ سفید پرندے اس کے ارد گرد پھڑ پھڑا رہے ہیں"

سرِ انور کوفہ میں

جب صبح ہوئی تو خولی ملعون امام عالی مقام کا سر مبارک لے کر کوفہ پہنچا۔ اہل کوفہ کوچہ و بازار میں کھڑے اہل بیت اطہار کے مبارک سروں کو دیکھ رہے تھے۔ خولی نے امام پاک کا سرِ مقدس ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کو پیش کیا۔ ابن زیاد بدنہاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کو وہ امام پاک کے لبوں اور دندان مبارک پر مارتا تھا۔ اس وقت نبی محترم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک بڑے صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، وہ تڑپ اٹھے اور روتے ہوئے فرمایا، اے ابن مرجانہ! امام پاک کے لب ہائے مبارک سے چھڑی کو ہٹا۔ خدا کی قسم! میں نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان مبارک لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ کہہ کر آپ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد نے غصے میں کہا، اگر مجھے تیری کمزوری اور بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دینے کا حکم دے دیتا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے ابن مرجانہ! تو نے نبی کے لال، علی کے نونہال کو شہید کیا۔ اہل بیت کی عزت کو پامال کیا، تو میں کس شمار میں ہوں ؎

زید ابن ارقم صحابی سرور دا اس جائی
جریا گیا نہ اُس دے کولوں کڑا احال دہائی

ابن زیاد تائیں اوہ آکھے اے مردود منہ کالے
جھاں تیریاں تائیں ظالم اگ دوزخ دی جالے

انہاں لباں نوں چند ہمیشہ پاک رسول سہارے
ایڈیاں بے ادبی کریں اونہاں دی اے ظالم بدکردارے

گود نبی وچ کھیڈن والا فاطمہ بی بی جایا
پاک نبی نے نال پیاراں مونہدیاں اتے چایا

اے ابن زیاد! میں تجھے اس سے بھی غصہ دلانے والی بات سناتا ہوں، سن!
میں نے اپنی آنکھوں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی داہنی ران پر اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائیں ران پر بٹھاتے دیکھا اور دیکھا کہ دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے اے اللہ ان دونوں کو تیرے اور مومنین صالحین کے پاس بطور امانت سپرد کرتا ہوں اور ملعون تو نے امانتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا سلوک کیا ہے؟ پھر فرمایا: اے دشمنِ آلِ رسول! خدا اور رسول تم سے راضی نہیں کہ ابن سعد کو تم نے امیر بنایا اور فرزندِ رسول کو شہید کرایا۔ یہ کہہ کر آپ روتے ہوئے باہر نکل گئے۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۸۷، صواعق محرقہ ص ۱۹۸، طبری ص ۳۴۹)

سرِ انور ابنِ زیاد کے پاس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک ابنِ زیاد کے سامنے طشت میں رکھا ہوا تھا، تو میں اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔ ابن زیاد نے آپ کے حسن و جمال کے بارے میں کچھ کہا، اُس وقت اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، جس کو وہ آپ کی ناک پر مارتا تھا۔

فَقَالَ (اَنَسٌ) كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسَمَةِ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۰، صواعق محرقہ ص ۱۹۸)

ترجمہ "حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حسین (رضی اللہ عنہ) بہت زیادہ مشابہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ نے وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا۔"

کون شبیر؟ وہ جس کا نانا نبی ؛ جس کی ماں فاطمہ جس کا بابا علی
اُس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

خاک پر پاؤں گھوڑوں سے کچلا ہوا — اُس کا لاشہ پڑا آج کی رات ہے
کس کا سر لے چلے تن سے کر کے جدا — جسم اطہر تڑپتا ہوا رہ گیا

ابن زیاد بڑے فخر سے کہہ رہا تھا ؎

اِمْلَاْ رِکَابِیْ فِضَّۃً وَّ ذَھَبًا — فَقَدْ قَتَلْتُ الْمَلِکَ الْمُحَجَّبَا

وَمَنْ یُّصَلِّی الْقِبْلَتَیْنِ فِی الصِّبَا — وَخَیْرُھُمْ اِذْ یُذْکَرُوْنَ النَّسَبَا

قَتَلْتُ خَیْرَ النَّاسِ اُمًّا وَّ اَبًا — وَخَیْرُھُمْ اِذْ یُنْسَبُوْنَ نَسَبًا

(صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۸)

ترجمہ: "میرے اونٹوں کو سونے اور چاندی سے بھر دو، کیونکہ میں نے بلند مرتبہ سردار کو قتل کیا ہے ——— میں نے اسے قتل کیا ہے جو حسب ونسب میں سب سے بہتر ہے میں نے اسے قتل کیا ہے جو لوگوں سے ماں اور باپ کے لحاظ سے بہتر ہے۔

ابن زیاد کا خطاب

اس کے بعد اہل بیت کے باقی افراد کو پیش کیا گیا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے سادہ سا لباس پہنا ہوا تھا اور آپ کے گرد اگرد عورتیں تھیں۔ ابن زیاد نے کہا: یہ نقاب پوش خاتون کون ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے تین بار دریافت کیا۔ ایک عورت نے کہا: یہ حضرت زینب بنت فاطمہ (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ یہ سن کر اس ملعون نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَحَکُمْ وَقَتَلَکُمْ وَاَکْذَبَ اُحْدُوْثَتَکُمْ۔ (طبری عربی ج ۶ ص ۳۴۹)

ترجمہ: "خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہیں قتل کیا، اور تمہاری کہانیوں کو جھوٹا کر دیا۔"

سیدہ زینب کا جواب

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ملعون و مردود کو یہ جواب دیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَطَھَّرَنَا تَطْھِیْرًا کَمَا تَقُوْلُ اَنْتَ اِنَّمَا یَفْتَضِحُ الْفَاسِقُ وَیَکْذِبُ الْفَاجِرُ۔ (طبری ج ۶، ص ۳۴۹)

ترجمہ: "خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں اولاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے سبب سے مکرم و معظم بنایا اور ہمیں پاک کیا جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے نہ کہ جیسے کہ تو کہتا ہے اور بلا شبہ فاسق و فاجر ہی رسوا ہوں گے اور جھٹلائے جائیں گے۔"

ابن زیاد نے کہا، تم نے اپنے بھائی اور اقرباء کے حق میں خدا کی قدرت کیسی دیکھی؟

سیدہ زینب نے جواب میں فرمایا "میں نے اچھائی کے سوا کچھ نہ دیکھا۔ حالات کربلا کی میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام، اباجان اور بھائی جان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہلے سے ہی خبر تھی، اس لیے وہ حکم ربانی کا انتظار کرتے تھے، اس لیے شہادت ان کے مقدر میں تھی، وہ کربلا میں آئے اور شہید ہوئے اور عنقریب تم اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جمع ہوں گے اور وہ اللہ جل شانہ، سے انصاف طلب کریں گے۔"

یہ دندان شکن جواب سُنا تو ابن زیاد ان باتوں سے غضب ناک ہوا اور حضرت زینب کے قتل کا حکم دیا۔ عمرو بن حریث مخزومی نے کہا، عورتوں کی باتوں کا بدلہ نہیں لیا جاتا — بالخصوص غمزدہ عورتوں کا — اے امیر! غضب ناک ہونے کی ضرورت نہیں — ابن زیاد نے قتل کا حکم واپس لے لیا۔ حضرت زینب نے فرمایا، تو نے میرے خاندان کو قتل کیا۔ میری شاخوں کو کاٹا، میری جڑ کو اکھاڑا — اگر یہی تیرے دل کی فرحت ہے تو ایک دن عنقریب تو افسوس کرے گا اور اپنے عمل کا بدلہ پائے گا۔ (طبری ج ۴، صفحہ ۳۵۰)

امام زین العابدین کے قتل کا منصوبہ

اسی اثناء میں ابن زیاد کی نظر امام زین العابدین پر پڑی تو پوچھا تو کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ علی بن حسین ہیں۔ ابن زیاد نے کہا، علی بن حسین قتل نہیں ہوئے؟ تو بتایا گیا کہ جو شہید ہوئے وہ حضرت علی اکبر تھے۔ امام زین العابدین نے فرمایا: وَاللّٰہِ اَنَّ لَہٗ مُطَالِبٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: "وہ میرے بھائی تھے۔ خدا کی قسم! قیامت کے دن تجھ سے ان کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔"

ابن زیاد نے غضب ناک ہو کر اُن کے قتل کا حکم دیا۔ ظالم کے اس سفاکانہ حکم کو سن کر سیدہ زینب امام زین العابدین سے لپٹ گئیں اور فرمایا: اے ابن مرجانہ! تو ابھی تک ہمارے خون سے تو سیراب نہیں ہوا۔ ان کے خون سے ہاتھ ہٹا اور اگر اسے قتل کرنا ہی ہے تو پہلے مجھے قتل کر۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پر ہرگز خوف و ہراس طاری نہ ہوا، بلکہ عرض کی پھوپھی جان! مجھے اس سے بات کرنے دیں تاکہ میں اس کو جواب دوں۔ پھر فرمایا: اے ابن زیاد! میں تمہاری قتل کی دھمکیوں سے ہرگز نہیں ڈرتا، اس لیے کہ مرنا اور شہید ہونا ہماری عادت میں شامل ہے، جسے ہم اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام سمجھتے ہیں۔ اگر مجھے قتل کرنا ہی ہے تو ان عورتوں کو کسی شریف آدمی کے ساتھ وطن پہنچا دے۔ امام زین العابدین کی یہ بات سن کر وہ خاموش ہو گیا اور کہا کہ اس لڑکے کو ان عورتوں کے ساتھ ہی رہنے کے لیے چھوڑ دو۔ (طبری ج ۴ صفحہ ۳۵۰)

سرِ اقدس سے آواز

اس کے بعد ابن زیاد مردود نے حکم دیا کہ تمام اہل بیت اطہار اور حضرت عابد بیمار کو قید خانے میں لے جاؤ اور سر مقدس امام پاک کو نیزے پر چڑھا کر کوفے کے کوچہ و بازار میں پھراؤ، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت زید بن ارقم صحابی رسول (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: جب حضرت امام عالی مقام کا سر مبارک میرے گھر کے دروازے کے سامنے آیا تو میں اس وقت گھر کی کھڑکی میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب قریب پہنچا تو میں نے سنا کہ امام عالی مقام کے سرِ اقدس سے یہ آواز آ رہی ہے: اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ (سورۃ الکہف آیت ۹)

ترجمہ: "کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت کریمہ سنی، تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے عرض کی، اے ابن رسول علیہ السلام! آپ کا واقعہ تو اصحاب کہف کے قصے سے بھی عجیب تر ہے ۔

محمد مصطفیٰ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں
کہ بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

دمشق روانگی

جب ابن زیاد سر مبارک گلی گلی میں گشت کروا چکا، اور اہل بیت کو طرح طرح کے صدمے پہنچا چکا تو اس کے بعد شمر ذی الجوشن کو پانچ ہزار لشکر کے ساتھ مقرر کیا کہ شہداء کے سروں اور اسیرانِ اہل بیت کو یزید کے پاس دمشق لے جائے۔ آگے آگے یزید پلید کی فتح کا نقارہ بجتا جاتا تھا، درمیان میں شہداء کربلا کے سر نیزوں پر چلے جاتے تھے اور پیچھے پیچھے اسیرانِ اہل بیت جا رہے تھے۔ ہر منزل پر طرح طرح کی کرامات کا سر شبیر سے ظہور ہو رہا تھا۔

سرِ اقدس کی کرامت

راستہ میں پہلی منزل پر اہل کتاب کا گرجا آیا اور یہ لوگ ایک جگہ پر بیٹھ کر شراب پی رہے تھے۔ دیوار سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا، جس میں لوہے کا قلم تھا تو اس قلم نے خون سے یہ سطر لکھی ۔

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

(صواعق محرقہ ص ۱۹۴، سر الشہادتین ص ۳۲)

ترجمہ: "کیا تم امید رکھتے ہو، اے اس امت کے لوگو! جنہوں نے حسین کو قتل کیا کہ امام حسین کے نانا جان تمہاری شفاعت کریں گے قیامت کے دن؟"

اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ شعر پہلے سے ہی لکھا تھا۔
ان لوگوں نے جب یہ دیکھا تو گرجا کے راہب سے پوچھا، یہ شعر کس نے لکھا ہے، اور کب سے لکھا ہے؟ فَقَالَ اِنَّہٗ مَکْتُوْبٌ ھٰھُنَا اَنْ یُّبْعَثَ نَبِیُّکُمْ بِخَمْسِمِائَۃِ عَامٍ۔ (تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۲۹۹)

ترجمہ: "اس نے کہا، کہ بے شک لکھا ہوا تھا، اس جگہ یہ کہ بھیجا گیا تھا تمہارے نبی کو اس سے پانچ سو سال پہلے"

اس کے بعد راہب نے سرِ شہدا اور اسیرانِ اہل بیت کے بارے میں پوچھا، شمر نے تفصیلاً سب کچھ بتا دیا۔ راہب نے دل سے ان لوگوں کو بُرا جانا اور کہا، دس ہزار درہم لے لو اور سرِ مبارک شبیر (علیہ السلام) رات بھر میرے پاس رہنے دو۔ وہ مال کے لالچ میں آکر راضی ہو گیا اور سرِ مقدس کو راہب کے حوالے کر دیا۔ اس نے دس ہزار درہم انہیں گن کر دے دیئے اور وہ سرِ پاک کو لے کر بڑی تعظیم و تکریم سے خلوت میں لے گیا، گلاب اور کیوڑے سے غسل دیا اور اہل بیت کی پاکیزہ بیبیوں کو صاف ستھرا کمرہ دیا۔ امام پاک کے سرِ مبارک کو سامنے رکھ کر اس کی زیارت کرنے لگا۔ رات بھر روتا رہا اور انوار و رحمتِ خداوندی سے جو کہ نازل ہو رہے تھے، مشرف ہوتا رہا۔ اس نے دیکھا کہ سرِ مقدس سے لے کر آسمان تک انوار ہی انوار تھے۔ جب اُس نے انوار و تجلیات و کرامات کا مشاہدہ کیا تو زنارِ کفر توڑا، دینِ باطل سے منہ موڑا اور اُس کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہوا۔ اُس نے یزیدیوں کو دنیا کی دولت دی، اللہ تعالیٰ نے اس کو دولتِ ایمان عطا فرمائی۔ اور اہل بیت کے اس ادب و احترام پر مقامِ جنت حاصل کر لیا اور وہ سچا مسلمان ہو کر دنیا سے گیا

جو درِ حسین پہ مکین ہو، وہ ضرور پہنچے علی تلک
جو علی ملے تو نبی ملے، جو نبی ملے تو خدا ملے

صبح اُٹھ کر راہب نے سرِ انور امام پاک، اشقیاء کے حوالے کیا۔

ظالموں نے جب درہم تقسیم کرنے کے لیے تھیلیوں کا منہ کھولا تو دیکھا کہ تمام ٹھیکریاں بن چکے ہیں اور ان کے ایک طرف یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

ترجمہ: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا، ظالموں کے کاموں سے (سورۃ ابراہیم آیت ۴۲)

اور دوسری طرف یہ آیتِ کریمہ لکھی ہوئی تھی:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔ (الشعراء آیت ۲۲۷ پ ۱۹)

ترجمہ: "اور جانا چاہتے ہیں کہ ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔"

اس طرح ان ظالموں کی آخرت تو خراب ہو ہی چکی تھی، مگر دنیا سے بھی محروم ہو گئے۔

(صواعق محرقہ ص ۱۹۹، روضۃ الشہدا فارسی ص ۳۹۱)

یحییٰ شہید

جب لشکر یزید کا قافلہ حران پہنچا تو وہاں پہاڑ کے اوپر ایک قلعہ تھا، جس میں یحییٰ نامی یہودی رہتا تھا۔ وہ شہدا کے سران مقدس کو دیکھ کر گھبرا گیا وہ اپنے گھر سے باہر نکلا اور ان سران مقدس کی زیارت کرنے لگا۔ جب اس کی نگاہ، امام عالی مقام کے سر اقدس پر پڑی تو آپ کے لب ہائے مبارک ہل رہے تھے۔ آگے بڑھ کر کان لگایا تو آواز آرہی تھی،

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔

یحییٰ کو بڑا تعجب ہوا اور پوچھا، یہ کس کا سر ہے؟ لوگوں نے بتایا حسین ابن علی کا۔ اُس نے کہا ان کی والدہ کا کیا نام تھا تو بتایا گیا فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحییٰ نے کہا: اگر ان کے نانا جان کا دین برحق نہ ہوتا تو ان کے سر مبارک سے یہ کرامات ظاہر نہ ہوتیں۔ وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں کپڑے اور ایک ہزار درہم بطور نذرانہ پیش کیے۔

یزیدی لشکر نے جب یہ دیکھا تو کہا یہ تو نے کیا کیا ہے یہاں سے دُور ہو جا ورنہ

ہم تیری بھی گردن اتار دیں گے۔ یہ بات سنتے ہی ؓ شمشیر آبدار چمکاتے ہوئے اشقیاء پر حملہ آور ہوا۔ پانچ شقیوں کو فی النار کیا اور خود بھی ان کے ہاتھوں سے شہید ہو گیا۔ آج بھی یحییٰ شہید کے نام سے حران کے دروازے پر آپ کا مزار مشہور ہے اور آپ مستجاب الدعوات تھے۔ (روضۃ الشہداء صـ۳۹۲، سوانح کربلا صـ۳۵)

عزیز بن ہارون اور شیریں

اس کے بعد یہ قافلہ حلب کے پہاڑ کے نیچے اُترا۔ اس پہاڑ پر ایک مضبوط قلعہ تھا جس کا نام معمورہ تھا۔ یہ سب لوگ یہودی تھے۔ ریشمی کپڑا پہنتے تھے۔ ان کا تیار کردہ کپڑا عراق، شام اور حجاز تک مشہور تھا۔ اس قلعے کا ایک کوتوال عزیز بن ہارون نامی تھا۔ یہ آدمی انتہائی سخی تھا۔ جب رات ہوئی تو حضرت شہر بانو کی خدمت میں آپ کی آزاد کردہ لونڈی جس کا نام شیریں تھا، حاضر ہوئیں اور آپ کے پاس بیٹھ کر زار و قطار رونے لگیں اور وہ وقت اُسے یاد آ گیا، جب امام عالی مقام کا نکاح حضرت شہر بانو سے ہوا تو اُن کی خدمت کے لیے سوؔ لونڈیاں تھیں۔ جس دن امام عالی مقام سے نکاح ہوا، پچاس آزاد کر دیں اور جس دن امام زین العابدین پیدا ہوئے چالیس آزاد کر دیں۔ اب صرف دس لونڈیاں باقی تھیں۔ ان سب میں شیریں زیادہ خدمت گزار تھی۔ ایک دن امام پاک نے شیریں کی تعریف کی تو حضرت شہر بانو نے عرض کی، میں اسے آپ کی نذر کرتی ہوں۔ امام عالی مقام نے اسی وقت شیریں کو آزاد کر دیا۔ حضرت شہر بانو نے اپنا صندوق کھولا اور نہایت قیمتی لباس شیریں کو پہنایا۔ امام عالی مقام نے فرمایا شہر بانو! تو نے بہت سی لونڈیوں کو آزاد کیا مگر کسی کو قیمتی لباس نہ دیا۔ عرض کی، اس لیے کہ ان کو میں نے آزاد کیا تھا اور شیریں کو آپ نے آزاد کیا ہے۔ شیریں آزاد ہو کر بھی حضرت شہر بانو کی خدمت کرتی رہی۔ یہاں تک کہ دامن کوہ میں بھی ساتھ تھیں۔ شیریں نے حضرت شہر بانو کا پرانا لباس دیکھا تو وہ وقت یاد آ گیا، جب

آپ باندیوں کو بھی قیمتی لباس عطا کر دیتی تھیں۔ پھر حضرت شہر بانو کی خدمت میں عرض کی اگر اجازت فرمائیں تو اس پہاڑ پر جاؤں اور اپنا زیور بیچ کر آپ کے لیے کپڑے خرید لاؤں۔ آپ نے فرمایا: تو آزاد کردہ لونڈی ہے، جہاں چاہے جا سکتی ہے شیریں اُٹھ کر پہاڑ پر آئی۔ قلعے کا دروازہ بند تھا۔ رات کا کچھ حصہ گزر چکا تھا — دروازہ کھٹکھٹایا۔ ادھر عزیز بن ہارون خواب دیکھ کر قلعے کے دروازے کے پیچھے سے منتظر تھا۔ چنانچہ اس نے آواز دی تو شیریں ہے ؟

جواباً عرض کیا جی ہاں ؛ عزیز نے سلام کیا اور عزت و احترام سے اپنے گھر لے آیا۔ شیریں نے پوچھا، آپ میرا نام کس طرح جانتے ہیں۔ عزیز نے کہا، میں رات کو سو گیا تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو خواب میں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ نہایت غمناک ہیں، اُن کی آنکھیں اشکبار ہیں اور اُن پر تعزیت کے آثار ہیں۔ میں نے عرض کی حضرت رنج و ملال کی کیا وجہ ہے ؟ فرمایا، تجھے معلوم نہیں کہ ساقی کوثر کے نواسے کو قطرۂ آب سے ترسا کر لشکرِ یزید نے شہید کیا ہے، انہیں اور اُن کے رفیقوں کے سروں کو شام لے جا رہے ہیں اور اس وقت اس پہاڑ کے دامن میں ہیں۔ میں نے کہا، آپ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جانتے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا: اے عزیز! وہ اللہ تعالیٰ کے برحق پیغمبر ہیں۔ ان کے بارے میں حق تعالیٰ نے ہم سے وعدہ لیا تھا جو شخص ان کو نہ مانے اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ میں نے عرض کی کہ کوئی علامت بتائیں تاکہ مجھے یقین ہو جائے۔ تو آپ نے فرمایا، اُٹھ قلعے کے دروازے کے پاس جا۔ جب تو وہاں پہنچے گا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیز دروازے کو دستک دے رہی ہو گی۔ شیریں جو کہے اس کی بات ماننا۔ پھر امام پاک کے سرِ انور کے پاس جانا اور ہمارا سلام پہنچانا۔ پھر جاگ اٹھا اور پھاٹک پر آیا تو تم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ شیریں واپس آئی، اور امام پاک کی کرامت حضرت شہر بانو کو سُنائی۔ جب عزیز محافظوں کے پاس آیا، تو

ایک ہزار درہم دے کر اہل بیت کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی۔ حضرت امام زین العابدین کے پاس حاضر ہو کر اور قیمتی کپڑے اور ایک ہزار اشرفیاں بطور نذرانہ پیش کیں اور حضرت ہارون و موسیٰ علیہما السلام کا سلام حضرت امام عالی مقام کے سرِ اقدس کے پاس آکر پیش کیا۔ امام عالی مقام کے سرِ مقدس سے جواب آیا، ان پر اللہ کی سلامتی ہو۔ عزیز نے عرض کی، حضور! میرے لائق کوئی حکم ہو تو ارشاد فرمائیں؟ فرمایا، تجھ پر اللہ کی رضا شامل ہو۔ عزیز اور اس کے رفقاء نے امام عالی مقام کے سرِ انور کی جب یہ کرامت دیکھی تو سب مشرف باسلام ہوئے اور حبِ اہل بیت میں دُنیا سے رخصت ہوئے۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۹۲)

ابوالخنوق کا انجام

ابوالخنوق کوفی کا قول ہے کہ شہداء کے سرانِ انور کے لیے رات کو پچاس آدمیوں کا پہرہ ہوتا تھا۔ ایک رات میں پہرے پر تھا اور میں جاگ رہا تھا کہ دیکھا کہ ایک لمبے قد کے بزرگ سفید لباس میں آئے اور امام عالی مقام کے سرِ مقدس کو صندوق سے نکال کر انہوں نے بوسے دیئے۔ میں نے چاہا کہ باقی محافظوں کے جاگنے سے قبل سرِ مقدس کو صندوق میں رکھوں اور میں قریب ہوا تو آواز آئی، خبردار آگے مت جانا۔ یہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں۔ پھر آواز آئی کہ حضرت نوح علیہ السلام آئے ہیں۔ پھر سُنا کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل اور اسحاق علیہم السلام تشریف لائے ہیں اور آخر میں حضور سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمع حیدرِ کرار، حسن مجتبیٰ، امیر حمزہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف لائے ہیں۔ ہر ایک نے سرِ مقدس کو بوسہ دیا۔ پھر ایک فرشتہ آیا جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز تھا۔ اس نے مجھے پکڑنا چاہا تو میں نے فریاد کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)، میں مسلمان ہوں۔ یہ لوگ مجھے زبردستی پکڑ لائے ہیں۔ فرشتے نے ایک طمانچہ لگایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے چھوڑنے کا

حکم دیا تو فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا اور بیہوش ہوگیا اور جب ہوش آنے پر دیکھا کہ میرا منہ ایک طرف سے سیاہ ہے' اُس نے آہ بھری اور مرگیا۔ (روضۃ الشہدار صـ۳۹۵)

راہب مُسلمان ہوگیا

ابوسعید دمشقی کہتا ہے۔ جب ہم امام عالی مقام کا سر مبارک لے کر دمشق کے قریب پہنچے تو یہ خبر مشہور ہوگئی کہ مسیب خزاعی لشکر جمع کرکے لشکر یزید پر حملہ کرکے سر شہداء ان سے چھیننا چاہتے ہیں۔ یہ خبر سُن کر یزیدی لشکری بہت گھبرائے۔ رات کے وقت ایک بُت خانہ میں ٹھہرنا چاہتے تھے۔ بُت خانہ کے سردار نے چھت سے دیکھا تو پوچھا تم کون لوگ ہو۔؟ انہوں نے سب بتا دیا۔ راہب نے جھک کر دیکھا' تورات کے اندھیرے میں سرہائے شہداؑ کو چمکتے ہوئے دیکھا۔ اُس نے کہا تم لوگ بُت خانے کے باہر ٹھہرو اور سرہائے شہداء اور اسیران اہل بیت کو اندر لاؤ۔ اس بات پر یہ لوگ راضی ہوگئے۔ رات کو یہ لوگ سو گئے' تو بُت خانے کا سردار اس کمرے کے گرد اگرد گھومنے لگا' جہاں شہدا کے سرہائے مقدس تھے۔ اس نے ایک سوراخ سے روشنی دیکھی اور زیارت کرنے والوں کی آوازیں سنیں اور مشاہدہ کیا تو اپنے ۲۷ مریدوں سمیت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور مشرف با اسلام ہوا۔ (روضۃ الشہدار صـ۳۹۹)

قافلہ دمشق میں

منازل طے کرتا ہوا یہ قافلہ دمشق پہنچ گیا' تو یزید نے حکم دیا کہ شہر کے دروازے بند کردیئے جائیں اور شہر کے لوگ انہیں دیکھنے کے لیے باہر نکل آئیں۔ حضرت سہل ابن ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں تجارت کے لیے ملک شام گیا۔ ایک دن دمشق کے قریب ایک گاؤں میں پہنچا تو لوگوں کو خوشیاں مناتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ایک شخص سے اس خوشی منانے کی بابت پوچھی تو اس نے مجھ سے کہا' تو اعرابی ہے؟ میں نے کہا ہاں! میں اعرابی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہوں۔ وہ شخص رونے لگا اور کہا میں حیران ہوں کہ اس ظلم پر زمین و

آسمان تو روئے مگر یزیدی لعین خوشیاں منا رہے ہیں، یہ ختم کیوں نہیں ہو جاتے۔ میں نے پوچھا کیا ظلم ہوا، تو اس نے کہا امام عالی مقام کو ظالموں نے شہید کر دیا ہے اور اُن کا سرِ اقدس یزید کے پاس آیا تو لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ پس میں غمزدہ ہو کر وہاں جا پہنچا اور امام عالی مقام کا سرِ اقدس کو نیزے پہ اٹھایا ہوا دیکھ کر رونے لگا۔

سرِ انور یزید کے دربار میں

جب یہ لوگ عراق پہنچے تو سب سے پہلے زحر ابن قیس یزید سے ملا۔ اس کے بعد شمر نے گفتگو کا آغاز کیا اور کہا یہ شخص اقربا کے ہمراہ کربلا آیا۔ ہم نے کوشش کی کہ تمہاری بیعت کرلے، مگر یہ نہ مانا تو ہم نے حملہ کر دیا اور اسے اور اس کے لشکر کو قتل کر دیا اور سروں کو تمہارے پاس لائے ہیں۔ یزید نے ایک طشت منگوایا اور حکم دیا کہ سر کو اس طشت میں رکھ دو اور پھر اس نے چھڑی لے کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے لب و دندانِ مبارک پر لگاتے ہوئے کہا، ان کی اور ہماری مثال ایسے ہے جیسے کہ حصین ابن الحمام شاعر نے کہا ہے:

"ہماری قوم نے تو انصاف کرنے سے انکار کر دیا تھا،
مگر ان تلواروں نے انصاف کر دیا، جن سے خون ٹپکتا ہے"

اس موقعہ پر رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی ابو برزہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے فرمایا، اے یزید! تم اپنی چھڑی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ان لبوں اور دانتوں سے لگا رہے ہو، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوما کرتے تھے۔ اس مجلس میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ جب یزید نے چھڑی لگائی تو انہوں نے فرمایا:

قَطَعَ اللّٰہُ یَدَکَ یَا یَزِیْدُ — اے یزید! اللہ تیرے ہاتھ کاٹ دے۔

یزید اس پر غضبناک ہو کر بولا، اگر تو صحابی نہ ہوتا تو میں تیری گردن کاٹ دیتا۔ آپ نے فرمایا میرے صحابی ہونے کا تو لحاظ کرتا ہے، مگر تو نے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کی پرواہ نہ کی۔ یزید کے پاس کوئی جواب نہ تھا، مگر حضرت سمرہ کو مجلس سے نکال دیا (روضۃ الشہداء ص۳۰۳)

رُوم کا قاصد

جس وقت یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِاقدس کی بے ادبی کی تو اس وقت قیصرِ روم کا سفیر بھی اس موجود تھا، فَقَالَ مُتَعَجِّبًا اِنَّ عِنْدَنَا فِیْ بَعْضِ الْجَزَائِرِ فِیْ دَیْرٍ حَافِرَ حِمَارِ عِیْسٰی فَنَحْنُ نَحُجُّ اِلَیْهِ کُلَّ عَامٍ مِنَ الْاَقْطَارِ وَنَنْذُرُ النُّذُوْرَ وَنُعَظِّمُهٗ کَمَا تُعَظِّمُوْنَ کَعْبَتَکُمْ فَاَشْهَدُ اَنَّکُمْ عَلٰی بَاطِلٍ۔ (صواعق محرقہ ص۱۹۹)

ترجمہ: "اس نے متعجب ہو کر کہا ہمارے ہاں ایک جزیرہ کے گرجا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے کھر کا نشان ابھی تک محفوظ ہے اور ہم ہر سال ہدیے تحفے اور نذرانے لیکر اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور اس کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم لوگ کعبے کی تعظیم کرتے ہو۔ بلاشبہ تم لوگ باطل پر ہو"

اس وقت وہاں ایک اور یہودی بھی موجود تھا، اس نے کہا:

بَیْنِیْ وَبَیْنَ دَاوٗدَ سَبْعُوْنَ اَبًا وَاِنَّ الْیَهُوْدَ تُعَظِّمُنِیْ وَتَحْتَرِمُنِیْ وَاَنْتُمْ قَتَلْتُمْ اِبْنَ نَبِیِّکُمْ (صواعق محرقہ ص۱۹۹)

ترجمہ "میرے اور پیغمبر داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر پشتیں گزر چکی ہیں (یعنی میں اُن کی اولاد میں سے سترھویں پشت میں ہوں) لیکن اب تک یہودی میری تعظیم کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبی کے فرزند کو بے دریغ قتل کر دیا۔"

یزید پلید کی سیاست

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید آپ کے قتل کے لیے راضی نہ تھا یہ محض یزید کی سیاست و چالاکی تھی۔ اگر وہ واقعی راضی نہ ہوتا تو ابن سعد اور ابن زیاد اور دیگر قاتلین امام حسین سے وہ ضرور بدلہ لیتا اور ان کو سزا دیتا مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ انہیں اپنے عہدے پر قائم رکھا تاکہ اُس کی حکومت قائم رہ سکے۔

اہل بیت سے گفتگو

یزید نے امام زین العابدین کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پوتے ہیں۔ اس بدبخت نے امام زین العابدین سے مخاطب ہوکر کہا اے لڑکے تیرا باپ چاہتا تھا کہ مسندِ خلافت پر بیٹھے اور خطبہ منبروں پر پڑھا جائے مگر شکر ہے کہ تمہارے باپ کی دلی تمنا پوری نہ ہوئی۔ امام زین العابدین نے جواباً فرمایا: اے یزید! مسجدوں کے منبر، امامت و خلافت ہمارے خاندان کو زیبا ہے یا کہ تجھ کو؟ عنقریب قیامت میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ یہ باتیں سُن کر یزید کو غصہ آیا اور حکم دیا کہ اس لڑکے کا سر قلم کردو۔ حضرت اُمِّ کلثوم نے پردے کے پیچھے سے آواز دی کہ ان کے بغیر ہمارا کوئی محرم نہیں، انہیں چھوڑ دو، تو یزید نے ان کے قتل سے منہ موڑا۔

لوگوں نے جب یزید پر لعن طعن کی تو کہنے لگا اے زین العابدین! اگر کوئی حاجت ہو تو بتاؤ۔ آپ نے فرمایا، میری چار حاجتیں ہیں:

۱۔ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالے کردو تاکہ میں اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کروں۔

یزید نے پوچھا، کس نے حسین (علیہ السلام) کو قتل کیا؟

خولی نے کہا، سنان نے مارا ہے

سنان نے کہا، میں نے نہیں، بلکہ شمر نے مارا ہے۔

شمر نے کہا، میں نے نہیں مارا۔ یزید نے کہا، سب لوگ تیرا نام لیتے ہیں۔

شمر نے کہا: سچ تو یہ ہے کہ اس نے مارا ہے جس نے ابن زیاد اور ابن سعد کو سردارِ لشکر بنایا اور خزانہ خرچ کیا۔

یزید یہ سُن کر پریشان ہوگیا اور امام زین العابدین سے کہا دوسری حاجت بتاؤ؟

۲۔ فرمایا، دوسری حاجت یہ ہے کہ سرِ مقدس بابا جان اور تمام سرہائے اقدس شہداء کرام مجھے دے دو تاکہ میں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔

۳۔ اہل بیت اطہار کو اور مجھے چھوڑ دو تاکہ اُنہیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔
۴۔ کل جمعۃ المبارک ہے، خطبہ پڑھنے کا وقت مجھے دیا جائے۔
یزید نے تینوں شرطیں مان لیں۔ شرط اول سے انحراف کیا۔
(روضۃ الشہداء فارسی ص۴۰۹، طبری ج ۴ ص۳۵)
اس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ سروں کو دمشق میں پھراؤ اور پھر دروازے پر لٹکا دو۔
منہال بن عمرو سے روایت ہے:

قَالَ اَنَا وَاللّٰهِ رَأَيْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ حِيْنَ حُمِلَ وَاَنَا بِدِمَشْقَ وَبَيْنَ يَدَيِ الرَّاسِ رَجُلٌ يَقْرَءُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ حَتّٰى بَلَغَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى. اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا فَاَنْطَقَ اللّٰهُ الرَّأْسَ بِلِسَانٍ ذَرِبٍ فَقَالَ اَعْجَبُ مِنْ اَصْحٰبِ الْكَهْفِ قَتْلِيْ وَحَمْلِيْ۔ (سر الشہادتین ص۳۵)

ترجمہ: "کہا خدا تعالیٰ کی قسم! میں نے دیکھا کہ حسین پاک کے سرِاقدس کو نیزے پر اٹھائے ہوئے لے جا رہے ہیں، میں اُس وقت دمشق میں تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سرِ مبارک کے سامنے ایک شخص سورۃ کہف پڑھ رہا تھا، جب وہ اس آیت پر پہنچا اَمْ حَسِبْتَ۔ کیا تو نے جانا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ تھے، تو اللہ تعالیٰ نے سرِ مبارک کو قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ بزبان فصیح آواز آئی: اصحابِ کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجب تر ہے۔"
اور یقیناً عجیب تر ہے، اس لیے کہ اصحابِ کہف جن کے خوف سے چھپے وہ کافر تھے، لیکن امام پاک اور آپ کے رفقاء پر ظلم کرنے والے مدعی ایمان و اسلام تھے۔ اصحابِ کہف پر ایسا ظلم و ستم نہیں، جیسا کہ اہل بیت پر ظلم و جفا ہوا۔ اصحابِ کہف سوئے رہے، فرشتے کروٹ بدلتے رہے اور جب بیدار ہوئے، تو زندہ تھے، اس لیے

مگر جسم کربلا میں ہوا اور سر مقدس دمشق میں نیزے پر بولے، یہ واقعہ زیادہ عجب تر ہے۔

امام زین العابدین کا خطبہ

حضرت امام زین العابدین نے جمعہ کے دن یزید کو کہا اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے خطبہ دینے کی اجازت دے تاکہ میں خدا اور رسول کی رضا کے مطابق خطبہ پڑھوں۔ یزید نے کہا کہ منبر پر جانے کی اجازت نہیں، ویسے ہی کھڑے ہو کر جو بات کرنی ہے کہہ دیں۔ اہلِ دمشق و شام کے سرداروں نے زور دیا کہ امام زین العابدین کو خطبہ دینے دو۔ یزید نے اکابرین کی بات مانتے ہوئے کہا اجازت ہے۔

اب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ گر ہوئے۔ حمدِ خدا اور نعتِ محمد مصطفیٰ ـــــ علیہ الصلوٰۃ والسلام ـــــ بجالائے۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا، اَنَا ابْنُ رَسُوْلِ الْمُخْتَارِ، وَاَنَا ابْنُ الْمُصْطَفٰی سَیِّدِ الْاَخْیَارِ۔ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیٹا ہوں اور تمام پیغمبروں سے افضل پیغمبر کا بیٹا ہوں۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کے سفر کے مسافر اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی رفعتوں پر فائز ہونے والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا ہوں۔ میں شہسوار لَا فَتٰی، وصیِ رسول مظہر العجائب والغرائب حیدرِ کرار امیر المومنین علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) کا بیٹا ہوں۔ میں سیدۃ النساء سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا بیٹا ہوں۔ میں نورِ دیدہ مصطفیٰ، سرورِ سینہ مرتضیٰ، شہسوارِ میدانِ کرب و بلا کا بیٹا ہوں۔ شہید مظلوم، امام معصوم سیدنا حسین (رضی اللہ عنہ) کا جگر گوشہ ہوں۔ پھر آپ نے کربلا آنکھوں دیکھا حال سنانا شروع کیا تو لوگوں کی آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو گئیں۔

یزید نے جب حالات بدلتے دیکھے تو بہت پریشان ہوا اور مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا۔ اس طرح حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی گفتگو منقطع ہو گئی۔ جب مؤذن

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) پر پہنچا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "اے مؤذن! ذرا رک جا" مؤذن رکا تو آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے یزید! جب تجھے معلوم ہے کہ اذانوں میں میرے جدِ امجد کا نام ہے، تو تو نے عترتِ رسول کو کیوں شہید کیا؟ اہل بیت عظام کی پاکیزہ اور باپردہ بیبیوں کو شہر شہر، گلی گلی قیدیوں کی طرح کیوں پھرایا؟ مجھے یتیم کیوں کیا؟ اور نانا جان کے دین میں رخنہ کیوں ڈالا۔ پھر تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، تو کیسا مسلمان ہے؟"

آپ کی گفتگو سن کر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ جب یزید نے معاملہ ہاتھ سے نکلتے دیکھا، تو مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور ادائیگی نماز کے بعد یزید باہر نکل آیا۔ کالی پٹی بازو پر باندھی اور سینہ کوبی اہل بیت سے لوگوں کے سامنے محبت کا دم بھرنے لگا اور ابن زیاد کو ڈانٹنے لگا اور اہل بیت کو جلد از جلد مدینہ طیبہ بھیجنے کا سوچنے لگا، تاکہ حکومت خراب نہ ہو۔ (روضۃ الشہداء فارسی صفحہ ۳۸۸)

○

مدینہ طیبہ کی طرف واپسی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

ترجمہ: "اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔"

افسوس کیسے کیسے حسین خاک میں ملے
کس کس کا ہائے خون بہا وا مصیبتا!

حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دولہا بنا ہے ہر جوانِ اہل بیت
گھر لٹانا، جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہل بیت

حمد وصلوٰۃ کے بعد حضرات محترم! جب یزید پلید ہر طرح سے اپنے دل کے ارمان نکال چکا اور اہلِ دمشق کی رغبت اہل بیت کی طرف دیکھی تو منافقانہ چال چلتے ہوئے یزید نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا خدا ابن زیاد پر لعنت کرے، واللہ! اگر میں یہاں موجود ہوتا تو حسین (رضی اللہ عنہ) جو کچھ کہتے مان لیتا، اگرچہ اس میں میرا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا، مگر اللہ کو یہی منظور تھا۔ اب آپ مدینہ چلے جائیے اور مجھے وہاں سے خط لکھتے رہیے گا اور جس چیز کی ضرورت ہو، مجھے خبر بھیجئے گا اور پھر صحابی رسول

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ سختی نہ کرنے کی وجہ سے گورنری سے معزول کر دیئے گئے تھے، انہیں اہل بیت کا ہمدرد سمجھ کر بلایا اور کہا حسین کے اہل وعیال کو احترام کے ساتھ مدینے پہنچانے کا انتظام کرو۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیس آدمیوں کا دستہ روانہ کیا۔ حضرت نعمان بن بشیر نے اس خدمت کو باعثِ شرف سمجھتے ہوئے قبول کیا اور ادب واحترام کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچانے کی سعادت حاصل کی۔ (روضۃ الشہداء ص۴۱۳، طبری ج۶ ص۲۶۵)

جب یہ قافلہ دمشق سے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوا تو اہل بیت نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہماری آرزو ہے کہ ہمیں براستہ کربلا لے چلیں تاکہ ہم دیکھیں کہ شہداء کی لاشیں اسی طرح بے گور وکفن پڑی ہیں یا کسی نے انہیں دفن کر دیا ہے۔ نعمان نے یہ بات مان لی، چنانچہ یہ قافلہ ۲۰ صفر المظفر کو کربلا پہنچا۔ اس دن تک حضرت امام پاک کو چالیس روز ہوئے تھے۔ جب اہل بیت کی پاکیزہ بیبیوں نے پھر وہی جگہ دیکھی، جہاں چمن زہرا کو اجاڑا گیا تھا، گلشن رسالت کے پھولوں کو تیروں سے چھلنی کیا گیا تھا جہاں پانی کے بجائے علی اصغر پر تیر چلایا گیا تھا، جہاں راکب دوش مصطفٰے کو خاک وخون میں تڑپایا گیا تھا۔ جب کربلا کا منظر آنکھوں کے سامنے آیا تو قیامت برپا ہو گئی ایک رات ذکر وتلاوت میں وہیں گزاری اور پھر قافلہ دوسرے روز مدینہ طیبہ کو روانہ ہوا اور جب یہ قافلہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا، جناب ام کلثوم کی نظر مدینے کے در و دیوار پر پڑی اور یہ قافلہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو تمام اہل مدینہ اور محمد بن حنفیہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا گھروں سے نکل آئے۔ حضرت ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کے ہمراہ یہ اشعار پڑھ رہی تھیں ؎

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ ۔۔۔ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ
بِعِتْرَتِیْ وَبِاَھْلِیْ بَعْدَ مُفْتَقَدِیْ ۔۔۔ مِنْھُمْ اُسَارٰی وَمِنْھُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمِ

ترجمہ: لوگو! کیا جواب دو گے، جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تم سے پوچھیں گے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری اُمت ہو کر میری عترت اور میری اہل بیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا، ان میں سے کچھ قیدی بنائے اور کچھ خاک و خون میں تڑپائے۔" (طبری ص ۳۵۶ ج ۴)

یہ قافلہ سید عالم روضۂ مقدس پر حاضر ہوا اور اہلِ مدینہ یوں سمجھتے تھے کہ گویا قیامت قائم ہو چکی ہے۔

روایات میں ہے مدینے میں ۵ مرتبہ لوگوں نے قیامت قائم ہونے کا گمان کیا،

۱۔ جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوۂ احد میں تھے اور شیطان نے خبر پھیلادی تھی کہ اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ کہ بے شک محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام قتل ہوگئے ہیں۔

۲۔ جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیائے فانی سے دارِ جاودانی کی طرف متوجہ ہوئے (یعنی وصال شریف ہوا)

۳۔ جس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفے جانے کے لئے مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے۔

۴۔ جب اہلِ مدینہ نے امام پاک کی شہادت کی خبر سنی۔

۵۔ جس وقت لٹا ہوا قافلہ مدینہ طیبہ پہنچا۔

بہر حال حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارک پر حاضری دی۔ حضرت امام زین العابدین جو کہ پیکرِ صبر و رضا تھے، جوں ہی اُن کی نظر قبرِ انور پر پڑی۔ اور عرض کی، نانا جان! اپنے نواسے کا سلام قبول فرمائیے تو آنکھوں سے آنسو چھلک آئے اور آنکھوں دیکھا حال سنانا شروع کیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی اُمت نے آپ کی اولاد کو بھوکا پیاسا شہید کیا۔ ہمارے خیموں کو جلایا

ہمارا مال اسباب سب لوٹ لیا۔ پھر قیدی بنا کر در بدر پھرایا۔ میرے ہاتھوں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں اور سروں کو نیزوں پر چڑھا کر گلی کوچوں میں پھرایا۔ ہم بے یار و مددگار سب کچھ لٹا کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ تمام قصہ سنایا۔ اس کے بعد یہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں آ گئے۔ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کہاں دفن کیا گیا ہے۔ اس میں بہت اختلاف ہے۔ مگر زیادہ مشہور یہی ہے کہ سر مبارک حضرت فاطمۃ الزہراء اور امام حسن مجتبٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا ہے۔ جنت البقیع میں سپرد خاک کیا (روضۃ الشہداء ۶۱۱)

روضے پاک نبی دے لئے آیا عابد پیا دا
زین العابدین السلام علیکم کہیا آکے
گود تیری وچ بیٹھن والا کربل وچ کہایا
مرقد پیا سر لار اکھاں داسٹی کے درد کہانیں
سیس مبارک تک تک روون تیں صبر آوے

اس ویلے دے غم دکھ کولوں پتھر رودے بابا
ویکھو حال اساڈا نانا قبروں سراں چاکے
بھائی چاچے ٹبر سارا وچ پردیس لٹایا
حرم نبی دا ام سلمہ جو رو رو مارن آہیں
وچ بقیع عباس سراں نوں عابد چا دفنائے

مکہ و مدینہ پر حملہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ یزید کی آزادیوں کے لیے بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ بالکل بے لگام ہو گیا۔ تو پھر ہر قسم کی برائیوں کا بازار گرم ہوا۔ زنا، لواطت، حرام کاری، بہن بھائی کا نکاح، سود اور شراب خوری اعلانیہ رائج ہو گئے۔ نمازوں کی پابندی ختم ہو گئی۔ پھر سنہ ۶۳ھ میں مسلم بن عقبہ کو بیس ہزار لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس بدبخت نے مدینہ طیبہ پہنچ کر طرح طرح کے مظالم کا بازار گرم کیا۔ لوگوں کے گھروں کو لوٹ لیا۔ سات سو صحابہ کرام کو شہید کیا۔ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی۔ یہاں تک کہ روضہ رسول کی سخت بے حرمتی کی گئی اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے۔ لوگ تین دن تک وہاں نماز ادا نہ کر سکے۔ ۱۰ ہزار صحابہ و تابعین کو تہ تیغ کیا۔ حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پاگل بن کر مسجد نبوی میں رہے۔ آپ سے روایت ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو گنبدِ خضرا سے اذان کی آواز آتی تھی۔ مدینہ طیبہ میں قتل و غارت کرنے کے بعد مکہ مکرمہ کا رُخ کیا، وہاں جاکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر لوگوں کو شہید کیا۔ اتفاقاً مسلم بن عقبہ راستے میں مرگیا، تو حصین بن نمیر کو سالارِ لشکر بنایا۔ اُس نے منجنیق کے ذریعے خانہ کعبہ پر پتھر برسائے جن سے حرم شریف بھر گیا، چھت ٹوٹ گئی، خانہ کعبہ کا غلاف جلادیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی والے دُنبے کے سینگ جو بطورِ تبرک کعبہ میں تھے وہ بھی جل گئے۔ تقریباً دوماہ تک اہلِ مکہ محاصرے میں رہے۔ اِدھر شہر حمص میں ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید ہلاک ہوگیا۔ اہلِ مکہ شامیوں پر ٹوٹ پڑے، اس طرح وہ بھاگ گئے اور اہلِ مکہ کو ان کے شر سے امان ملی۔ بدبخت نے ساڑھے تین سال تک حکومت کی۔ انتالیس ۳۹ سال کی عمر میں ہلاک ہوگیا۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۸۳، طبری صفحہ ۳۷۷ ج ۴)

یزید کی ہلاکت کے بعد اُس کے بیٹے معاویہ کو جانشین مقرر کیا گیا۔ معاویہ نہایت نیک سیرت اور صالح آدمی تھا۔ باپ کے بُرے کاموں سے نفرت کرتا تھا۔ حالتِ بیماری میں اُسے تخت پر بٹھایا اور اسی بیماری میں ہی ۴۰ دن بعد یا دوماہ بعد انتقال کرگیا۔

اہل بیت کے قاتلوں کا انجام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ۝ وَعَلٰی آلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ط
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝
(پارہ ۱۹۔ سورۃ الشعراء آیت ۲۲۷)
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ط
ترجمہ: "اور جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔"

(اقبالؒ)

ے حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

ے صبر و رضا اطاعت و جرأت کا پیشوا
سچ پوچھیے تو حاصلِ قرآں حسین ہے

ے غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

ے اہل بیتِ پاک سے گستاخیاں بیباکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

حضراتِ محترم! جو لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقاء کے قاتل تھے اور جو مقابلے میں شریک ہوئے یا امام پاک کی شہادت سے خوش ہوئے تو یقیناً آخرت میں ان لوگوں کے لیے عذابِ الٰہی ہے، مگر ان میں سے ہر ایک نے دنیا میں بھی سزا پائی، ان میں سے بعض تو بُری طرح مارے گئے۔ بعض اندھے ہو گئے اور بعض کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور بعض کوڑھی ہو گئے۔ اور بعض عبرتناک بلاؤں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنِّىْ قَتَلْتُ بِدَمِ يَحْيٰى بْنِ زَكَرِيَّا سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَاِنِّىْ قَاتِلٌ بِدَمِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ سَبْعِيْنَ اَلْفًا۔ (صواعق محرقہ ۱۹۹)

ترجمہ: "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک میں نے یحییٰ بن زکریا کے خون کے بدلے ستر ہزار افراد کو قتل کیا تھا۔ اور میں یقیناً حسین ابن علی کے خون کے بدلے میں بھی ستر ہزار کو قتل کروں گا۔"

عمرو بن سعد

عبدالملک کے زمانہ میں کوفہ پر مختار بن عبید ثقفی کو تسلط حاصل ہوا۔ اُس نے کہا، میں قاتلانِ حسین کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور اگر میں ایسا نہ کروں، تو مجھ پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت ہو۔ پھر لوگوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے کربلا جانے والوں کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے بتانا شروع کیا اور مختار نے ایک ایک کو چن چن کر قتل کرنا شروع کیا۔ مختار نے ایک دن لوگوں سے کہا، کل میں ایسے شخص کو قتل کروں گا کہ اُس کے قتل سے مومنین اور ملائکہ خوش ہوں گے۔ اس وقت اس کے پاس ہیثم بن اسود بھی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سمجھ گیا۔ اُس نے رات کے وقت اپنے بیٹے کو ابن سعد کے پاس بھیج کر اطلاع دی کہ تم اپنی حفاظت کا انتظام کرو، کل تمہیں مختار قتل کرنا چاہتا ہے۔ مگر ابن سعد نے کہا، مختار ہمیں قتل نہیں کرے گا۔

دوسرے دن جب ایک آدمی کو ابن سعد کے بلانے کے لیے بھیجا، اُس نے اپنے بیٹے حفص کو بھیج دیا۔ مختار نے پوچھا، تیرا باپ کہاں ہے؟ اُس نے کہا، وہ خلوت نشین ہو گیا ہے۔ مختار نے کہا، اب وہ حکومت کہاں ہے جس کے لیے فرزندِ رسول کا خون بہایا تھا۔ اب گھر کیوں بیٹھا ہے؟ پھر مختار نے اپنے خاص کوتوال ابوعمرہ کو بھیجا کہ ابن سعد کا سر کاٹ لائے۔ وہ ابن سعد کے پاس گیا اور اس کا سر کاٹ کر دامن میں چھپا کر مختار کے پاس لے آیا۔ اور اس کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ مختار نے حفص سے پوچھا، یہ سر کس کا ہے؟

اُس نے پڑھا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ اور کہا یہ سر میرے باپ کا ہے۔ اب ان کے بعد میری زندگی کا کوئی مزہ نہیں۔

مختار نے کہا، تم سچ کہتے ہو اور حکم دیا کہ اسے بھی قتل کر دو۔

وہ بھی قتل ہو گیا تو مختار نے کہا، باپ کا سر حسینؓ کا بدلہ ہے اور بیٹے کا سر علی اکبر کا بدلہ ہے۔ اگرچہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ خدا کی قسم اگر میں ایک تہائی قریش کو بھی قتل کروں، تب بھی وہ سب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی انگلی کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ پھر دونوں سروں کو محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیا۔

(طبری ج ۴ ص ۵۳۲، ابن اثیر ج ۴ ص ۹۴، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۷۳)

خولی بن یزید

خولی، یہ وہ بدبخت انسان ہے جس نے امام عالی مقام کا سر مقدس جسم سے جدا کیا تھا۔ مختار نے اپنے کوتوال ابوعمرہ کو چند سپاہیوں کے ساتھ اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے خولی کے گھر کو گھیر لیا۔ جب اس بدبخت کو معلوم ہوا تو وہ ایک کوٹھڑی میں چھپ گیا، اور بیوی سے کہا تم لاعلمی کا اظہار کرنا۔ کوتوال نے گھر کی تلاشی کا حکم دیا تو اُس کی بیوی باہر نکل آئی۔ اُس سے پوچھا، تمہارا شوہر کہاں ہے؟ زبان سے تو کہا مجھے معلوم نہیں، مگر ہاتھ کے اشارے سے سب کچھ بتا دیا۔ یہ لوگ اس جگہ پہنچے

اور خولی کو گرفتار کر کے مختار کے سامنے پیش کیا۔ مختار نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا، اسے شاہراہِ عام پر قتل کیا گیا اور پھر اس کی لاش کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔
(طبری ج ۷ ص ۵۳۱، ابن اثیر ج ۴ ص ۹۴، البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۲۷۲)

شمر ذی الجوشن

مسلم بن عبداللہ ضبائی کا بیان ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل کربلا جانے والوں کو پکڑ کر مختار قتل کرنے لگا تو میں اور شمر تیز رو گھوڑوں پر سوار ہو کر کوفہ سے نکل پڑے۔ مختار کے غلام زربی نے ہمارا پیچھا کیا۔ ہم نے اپنے گھوڑوں کو بہت تیز دوڑایا مگر زربی ہمارے قریب آ گیا اور شمر پر حملہ آور ہوا۔ شمر اس کے حملے کو روکتا رہا۔ آخر شمر نے ایک ایسا وار کیا کہ زربی کی کمر توڑ دی اور جب زربی کو مختار کے سامنے لایا گیا تو کہنے لگا، اگر مجھ سے مشورہ کرتا، میں اس طرح حملہ کرنے کا ہرگز حکم نہ دیتا۔ شمر وہاں سے بھاگ کر کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک گاؤں میں پہنچا، جس کا نام کلتانیہ ہے۔ ایک کسان کو بلا کر مارا پیٹا اور مجبور کیا کہ میرا یہ خط مصعب بن زبیر کے پاس پہنچاؤ۔ اس خط میں لکھا تھا، شمر ذی الجوشن کی طرف سے پیغام امیر مصعب بن زبیر کے نام۔ اس خط پر پتہ بھی لکھا تھا۔ کسان یہ خط لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں ایک بڑا گاؤں تھا، جہاں کوتوال ابو عمرہ اپنے سپاہیوں کے ہمراہ جنگی چوکی قائم کرنے آیا تھا۔ یہ کسان اپنے ایک دوست کسان سے مل کر شمر کی زیادتی بیان کر رہا تھا۔ اتفاقاً اس وقت ایک سپاہی عبدالرحمٰن بن عبید وہاں سے گزرا اور یہ باتیں سن کر رک گیا۔ عبدالرحمٰن نے اس کسان سے شمر کا خط لے لیا اور پوچھا شمر کہاں ہے؟ اس نے بتا دیا۔ ابو عمرہ فوراً اپنے سپاہیوں کو لے کر شمر ذی الجوشن کی طرف چل پڑا۔

مسلم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ رات میں شمر کے ساتھ تھا۔ میں نے اس سے کہا، بہتر یہ ہے کہ ہم اس جگہ سے بھاگ جائیں۔ مجھے یہاں خوف محسوس ہوتا ہے۔

شمر نے کہا، میں تین دن سے پہلے یہاں سے نہیں جاؤں گا اور تمہیں خوف شاید مختار کذاب کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ میں رات کو گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سن کر جاگ پڑا۔ آنکھیں مل رہا تھا کہ اتنے میں انہوں نے تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ ہم گھوڑے چھوڑ کر پیدل ہی بھاگ نکلے۔ وہ لوگ شمر پر ٹوٹ پڑے۔ شمر اپنے اوپر اپنی چادر اوڑھے ہوئے نیزے سے ان کا مقابلہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے تکبیر کی آواز کے ساتھ سنا کہ خبیث کو اللہ نے قتل کیا۔ پھر اس کا سر کاٹ کر لاش کو کتوں کے لیے پھینک دیا۔ (طبری ج۴ ص۵۳۱، ابن اثیر ج۴ ص۹۲، البدایۃ والنہایہ ج۸ ص۲۷۰)

مالک بن اعین جہنی کا بیان

مالک بن اعین جہنی بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن دباسی جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا۔ اس نے قاتلانِ امام عالی مقام سے چند آدمیوں کے نام مختار کو بتائے۔ جن میں عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بشیر بدی، حمل بن مالک محاربی تھے اور یہ سب لوگ قادسیہ میں رہتے تھے۔ مختار نے ایک سردار عمرو بن منہدی کو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا اُس نے سب کو گرفتار کر لیا اور مختار کے سامنے پیش کر دیا۔ مختار نے ان سے کہا،

يَا اَعْدَاءَ اللّٰهِ وَاَعْدَاءَ كِتَابِهِ وَاَعْدَاءَ رَسُوْلِهِ وَاٰلِ رَسُوْلِهِ اَيْنَ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ اَدُّوْا اِلَيَّ الْحُسَيْنَ قَتَلْتُمْ مَنْ اُمِرْتُمْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالُوْا رَحِمَكَ اللّٰهُ بَعَثْتَنَا وَنَحْنُ كَارِهُوْنَ فَامْنُنْ عَلَيْنَا وَاسْتَبْقِنَا قَالَ الْمُخْتَارُ فَهَلَّا مَنَنْتُمْ عَلَى الْحُسَيْنِ ابْنِ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ وَاسْتَبْقَيْتُمُوْهُ وَسَقَيْتُمُوْهُ۔ (طبری ج۴ ص۹۳، ابن اثیر ج۴ ص۹۳)

ترجمہ: "اے اللہ اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کے دشمنو! حسین ابن علی کہاں ہیں؟ میرے سامنے حسین (رضی اللہ عنہ) کا حق ادا کرو۔ ظالمو! تم نے اُسے قتل کیا جس پر نماز میں تمہیں درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا، اللہ! آپ پر رحم فرماتے۔ ہمیں

زبردستی بھیجا گیا تھا، حالانکہ ہم پسند نہیں کرتے تھے۔ اب ہم پر آپ احسان فرمائیں اور ہمیں چھوڑ دیں۔ مختار نے کہا، کیا تم نے اپنے نبی کے نواسے پر احسان کیا اور ان کو چھوڑا؟ اور اُن کو پانی پلایا؟

پھر مختار نے مالک بدی سے کہا، تم نے امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی ٹوپی اتاری تھی؟ عبداللہ بن کامل نے کہا جی ہاں! یہی وہ شخص تھا۔ مختار نے حکم دیا، اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا جائے تاکہ یوں ہی تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ چنانچہ اس کے حکم پر عمل کیا گیا اور بدی تڑپ تڑپ کر مرا۔ اس کے بعد عبداللہ بن الجہنی کو عبداللہ کامل نے اور حمل بن مالک محاربی کو سعر ابن ابی سعر نے مختار کے حکم سے قتل کیا۔

حکیم بن طفیل الطائی

حکیم بن طفیل الطائی، وہ بدبخت ہے جس نے حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لباس اور اسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیر مارا تھا۔ مختار نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ وہ پکڑ کر اسے مختار کی طرف چلا۔ حکیم کے گھر والے عدی ابن حاتم کے پاس فریادی ہوئے کہ حکیم کو مختار سے چھڑا لائیں، اس لیے کہ مختار عدی کا احترام کرتا تھا۔ عدی سفارش کے لیے مختار کے پاس پہنچ گیا اور اپنی غرض بیان کی۔ مختار نے کہا، کیا امام حسین کے قاتلوں کی سفارش کرتے ہو۔ عدی نے کہا، حکیم پر جھوٹا الزام ہے۔ مختار نے کہا، اچھا تو ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ سپاہیوں کو راستے میں معلوم ہوا کہ عدی، حکیم کی سفارش کے لیے مختار کے پاس گیا ہے۔ انہوں نے اپنے سردار ابن کامل سے کہا، مختار عدی کی سفارش قبول کرے گا اور یہ ظالم بچ جائے گا، اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم اس کو یہاں ہی قتل کر دیں۔ ابن کامل نے سپاہیوں کو اجازت دے دی۔ چنانچہ اس کو ایک مکان میں لے گئے اور کہا تم نے حضرت عباس کا لباس اتارا تھا، اب ہم تیرا لباس اتارتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو برہنہ کر دیا اور پھر کہا، تو نے امام حسین کو تیر مارا تھا؟

اب ہم تجھے تیروں کا نشانہ بناتے ہیں، یہ کہہ کر اُسے تیروں سے ہلاک کر دیا۔ ابن کامل نے آکر مختار ثقفی کو حکیم کے قتل کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا، تم نے میرے پاس لائے بغیر اسے کیوں قتل کر دیا۔ یہ دیکھو عدی، حکیم کی سفارش کے لیے آتے ہیں۔ ابن کامل نے کہا آپ کے پیروکاروں نے نہیں مانا، تو میں مجبور ہو گیا۔ عدی نے کہا، اے دشمن خدا تو جھوٹ بولتا ہے۔ تجھے معلوم تھا کہ مختار میری سفارش قبول کر لیں گے۔ اسی لیے تو نے اُسے راستے میں قتل کر دیا۔ ابن کامل بھی جواب دینے لگے، مگر مختار نے منع کیا اور عدی ناراض ہو کر چلا گیا۔ (طبری ص۵۳۲/۴ ابن اثیر ص۹۴/۴ البدایۃ والنہایۃ ص۲۷۲/۸)

عمرو بن صبیح

عمرو بن صبیح وہ بدبخت تھا، جو کہا کرتا تھا، میں نے حسین کے ساتھیوں کو تیروں سے زخمی کیا ہے، مگر کسی کو قتل نہیں کیا۔ آدھی رات کے بعد مختار نے اس کی گرفتاری کے لیے سپاہیوں کو روانہ کیا۔ جب وہ ابن صبیح کے مکان پر پہنچے، تو وہ اپنی چھت پر اپنی تلوار سرھانے کے نیچے رکھے بے خبر سو رہا تھا۔ سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ وہ کہنے لگا: اللہ! اس تلوار کا بُرا کرے، یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور اب کتنی دور ہو گئی۔ سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے مختار کے سامنے پیش کیا۔ مختار نے حکم دیا کہ صبح تک اسے قید میں رکھو۔ جب صبح ہوتی دربارِ عام لگا اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو اس کو لایا گیا۔ کہنے لگا، اے گروہ کفارِ فجار! اگر اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی، تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں۔ اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے قتل کیا جاتا تو یہ بات میرے لیے باعث مسرت ہوتی، اس لیے کہ میں تم کو بدترین مخلوق سمجھتا ہوں۔ اے کاش! اس وقت میرے ہاتھ تلوار ہوتی، تو میں کچھ دیر تمہارا مقابلہ کرتا۔ اُس نے اپنے پاس کھڑے ابن کامل کی آنکھ پر مکہ مارا۔ ابن کامل ہنسا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا، یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے آلِ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تیروں سے زخمی کیا ہے۔ اب اس کے بارے میں

آپ ہمیں حکم دیجئے۔ مختار نے کہا، نیزے لاؤ اور اسے نیزوں سے چھید چھید کر مارو۔ چنانچہ نیزے مار مار کر اسے ہلاک کر دیا گیا۔ (طبری صفحہ ۵۳۴ ج ۴، ابن اثیر صفحہ ۹۵ ج ۴)

زید بن رقاد

زید بن رقاد وہ بدبخت شخص تھا، جس نے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا جو اُن کی پیشانی پر لگا تھا۔ انہوں نے پیشانی کو بچانے کے لیے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا، مگر تیر ایسا لگا کہ ہاتھ بھی پیشانی کے ساتھ ہی پیوست ہو گیا۔ باوجود کوشش کے ہاتھ پیشانی سے جُدا نہ ہو سکا۔ انہوں نے دُعا کی: یا الٰہ العالمین! ہمارے دشمنوں نے ہمیں پریشان کیا، اُن کو بھی ذلیل و خوار کر اور جس طرح انہوں نے ہمیں قتل کیا تو بھی ان کو قتل کر۔ پھر زید بن رقاد نے ان کے پیٹ میں ایک تیر مارا، جس سے وہ شہید ہو گئے۔

مختار نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ ابن کامل سپاہیوں کے ساتھ پہنچ کر اس پر ٹوٹ پڑا۔ مگر زید نے ان کا مقابلہ کیا۔ ابن کامل نے سپاہیوں سے کہا، اسے تلوار اور نیزے سے ہلاک نہ کرو، بلکہ تیر اور پتھر مارو۔ سپاہیوں نے اس پر تیر اور پتھر برسائے۔ جب وہ گر گیا اور ابھی جان باقی تھی کہ ابن کامل نے آگ منگوا کر اسے زندہ جلا دیا۔ (طبری صفحہ ۵۳۴ ج ۴، ابن اثیر صفحہ ۹۵ ج ۴، البدایۃ والنہایۃ صفحہ ۲۶۲ ج ۸)

عبیداللہ بن زیاد

عبیداللہ بن زیاد وہ بدنہاد انسان ہے جس کو یزید پلید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اسی بدبخت کے حکم سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کرام کو تمام ایذائیں پہنچائی گئیں۔ ابن زیاد موصل میں ۳۰ ہزار فوج کے ساتھ اُترا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو مقابلے کے لیے سپاہیوں کے ہمراہ بھیجا۔ موصل سے تقریباً ۲۵ کلو میٹر کے فاصلے پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں کے درمیان خوب لڑائی ہوئی۔ جب دن ختم ہونے والا تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی اور ابن زیاد کو شکست ہوئی۔ شکست خوردہ لشکر مع ابن زیاد

بھاگا۔ ابراہیم نے ان کا تعاقب کیا اور حکم دیا کہ ان میں سے جو ہاتھ آئے اُسے زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ ابن زیاد کے بہت سے لوگ مارے گئے اور اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۶ھ کو مارا گیا۔ ابراہیم نے اس کا سر جسم سے جدا کیا اور لاش کو جلا دیا اور اس کے سر کو ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھیج دیا۔ جب ابن زیاد کا سر کوفہ میں آیا، تو مختار نے دربار عام لگایا اور ابن زیاد کے سر کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ مختار نے کوفیوں سے کہا دیکھو آج سے چھ سال پہلے اسی جگہ بدبخت ابن زیاد کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر پیش ہوا تھا اور آج اس نامراد کا سر میرے سامنے رکھا ہوا ہے۔ میں نے خونِ حسین کا بدلہ لینے میں کوئی کمی نہیں کی۔ ابن زیاد اور دیگر رؤسا کے سروں کو بطور نمائش جب ایک جگہ رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک پتلا سا سانپ آیا، اس نے سب سروں کو دیکھا اور پھر ابن زیاد کے منہ میں داخل ہو کر ناک کے نتھنے سے باہر نکلا اور پھر ناک میں داخل ہو کر منہ سے باہر نکلا۔ پوری روایت اس طرح ہے:

عَنْ عَمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ لَمَّا جِيئَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ وَأَصْحَابِهِ نُضِدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحَبَةِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلُ الرُّؤُسَ حَتّٰى دَخَلَتْ فِي مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتّٰى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوا قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَفَعَلَتْ ذَالِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا (ترمذی باب مناقب ۲۱۹/۲)

ترجمہ: "حضرت عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے، تو مسجد کے میدان میں بترتیب رکھے گئے۔ جب میں ان کی طرف پہنچا تو لوگ کہہ رہے تھے، وہ آگیا وہ آگیا، تو پس اچانک ایک سانپ آیا اور وہ سروں میں پھرنے لگا

یہاں تک کہ داخل ہوا عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں اور تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر نکلا، اور چلا گیا یہاں تک غائب ہوگیا۔ پھر لوگ کہنے لگے وہ آگیا، وہ آگیا۔ پس اُس سانپ نے دو تین بار اس طرح کیا۔"

جو لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کربلا گئے اور آپ کو شہید کرنے میں شریک ہوئے، ان میں سے بیشتر مختار کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ شہدائے کربلا کا مقدس خون بہانے والوں کا بدلہ مختار نے خوب لیا اور دوسرے لوگ طرح طرح کے عبرتناک عذاب میں مبتلا ہوئے، ان میں سے کوئی نہیں بچا جس نے آخرت کے عذاب سے پہلے اس دُنیا میں سزا نہ پائی ہو۔ ان میں سے کچھ اندھے اور کوڑھے ہوئے اور کچھ لوگ سخت قسم کی آفتوں میں مبتلا ہوئے اور اذیتوں اور دردناک مرضوں کا شکار ہو کر ہلاک ہوگئے۔

یزیدی لشکر کا سپاہی

یزید کے لشکر کا وہ سپاہی جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا۔ کچھ دنوں بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بہت زیادہ سیاہ ہوگیا ہے، تو اس سے پوچھا، تیرا چہرہ بہت خوبصورت تھا، اتنا سیاہ کیسے ہوگیا ہے؟ اُس نے کہا جس روز سے حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کا سر مقدس کو میں نے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا، اسی روز سے ہر رات کو دو آدمی میرے پاس آتے ہیں۔ ثُمَّ يَنْتَهِيَانِ بِىْ اِلَى النَّارِ (اور پکڑ کر ایسی جگہ لے جاتے ہیں، جہاں بہت سی آگ ہے۔)

مجھے منہ کے بل ڈال کر اس آگ میں سے باہر نکالتے ہیں۔ اس وجہ سے میرا منہ اتنا زیادہ سیاہ ہوگیا ہے۔

ثُمَّ مَاتَ عَلٰى اَقْبَحِ حَالَةٍ — پھر اس طرح بُرے حال میں مرا

(صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۶)

قاتلِ علی اصغر کا مرض

یہ وہ بدبخت ہے، جس نے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلق میں تیر مارا تھا۔ یہ ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ اس کے منہ اور پیٹ میں سخت گرمی پیدا ہوگئی کہ گویا آگ لگی ہوئی ہے اور پیٹھ کی طرف سخت سردی پیدا ہوگئی۔ چنانچہ اُس کے منہ اور پیٹ پر برف رکھتے پانی چھڑکتے، پنکھا ہلاتے، مگر ٹھنڈک پیدا نہ ہوتی ـــ اور پیٹھ کی طرف گرمی پہنچانے کے لیے آگ جلاتے، مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

وَهُوَ يَصِيحُ الْعَطَشَ فَيُؤْتَى بِسَوِيقٍ وَمَاءٍ وَلَبَنٍ لَوْ شَرِبَهُ خَمْسَةٌ لَكَفَاهُمْ فَيَشْرَبُهُ ثُمَّ يَصِيحُ فَيُسْقَى كَذَٰلِكَ إِلَى أَنْ قَدَّ بَطْنُهُ۔ (صواعق محرقہ صہ ۱۹۷)

ترجمہ: "اور وہ چیخ چیخ کر کہتا پیاس پیاس، تو اُس کے لیے ستو، پانی اور دودھ لایا جاتا۔ اگر اس کو پانچ آدمی بھی پیتے، تو سب کے لیے کافی ہوتا ـــ اور پھر بھی پیاس کہہ کر چیختا۔ آخر اسی طرح پانی پیتے پیتے اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مرگیا۔"

روایات میں ہے کہ جتنے بھی لوگ امام عالی مقام علیہ السلام کے مقابلے میں آئے یا اس واقعۂ شہادت سے راضی و خوش ہوئے، ان سب کے لیے آخرت کا عذاب تو یقیناً ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی ایسی سزا دی جس کی چند مثالوں کا ذکر گزرا ہے تاکہ اہل بیت کی تعظیم و تکریم کرنے والے لوگ، قاتلینِ اہل بیت پر لعنت کریں اور قاتلینِ اہل بیت سے نفرت کریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں۔

مختار کا دعوئ نبوّت

مختار نے قاتلانِ امام حسین (علیہ السلام) کے بارے میں جو شاندار کردار ادا کیا تھا، افسوس! وہ اس عظیم نیکی کو اپنے حق میں قائم نہ رکھ سکا۔ اس پر شقاوتِ ازلی غالب آئی اور اُس نے نبوّت کا دعویٰ کردیا اور کہا کہ میرے پاس جبریل امین وحی لاتے ہیں۔

اس کے کذاب ہونے کی خبر عالم وما یکون صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے دے دی تھی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَقِیْفٍ کَذَّابٌ وَّمُبِیْرٌ۔ (ترمذی ۲، ص۴۵)

ترجمہ" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ثقیف میں عنقریب کذاب اور ایک ہلاک کرنے والا ہوگا۔"

وَیُقَالُ الْکَذَّابُ مُخْتَارُ بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ وَالْمُبِیْرُ الْحَجَّاجُ ابْنُ یُوْسُفَ۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص۴۵)

ترجمہ" اور کہا گیا کذاب مختار بن ابی عبید ہے اور ہلاک کرنے والا حجاج ابن یوسف ہے۔"

مختار نے احنف بن قیس کو خط لکھا،

وَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنِیْ فَاِنْ کُذِّبْتُ فَقَدْ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ وَلَسْتُ اَنَا بِخَیْرٍ مِّنْھُمْ۔ (طبری ج ۴، ص۵۳۹)

ترجمہ" اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مجھے جھٹلاتے ہو، اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو مجھ سے پہلے رسولوں کی بھی تو تکذیب کی گئی ہے اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔"

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَفِیْ اَیَّامِ الزُّبَیْرِ کَانَ خُرُوْجُ الْمُخْتَارِ الْکَذَّابِ الَّذِیْ ادَّعٰی بِالنُّبُوَّۃِ فَجَھَّزَ ابْنُ الزُّبَیْرِ لِقِتَالِہٖ اِلٰی اَنْ ظَفِرَ بِہٖ فِیْ سَنَۃِ سَبْعٍ وَّسِتِّیْنَ وَقَتَلَہٗ لَعَنَہُ اللّٰہُ (تاریخ الخلفاء ص۱۶۱)

ترجمہ" اور حضرت زبیر کے زمانہ میں مختار کذاب کا نکلنا ہوا وہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، پس لشکر بھیجا، ابن زبیر نے اس کے قتل کے لیے ۶۷ھ میں۔ پس اُس کو قتل کیا گیا۔ اللہ کی لعنت ہو اُس پر۔"

ایک شبہ اور اس کا جواب

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل بیت اطہار کے خون کا بدلہ لینے کے لئے منتخب فرمایا، وہ کذاب اور گمراہ کیسے ہو سکتا ہے؟

تو عرض یہ ہے کہ بلعم باعور کو دیکھیں کہ کیسا عابد و زاہد تھا یہاں تک کہ وہ مستجاب الدعوات بھی تھا، بالآخر ذلیل و ملعون ہوا۔

ابلیس لعین بہت بڑا عالم، فاضل اور زاہد تھا، مگر بالآخر ملعون و مردود ہوا اور وہ دوزخ میں جائے گا۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بخت نصر جیسا ظالم و جابر، جس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا، ایسے شخص کو مقرر فرمایا۔

اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختار ثقفی کذاب کو مقرر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں پر ظالموں کو ہی بدلہ لینے کے لیے مسلط فرمایا اور ظالموں کے ہاتھوں ہی ظالموں کو ذلیل و خوار کیا اور یہی قانونِ الٰہی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

(پارہ ۸-۶ آیت ۱۲۹)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم مسلط کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض (ظالموں) پر بوجہ ان (کرتوتوں) کے، جو وہ کرتے تھے۔"

تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو ظالموں پر مسلط فرما کر ذلیل و خوار کیا، گویا کہ منشاءِ الٰہی یہی تھا کہ ذلیلوں کو ذلیلوں کے ہاتھ سے ذلیل کیا جائے۔

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۝

عید الفطر کا پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَمَا حَمِدَہُ الْاَنْبِیَآءُ وَالْمُرْسَلُوْنَ

وَالْمَلٰئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَعِبَادُ اللّٰہِ الصّٰلِحُوْنَ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ

اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَاَفْضَلُ

صَلَوَاتِ اللّٰہِ وَاَزْکٰی تَحِیَّاتِ اللّٰہِ عَلٰی

خَیْرِ خَلْقِ اللّٰہِ وَسِرَاجِ اُفُقِ اللّٰہِ وَقَاسِمِ

رِزْقِ اللّٰہِ وَزِیْنَۃِ عَرْشِ اللّٰہِ نَبِیِّ الْاَنْبِیَآءِ

عَظِیْمِ الرَّجَآءِ عَمِیْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَآءِ مَاحِی

الذُّنُوْبِ وَالْخَطَاءِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَمَلْجَانَا

وَمَاوٰنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ

عَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ الطَّاھِرِیْنَ وَ

اَزْوَاجِہٖ الطَّاھِرَاتِ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ

وَعِتْرَتِهِ الْمُكَرَّمِيْنَ الْمُعَظَّمِيْنَ
وَاَوْلِيَآءِ مِلَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ الْعَارِفِيْنَ
وَعُلَمَآءِ اُمَّتِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُرْشِدِيْنَ عَلَيْنَا
مَعَهُمْ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ـــــ اَمَّا بَعْدُ ـــــ

فَيَآ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ
اللّٰهُ اِعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ
اَلَا وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْاِفْطَارِ وَ
فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ الرَّحْمٰنِ اَلَا وَاِنَّ فِى
الْجَنَّةِ بَابًا يُّقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهُ
اِلَّا الصَّائِمُوْنَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ
بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ
وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ

إِنَّهُ تَعَالَىٰ مَلِكٌ كَرِيمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَءُوفٌ
رَحِيمٌ ۔ أَقُولُ قَوْلِي هٰذَا وَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ
لِي وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
الرَّحِيمُ ۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ
إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

دُوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات بار امام منبر پر
کھڑے کھڑے اللہ اکبر آہستہ کہے یہی سُنّت ہے

عیدالفطر کا دُوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ
وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ ۔ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا
مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ
فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۔ وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ، وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا
وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَهٗ ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ
اَبَدًا لَاسِيَّمَا عَلٰى اَوَّلِهِمْ بِالتَّصْدِيْقِ وَ
اَفْضَلِهِمْ بِالتَّحْقِيْقِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا
وَمَوْلَانَا الْاِمَامِ اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ
رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ، وَعَلٰى اَعْدَلِ
الْاَصْحَابِ مُزَيِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابِ سَيِّدِنَا
وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِىْ حَفْصٍ
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ
وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْاٰنِ كَامِلِ الْحَيَآءِ وَالْاِيْمَانِ
سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ
بْنِ عَفَّانَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَلٰى

اَسَدِ اللّٰہِ الْغَالِبِ اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ
سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
وَاِمَامِ الْوَاصِلِیْنَ اِلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَبِی
الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی
وَجْهَهُ الْکَرِیْمَ وَعَلٰی سَآئِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ
وَالْمُهَاجِرَۃِ وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ؕ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ
نَصَرَ دِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط وَبَارِکْ
وَسَلِّمْ رَبَّنَا یَا مَوْلٰنَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ
وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ
اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ رَبَّنَا یَا

مَوْلٰنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۝ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ

ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ

تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ وَاَهَمُّ وَاَتَمُّ وَاَعْظَمُ

وَاَكْبَرُ ۝

عیدالاضحیٰ کا پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا يَنْبَغِىْ لِجَلَالِ وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ

وَعَظِيْمِ سُلْطٰنِهِ الْقَدِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا

حَمِدَهُ الْاَنْبِيَآءُ وَالْمُرْسَلُوْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

وَالْمُقَرَّبُوْنَ وَعِبَادُ اللّٰهِ الصّٰلِحُوْنَ وَخَيْرًا

مِّنْ كُلِّ ذٰلِكَ كَمَا حَمِدَ نَفْسَهٗ فِىْ كِتَابِهٖ

اُلْمَکْنُوْنِ ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَاَفْضَلُ
صَلَوَاتِ اللّٰہِ ۔ وَاَکْمَلُ تَسْلِیْمَاتِ اللّٰہِ وَ
اَزْکٰی تَحِیَّاتِ اللّٰہِ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِ اللّٰہِ وَسِرَاجِ
اُفُقِ اللّٰہِ وَقَاسِمِ رِزْقِ اللّٰہِ ۔ نَبِیِّنَا وَ
حَبِیْبِنَا وَشَفِیْعِنَا وَمَلِیْکِنَا وَغَوْثِنَا وَغِیَاثِنَا
وَمُغِیْثِنَا وَعَوْنِنَا وَمُعِیْنِنَا وَوَکِیْلِنَا وَکَفِیْلِنَا
سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَمَلْجَانَا وَمَاوٰنَا مُحَمَّدٍ
رَّسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ
وَاَصْحَابِہِ الطَّاہِرِیْنَ وَاَزْوَاجِہِ الطَّاہِرَاتِ
اُمَّہَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَعِتْرَتِہِ الْمُکَرَّمِیْنَ
الْمُعَظَّمِیْنَ وَاَوْلِیَاءِ مِلَّتِہِ الْکَامِلِیْنَ الْعَارِفِیْنَ
وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُرْشِدِیْنَ وَ
عَلَیْنَا مَعَہُمْ وَلَہُمْ وَفِیْہِمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ؕ —— اَمَّا بَعْدُ ؕ ——

فَيَآ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللّٰهُ

تَعَالٰى اِعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ ؕ

قَالَ شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْنَ رَسُوْلُ رَبِّ

الْعٰلَمِيْنَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا مِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ

اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرِ

وَقَالَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ

اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ

لَيَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا

وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا

نَفْسًا ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ اَللّٰهُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ ۔ اَعُوۡذُ
بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۔ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ
مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ
ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۔ اَللّٰهُ اَکۡبَرُ اَللّٰهُ اَکۡبَرُ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ اَللّٰهُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ
بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمۡ فِی الۡقُرۡاٰنِ الۡعَظِیۡمِ
وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمۡ بِالۡاٰیٰتِ وَالذِّکۡرِ الۡحَکِیۡمِ
اِنَّهٗ تَعَالٰی مَلِكٌ کَرِیۡمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَّءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ
اَقُوۡلُ قَوۡلِیۡ هٰذَا وَاَسۡتَغۡفِرُ وَاللّٰهَ لِیۡ وَلَکُمۡ
وَلِسَائِرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡمُسۡلِمِیۡنَ
وَالۡمُسۡلِمٰتِ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۔

دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات بار امام منبر پر
کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہے، یہی سنت ہے۔
تین آیات کا اندازہ بیٹھے، پھر دوسرا خطبہ شروع کرے۔

عیدالاضحیٰ کا دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ
وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ؕ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ
یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا
ھَادِیَ لَہٗ ؕ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا
مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ؕ بِالْھُدٰی وَ
دِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ ؕ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ
اَبَدًا اَلَّا سِیَّمَا عَلٰی اَوَّلِھِمْ بِالتَّصْدِیْقِ وَ
اَفْضَلِھِمْ بِالتَّحْقِیْقِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ
اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

وَعَلٰی اَعْدَلِ الْاَصْحَابِ مُزَیِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابِ
سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
عَنْہُ وَعَلٰی جَامِعِ الْقُرْاٰنِ کَامِلِ الْحَیَاءِ
وَالْاِیْمَانِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ
اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُثْمَانَ بْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
عَنْہُ وَعَلٰی اَسَدِ اللّٰہِ الْغَالِبِ اِمَامِ الْمَشَارِقِ
وَالْمَغَارِبِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ
اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامِ الْوَاصِلِیْنَ اِلٰی
رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ
کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْمَ ط وَعَلٰی
سَائِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ وَعَلَیْنَا
مَعَھُمْ یَا اَھْلَ التَّقْوٰی وَاَھْلَ الْمَغْفِرَۃِ ط
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ؕ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ

دِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ

وَسَلَّمَ رَبَّنَا یَامَوْلٰنَا وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَاخْذُلْ

مَنْ خَذَلَ دِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ

وَسَلَّمَ رَبَّنَا یَامَوْلٰنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ ؕ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ؕ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ؕ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ؕ عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ

ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ

تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ وَاَتَمُّ وَ

اَھَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَکْبَرُ ؕ

تاثرات

(از حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
صدر مدرس جامعہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا محمد الدین چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے وقت کے مشہور اور بے بدل شیوخ حضرت پیر طریقت منبع فیوض و برکات، محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت استاذ الاساتذہ منبع علم و حکمت حضرت علامہ سید منصور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مناظر اسلام، عاشق مدینہ علامہ مولانا حافظ محمد احسان الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شہید اہل سنت حضرت علامہ مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جامع معقول و منقول شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا ولی النبی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے بے مثل اساتذہ سے علمی و روحانی استفادہ کیا ہے۔ ان شیوخ کی ماہرانہ علمی اور روحانی تربیت ہی کا نتیجہ ہے کہ یہ قیمتی ہیرا اب ہر پہلو سے اس قدر علمی شعاعیں دیتا ہے کہ دیکھنے والے حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں اور رشک بھری نگاہوں سے دعائیں دیتے ہیں۔

حضرت علامہ صاحب بیک وقت بہترین مدرس، مصنف اور فصیح و بلیغ ادیب و خطیب ہیں۔ تدریس کے میدان میں آپ ۲۵ سال سے زائد عرصہ سے معقولات و منقولات پڑھا رہے ہیں اور اصول و فنون کے ماہر استاد کی حیثیت سے علامہ موصوف نے نام پیدا کر لیا ہے۔ چنانچہ آپ اس وقت بھی اپنی قائم کردہ اہل سنت کی درسگاہ دارالعلوم انوار القرآن صدیق آباد سابقہ گوبند پورہ فیصل آباد میں شہر کے علماء و خطباء کو علوم دینیہ، اصول، فنون سے

سیراب کر رہے ہیں۔ جامع مسجد غوثیہ گوبند پورہ فیصل آباد میں عرصہ دراز سے خطابت اور درس قرآن وحدیث کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ شہر کے بیشتر مقامات اور مساجد میں اور پاکستان و آزاد کشمیر کے دیگر شہروں اور قصبات میں اکثر آپ کے خطبات سے عوام و خواص مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت علامہ ایک علمی و روحانی شخصیت ہونے کے علاوہ اپنے علاقہ کے بہترین قاضی بھی ہیں۔ محلے کے لوگ اکثر تنازعات آپ کے پاس لے کر آتے ہیں اور فیصلے کراتے ہیں۔ حضرت علامہ میرے دیرینہ رفیق بھائی اور دوست ہیں۔ اکثر اسباق ہم نے ایک ساتھ پڑھے ہیں۔ علامہ صاحب نے درس و تدریس اور خطابت کے ساتھ ساتھ اب میدان تحریر و تصنیف میں بھی قدم رکھا ہے۔ چنانچہ آپ کی پہلی تصنیف بنام کنز الخطیب کا تیسرا حصہ میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر بہترین اور جدید انداز میں لکھا گیا ہے اس کتاب کو فقیر نے اکثر مقامات سے دیکھا ہے۔ اس میں بعض نئی چیزیں پیش کی گئی ہیں جو عوام و خواص، خطباء اور طلباء کے لیے مفید ثابت ہوں گی۔ علامہ موصوف کی دوسری تصنیف کنز الخطیب کا پہلا حصہ ماہ محرم الحرام کی فضیلت اور فضائل و شہادت حسنین کریمین کے موضوع پر لکھا گیا ہے جس میں تمام تاریخی پس منظر پیش کیا گیا ہے اور بھرپور حوالہ جات قرآن وحدیث اور دیگر مستند تاریخی و علمی کتب سے عربی و فارسی عبارات کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب پر نظر ثانی اور تصحیح کا کام علامہ موصوف نے میرے ذمہ لگایا تھا میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک دیکھا۔ نہایت اعلیٰ و بالا موضوعات پر اس کتاب میں گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ موصوف کے علم و قلم میں بڑی طاقت و مہارت ہے دل چاہتا ہے پڑھتے ہی رہیں۔ کتاب و قلم میں جاذبیت اور کشش ہے فن تصنیف میں یہی ایک کمال ہوتا ہے کہ پڑھنے والا پڑھتا ہی رہے۔ میری قلبی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت علامہ کی عمر و علم اور تصنیف و تالیف میں برکت اور مزید ترقی عطا فرمائے!

آمین ثم آمین بجاہ حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

۱۴ اپریل ۱۹۹۴ء

محمد حنیف خان قادری

فہرس المراجع والمصادر

(جن کتب سے استفادہ کیا گیا)

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ تفسیر روح البیان — علامہ اسمٰعیل حقی

۳۔ تفسیر کبیر — امام فخرالدین رازی

۴۔ تفسیر مظہری — قاضی ثناء اللہ پانی پتی

۵۔ تفسیر ابن کثیر — حافظ عماد الدین

۶۔ کنز العمال — شیخ علی متقی بُرہان پوری

۷۔ صحیح بخاری شریف — محمد بن اسمٰعیل البخاری

۸۔ صحیح مسلم شریف — مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری

۹۔ صحیح ترمذی شریف — ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

۱۰۔ ابوداؤد شریف — سلیمان بن اشعث سجستانی

۱۱۔ طحاوی شریف — ابوجعفر طحاوی

۱۲۔ سنن بیہقی — حافظ ابی بکر احمد بن حسین

۱۳۔ مشکوٰۃ شریف — محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی

۱۴۔ الغنیۃ لطالبی طریق الحق (غنیۃ الطالبین) — شیخ عبدالقادر جیلانی

۱۵۔ التصفیۃ ما بین السنی والشیعہ — پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی

۱۶۔ ماثبت بالسنۃ — شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۱۷۔ شواہد النبوۃ — مولانا عبدالرحمٰن جامی

۱۸- خصائص کبریٰ	عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی
۱۹- اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی
۲۰- کشف المحجوب	حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری
۲۱- الشرف المؤبد	علامہ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی
۲۲- روضۃ الشہداء	مولانا حسین واعظ کاشفی
۲۳- سر الشہادتین	شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی
۲۴- الصواعق محرقہ	محدث احمد بن حجر الہیتمی
۲۵- سوانح کربلا	مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی
۲۶- تاریخ الامم والملوک	امام ابی جعفر محمد بن جریر طبری
۲۷- تاریخ الخلفاء	حافظ جلال الدین السیوطی
۲۸- جلاء العیون	ملا محمد باقر مجلسی
۲۹- القاموس المحیط	
۳۰- مصباح اللغات	
۳۱- البدایۃ والنہایہ	
۳۲- تاریخ الخمیس	
۳۳- تاریخ ابن اثیر	
۳۴- تذکرۃ الاولیاء	
۳۵- نور الابصار	
۳۶- نزہۃ المجالس	

اِن کے علاوہ کئی اور کتابوں کے نام بوجہ اختصار درج نہیں ہو سکے۔

شذرات قلم، حضرت علامہ مولانا محمد دین چشتی
○ اس تصنیف میں محرم الحرام شریف کے جملہ موضوعات۔
○ ماہِ محرم الحرام شریف کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں فضیلت
○ اسلام میں یوم عاشورہ کی اہمیت، اسکی فضیلت اسکے روزے اور نوافل کی فضیلت۔
○ شہادت کیا ہے، شہید کسے کہتے ہیں، شہادت کی اقسام درجات اور اسکے احکامات۔
○ اہل بیت، آل اطہار اور حسنین کریمین کی عظمت اور امام عالی مقام کے بچپن میں ان کی شہادت کی خبریں۔
○ امام حسین علیہ السلام اور یزید پلید کے درمیان معرکہ حق و باطل کی تفصیلات قاتلین شہدائے کربلا کا عبرت ناک انجام۔
○ محرم الحرام کے دیگر موضوعات قرآن، حدیث، تاریخ و تفاسیر کی معتبر کتب کے حوالہ جات سے مزین۔
○ بہترین کتابت، روشن آفسٹ طباعت، عمدہ کاغذ اور مضبوط جلد مناسب سائز۔